مسلمانوں کو مژدہ مومنوں کو بشارت کہ تصحیح کلام مکرم و تفسیر قرآن

تفسیر

احسن التفاسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد یہ آٹھویں جلد تفسیر الکبیر کی ہے جسکو راقم نے ذی قعدہ ۱۳۱۱ ہجری سے شروع کیا۔ واللہ المستعان

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَن قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدتُّم مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ ۚ

اور پکاریں گے اہل جنت دوزخ والوں کو کہ پا لیا ہم نے اسکو جو وعدہ کیا تھا ہمارے رب نے سچا پس تم نے بھی پایا جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا سچا تو وہ جواب دینگے کہ ہاں ہم نے سچا پایا۔

ف: جب اہل جنت جنت میں اور اہل نار نار میں داخل ہو چکیں گے تو اسوقت اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے یہ استعارہ ہوگا کہ اہل جنت میں سے ہر شخص ان کافروں کو پکاریگا جن سے دنیا میں اس کا تعلق تھا پکار کر کہیں گے کہ اللہ نے ہم سے جو جنت کی نعمتوں کا وعدہ کیا تھا

ہمنے تو اللہ کے اُس وعدہ کو سچا پایا اب تم بتاؤ کہ کافرون سے جو اللہ نے دوزخ کے عذاب کا وعدہ
کیا تھا کیا تمنے بھی اُسکو سچا پایا یا نہیں تو کافر جواب دینگے کہ ہان ہمنے بھی اللہ کے وعدہ کو سچا پایا
اور جسطرح اللہ نے کفر کے عذاب کی خبر دی تھی اور ہم دنیا مین اُسکی تکذیب کرتے تھے آج اُس عذاب
مین ہم مبتلا ہوگئے۔ اہل جنت یہ گفتگو اہل نار سے اسلیے کرینگے کہ اپنی راحت اور آسایش اور نعمتین
[illegible] اور حسرت بڑھاوین۔ فتح الباری مین لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ وغیرہ محدثین نے
[illegible] بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس گڑھے پر کھڑے ہو
[illegible] ۱۴ اور
فلان اور اسکے فلان کیا تم نے بھی اللہ [illegible]
تمسے کیا تھا سچا پایا فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَن لَّعْنَةُ [illegible]
الظّٰلِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا
عِوَجًا وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝ پس پکارے گا پکارنے والا انمین
کہ پھٹکار اللہ کی پھٹکار ہے ظالمون پر جو ظالم روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور چاہتے تھے اُسکی کجی
اور وہ آخرت کے منکر تھے ف یعنی دونون فریقون کی گفتگو کے بعد اُن [illegible] کوئی
پکارنے والا پکاریگا جسکو دونون فریق سنینگے کہ ظالمون پر [illegible] لوگونکو
اللہ کے راستے مین یعنی دین اسلام مین داخل [illegible]
[illegible] کی تدبیر سے
دین اسلام مین کجی یعنی خرابی [illegible] بات پیدا کرتے تھے
اور وہ سیدون کو بہکایا کرتے [illegible] اور آخرت سے حساب اور عذاب و ثواب کا انکار کرتے تھے چونکہ لعنت
اُن ظالمون کے واسطے ہے جو لوگون کو اسلام سے روکتے تھے اور اسلام مین کوئی عیب نکالنا چاہتے تھے
اور آخرت کے منکر تھے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کی لعنت اُن مومنین فساق پر نہوگی جو اپنی فسق وفجور

گناہ سے ایک مدت معین تک عذاب میں مبتلا ہوں گے وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ج اور دونوں
کے بیچ میں حجاب ہوگا ف یعنی اہل جنت اور اہل دوزخ کے بیچ میں ایک آڑ ہوگی جیسا کہ دوسری جگہ
اللہ نے فرمایا ہے کہ مومنین اور منافقین کے درمیان میں ایک دیوار بنائی جاویگی یہ دیوار بطور آڑ کے
اسلئے بنائی جاویگی کہ جنت کی ٹھنڈی ہوا دوزخ میں نہ جاوے اور دوزخ کی لپٹ جنت میں نہ آنے
پاوے وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ج
اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو پہچانتے ہوں گے ہر ایک کو ان کے چہرے سے ف اعراف
عرف کی جمع ہے عرف کے معنی بلندی کے ہیں اور اعراف کے معنی بلندیاں ۔ یہاں اس آیت میں
اعراف سے اس دیوار کی بلندیاں مراد ہیں جو اہل جنت اور اہل نار کے درمیان میں حجاب ہوگی اس
دیوار کی بلندیوں پر کچھ لوگ ہونگے جو اہل جنت اور اہل نار میں سے ہر ہر شخص کو اسکی صورت دیکھ کر پہچان
لینگے ۔ اکثر مفسرین سلف کا قول یہ ہے کہ اہل بہشت کے چہرے روشن اور سفید اور دوزخیوں کے منہ کالے ہونگے
اور یہی انکی پہچان کی علامت ہوگی مگر صاحب تفسیر کبیر نے اس قول کو قبول نہیں کیا اسلئے کہ جب اہل جنت
جنت میں موجود ہیں اور اہل نار دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہیں پھر انکو ہر شخص پہچانتا ہے اسمیں اہل اعراف
کی تخصیص کیا ہے اسلئے صاحب تفسیر کبیر نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ اہل اعراف دنیا میں مومنین کو
ایمان کی علامتوں سے اور کافروں کو کفر کی نشانیوں سے پہچانتے تھے جب انکو قیامت میں دیکھینگے
تو وہاں بھی انکی صورت دیکھ کر انہیں علامتوں سے پہچان لینگے ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اہل اعراف کو اللہ
الہام کریگا اور فرشتے بتادیں گے اس وجہ سے پہچان لینگے ۔ خفاجی نے اسکے حاشیہ میں لکھا ہے
کہ ظاہر یہ ہے کہ پہچان جنت اور [illegible] سے پہلے ہوگی اسلئے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد
علامت اور نشانی کی حاجت نہیں راقم الحروف کے نزدیک ایک معنی اس آیت کے
یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ اہل اعراف میں سے بعض شخص یعنی اہل جنت و نار کو دنیا میں پہچانتے ہوں گے اور

اسی طرح کل اہل اعراف کل اہل جنت اور نار کو انکی صورت دیکھ کر پہچان لینگے یعنی شخص اپنی فلانا فاسد ذاتوں کو پہچان لیگا کہ یہ فلانا ہے اور یہ فلانا ہے یا یہ مراد ہو کہ الہام یا تعلیم ملائکہ سے اہل اعراف کو فریقین میں سے ہر شخص کی پہچان اسطرح بتا دی جاے گی کہ جب کسی کی صورت دیکھیں پہچان لیں کہ اس شخص کا دنیا میں یہ نام اور یہ خاندان اور وطن تھا اور یہ پہچان بتا دینا اسلئے ہوگا کہ اہل اعراف اہل جنت اور اہل نار میں سے خاص خاص شخصوں کو پکار کر ان سے باتیں کر سکیں - ابن کثیر نے عبد اللہ ابن مسعودؓ کا قول یہ نقل کیا ہے کہ جو لوگ اعراف میں جانے والے ہونگے وہ صراط پر روکے جائیں گے اور وہیں اہل جنت اور اہل نار کی انکو پہچان کرائی جائیگی اور وہیں وہ دونوں فریقوں سے باتیں کرینگے چنانچہ یہ قول آئندہ مذکور ہوگا اور تفسیر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے سدی سے نقل کیا ہے کہ اعراف وہ دیوار ہے جو دونوں فریقوں میں حجاب ہوگی ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اعراف اونچی جگہ ہوگی اور ایک روایت میں ابن عباسؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ اعراف جنت اور نار کے درمیان میں ایک ٹیلا ہے بعض گنہگار انہیں روک لیے جائیں گے -

سدی کا قول ہے کہ اعراف کو اعراف اس لیے کہتے ہیں کہ اہل اعراف کو اہل جنت اور اہل نار کی معرفت یعنی پہچان ہوگی - پھر ابن کثیر نے یہ لکھا ہے کہ اس امر میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اہل اعراف کون ہونگے مگر سب اقوال کا حاصل قریب قریب ہے اور ایک ہی معنی کی طرف رجوع ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اعراف میں وہ لوگ ہونگے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہونگے حذیفہؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور ان کے سوا اور سلف و خلف سے یہی منقول ہے ابن مردویہ نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ جن لوگوں کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی انکا کیا حال ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اہل اعراف ہونگے - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اسطرح غریب ہے -

اور ابن مردویہ نے دوسری طرح اسکی روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل اعراف وہ ہیں کہ ان کے باپ نے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت انکو نہیں دی تھی وہ اپنے

باپ کے حکم کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے اور اللہ کی راہ میں مارے گئے پس چونکہ باپ کی نافرمانی کی تھی
اسلئے جنت میں داخل نہوسے اور چونکہ اللہ کی راہ میں مارے گئے تھے اسلئے دوزخ کے عذاب سے بچ گئے
ابن ماجہ اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مضمون کی روایتیں
کی ہیں اسکے بعد ابن کثیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ روایتیں منقول ہیں خدا جانے
صحیح ہیں یا نہیں مگر اسمیں شک نہیں کہ صحابہ کے یہ اقوال ہیں اور نیز ابن ماجہ نے یہ روایت کی ہے کہ شعبی
یہ کہتے تھے کہ عبدالحمید اور عبداللہ بن ذکوان میرے پاس آئے اور انہوں نے اصحاب اعراف کا ذکر
اسطرح نقل کیا جو صحیح نہ تھا تب میں نے ان سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے سامنے اصحاب اعراف کا
وہ ذکر کرون جو حذیفہؓ نے بیان کیا ہے تو ان دونوں نے کہا کہ ہان بیان کیجئے تب میں نے کہا کہ حذیفہ
یہ کہتے تھے کہ اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں کہ وہ اپنی نیکیوں کی وجہ سے دوزخ سے بچ گئے اور گناہوں کی وجہ سے
جنت میں داخل نہوسکے جب وہ آنکھ اٹھا کر اہل نار کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے اللہ اس ظالم گروہ کے ساتھ
ہمکو مت شامل کیجیو وہ یہی کہتے ہوں گے کہ یکایک اللہ ان پر اپنا جلوہ ظاہر کریگا اور کہیگا کہ جنت میں داخل ہوجاؤ
میں نے تمکو بخشدیا اور عبداللہ بن مبارک نے یہ نقل کیا ہے کہ ابن مسعودؓ کہتے تھے کہ قیامت کے دن
حساب ہوگا جسکی ایک نیکی بھی گناہوں سے زیادہ ہوگی اسکو جنت میں داخل کریگا اور جسکا ایک گناہ نیکیوں سے
زیادہ ہوگا اسکو دوزخ میں داخل کریگا پھر انہوں نے کہا کہ جن لوگوں کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی وہ
اصحاب اعراف ہوں گے وہ صراط پر ٹھہرائے جاوینگے پھر انکو اہل جنت اور اہل نار کی پہچان بتائی جاوے گی
جب وہ اہل جنت کو دیکھینگے تو کہیں گے تم پر سلامتی ہو اور جب وہ اہل نار کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے اللہ
ہمکو ظالموں کے گروہ کے ساتھ شریک مت کیجیو جو نیکیوں والے ہیں ان کو اللہ روشنی دیگا جس سے انکے
سامنے اور ادہر ادہر روشنی ہوگی اسی روشنی میں وہ چلیں گے جب صراط پر پہونچیں گے تو منافقوں کی روشنی
بجھ جاوے گی اصحاب اعراف کی روشنی باقی رہیگی۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ بندہ کی ایک نیکی کے بدلے

دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک گناہ کے بدلے ایک گناہ لکھا جاتا ہے پس وہ شخص ہلاک ہو جسکے گناہ جو ایک ایک کرکے لکھے جاتے ہیں اُن نیکیوں پر غالب ہوں جو دس دس لکھی جاتی ہیں ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اہل اعراف کا نام مساکین اہل جنت ہوگا۔ ابن جریر نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل عرفات سب سے آخر جنت میں داخل ہونگے قرطبی نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اہل عرفات وہ لوگ ہوں گے جو ولد الزنا ہیں مراد یہ ہے کہ وہ اولاد زنا جنہوں نے عمل نیک کئے ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل اعراف مومنین جن ہوں گے جنوں کو ثواب بھی ملتا ہے اور اُنپر عذاب بھی ہوگا صحابہ نے پوچھا کہ جنوں کو ثواب کیا ملیگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثواب اُنکا یہ ہے کہ وہ اعراف میں پہونچیں گے اور امت محمدؐ کے ساتھ جنت میں داخل نہوں گے صحابہ نے پوچھا کہ اعراف کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت کی دیوار ہے اُسمیں نہریں جاری ہونگی اور درخت بھی ہوں گے اور پھل بھی ہوں گے۔ ابن کثیر نے اسکے سوا دو قول اور بھی نقل کئے ہیں ایک یہ کہ ابی مجلز کا قول ہے کہ اہل اعراف ملائکہ ہونگے اس قول کو ابن کثیر نے کہا ہے کہ خلاف ظاہر اور خلاف سیاق ہے اور غریب ہے۔ دوسرا قول مجاہد کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اہل اعراف علماء صالحین اور فقہا ہوں گے اس قول کو بھی غریب کہا ہے۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں دو قول اور بھی نقل کئے ہیں ایک یہ کہ وہ فترت کے زمانہ کے لوگ ہیں یعنی اُس زمانہ کے لوگ جو حضرت عیسیٰ کا دین بدلجانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تک ہوا اس زمانے کے لوگ جو موحد رہے اور شرک میں مبتلا نہوئے وہ اعراف میں ہونگے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اطفال مشرکین ہوں گی۔ جتنے مختلف اقوال اہل اعراف کی بابت منقول ہیں اُنکا جمع بھی ممکن ہے یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اعراف میں ان سب فرقوں کے لوگ ہوں وَنَادَوْا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ

اور پکارینگے جنت والون کو یہ کہ سلامتی ہو تم پر ابہی جنت مین نہین داخل ہوئے اور وہ آرزو رکہتے ہین
ف یعنی اہل اعراف اہل جنت سے پکارکر کہین گے کہ تمپر سلامتی ہے یعنی آیندہ اب تمکو کوئی
رنج نہ آئیگا اب تم ہر آفت سے محفوظ رہو گے پہر اللہ اہل اعراف کا حال بیان کرتا ہے کہ اگرچہ ابہی وہ
جنت مین داخل نہین ہوئے مگر انکو امید ہے کہ آیندہ جنت مین پہونچینگے یہ تفسیر انہین اقوال سے مناسب
ہوسکتی ہے جنمین آخر کو وہ لوگ جنت مین داخل ہونگے ایک قول جو یہ ہے کہ اعراف مین علما اور فقہا وغیرہ
ہونگے اُس قول کی مطابقت کے لئے تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ جب اہل قیامت موقف حساب مین کہڑے
ہوئے ہونگے اُسوقت اللہ اُن لوگون کو جو بڑے مرتبے والے ہین اعراف مین بٹہا دیگا تا کہ ہول
قیامت سے محفوظ رہین اور جب اہل جنت جنت مین اور اہل نار نار مین داخل ہو جاوینگے اُسوقت وہ عالی
درجے کے لوگ جو اعراف مین ہین دونون فریقون سے کلام کرینگے اسکے بعد وہ جنت کے مقامات عالیہ
مین داخل کئے جاوینگے اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ وہ جنت مین ابہی داخل نہین ہوئے مگر انکو امید ہے
اور اہل عرفات کی نسبت بعض اور جو اقوال ہین مثلاً اطفال مشرکین یا جنات وغیرہ اُنکی مطابقت کے لئے
یہ تفسیر ہوسکتی ہے کہ وہ جنت مین داخل نہین ہوئے مگر اُنکو یہ آرزو اور خواہش ہے اور یہ ضرور نہین
کہ یہ خواہش پوری ہو انکی یہ حالت ہوگی کہ کبہی وہ اہل جنت کو دیکہین گے تو اُنہین شامل ہونے کی آرزو
کرینگے کبہی وہ اہل نار کو دیکہین گے تو اُس عذاب سے محفوظ رہنے پر شکر کرینگے۔ لیکن جمہور کا قول
یہی ہے کہ اہل اعراف کا مرتبہ اہل جنت سے کم ہے اور وہ آخر کو بخشے جائین پس اس قول سے پہلی ہی تفسیر
مناسب ہے اور اللہ اُن کے دل مین جنت کی آرزو اسی لئے ڈالیگا کہ اُنکا بخشنا منظور ہوگا **وَاِذَا
صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا
لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ** ؕ اور جب پہیری جاویگی اُنکی نگاہین دوزخ والون کیطرف
تو وہ کہینگے کہ اے رب ہمارے مت کر ہمکو ظالمون کے گروہ کے ساتھ **ف** یعنی جو اللہ نے فرمایا کہ

جب نگاہیں پھیری جاوینگی اُس سمت کو یعنی جدا ہوا کہ وہ اہل نار کی طرف اپنی خوشی سے نہ دیکھینگے بلکہ بے اختیار
آنکھ انکی دوزخ کی طرف پھیر دینگے تاکہ وہاں کا عذاب دیکھکر اپنی حالت پر شکر کریں وَنَادَىٰ
أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُم بِسِيمَاهُمْ قَالُوا
مَا أَغْنَىٰ عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ اور پکارینگے
اعراف والے اُن لوگوں کو کہ پہچانتے ہوں گے انہیں انکی صورتوں سے کہیں گے کہ نہ کام آئی تمہاری
جمعیت اور نہ وہ جو تم سرکشی کرتے تھے ف یعنی تمہارے ساتھ جو بہت بڑا گروہ تھا اور تمکو
بڑا غرور اور تکبر تھا وہ سب آج تمہارے کام نہ آیا اور اللہ کے عذاب سے تمکو کسی نے نہ بچایا
أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ کیا
یہی ہیں وہ لوگ کہ تم قسم کھاتے تھے کہ نہ پہنچاویگا اللہ انپر رحمت ف یعنی اہل اعراف
اہل نار سے کہینگے کہ یہ لوگ جو دنیا میں فقیر تھے اور اب جنت میں داخل ہو گئے کیا یہی ہیں وہ لوگ جن کی
نسبت تم قسم کھا کر کہتے تھے کہ ان کو اللہ کی رحمت نہ ملیگی اور یہ جنت میں داخل نہ ہونگے
ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ۝ داخل ہو جاؤ
تم جنت میں نہ خوف ہوگا تم پر اور نہ تم غمگین ہوگے ف بیان سے قیل لہم مقدر ہے یعنی
جن لوگوں پر تم قسم کھاتے تھے کہ وہ ہرگز جنت میں داخل نہ ہونگے دیکھو ان کا کیا مرتبہ ہے انکو
کہا گیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر خوف ہوگا اور نہ تم رنج پاؤگے اور ایک تفسیر یہ بھی
ہے کہ اہل اعراف سے کہا جاویگا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ
أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا
رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۚ اور پکارینگے دوزخ والے جنت والوں کو کہ ڈالو ہم پر کچھ پانی اور کچھ وہ نعمت جو تمہیں دی ہے
اللہ نے ف یعنی دوزخ والے جنت والوں سے کہینگے کہ ہم پر احسان کرو اور کچھ اپنا

پانی اور کچھ اپنی نعمتیں ہم پر بھی ڈالدو اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت دوزخ کے اوپر ہے اسلیے کہ پانی ڈالنے کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اوپر سے نیچے کو ڈالین **قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا** کہینگے جنت والے کہ بیشک اللہ نے ان دونون چیزون کو حرام کر دیا ہے کافرون پر جنہون نے بنا لیا تھا اپنے دین کو لہو و لعب اور دہوکے مین ڈالا تھا اُن کو دنیا کی زندگی نے **ف** کہانا پانی اور کہانا مانگین سب سے پہلے پانی کا ذکر اس سے کیا کہ پیاس کی شدت اُن کے پیٹ مین آگ بہڑکاتی ہوگی اسلیے پانی کی ضرورت زیادہ مقدم ہوگی - ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ثوری نے سعید بن جبیر سے اس آیت کی تفسیر مین نقل کیا ہے کہ ہر دوزخ والا اپنے بہائی اور باپ وغیرہ کو پکاریگا جو جنت مین ہوگا اُس سے کہیگا کہ مین جلگیا کچہہ پانی مجہپر ڈالدے تو وہ جواب دینگے کہ اللہ نے کہانا پانی کافرون پر حرام کر دیا ہے - ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضہ سے کسی نے پوچہا کہ کون صدقہ افضل ہے تو انہون نے جواب دیا کہ پانی دینا سب سے افضل ہے کیا تو نے نہین سنا کہ اہل نار جب جنت والون سے استغاثہ کرینگے تو یہی کہینگے کہ ہم پر پانی ڈالو اور ابن ابی حاتم نے ابو صالح سے روایت کی ہے کہ ابو طالب کے مرض مین لوگون نے اُس سے کہا کہ تو اپنے بہتیجے سے کہہ کہ جنت کے میوون کا ایک خوشہ منگا دے شاید اُسکے کہانے سے تجہے شفا ہو جاوے ابو طالب کی طرف سے ایک شخص یہ پیغام لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اُسوقت ابو بکر صدیق رضہ بھی حضرت کے پاس بیٹہے تہے اُنہون نے جواب مین یہی آیت پڑہ دی کہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَہُمَا عَلَی الْکَافِرِیْنَ - پہر کافرون کی صفت اللہ نے یہ بیان کی کہ اُنہون نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا یا اسکے معنی یا تو یہ ہین کہ دین کی عظمت اُن کی نگاہ مین نہ تہی اور اُسکو کوئی ضروری چیز نہین سمجہتے تہے بلکہ لہو و لعب جانتے تہے یعنی دنیا کے کامون کی طرف ایسی توجہ تہی جیسے ضروری کامون کی طرف توجہ ہوتی ہے اور دین کے کامون کی طرف

ف جنت و دوزخ کے اوپر نیچے

یہی توجہ تھی جیسے لہو ولعب کی طرف توجہ ہوتی ہے یا مراد یہ ہے کہ دین حق کو دین نہیں سمجھتے تھے بلکہ
لہو ولعب کو دین سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی نے جو انکو دھوکا دیا تھا اسکے معنی یہ ہیں کہ موت انکو یاد نہیں
آتی تھی اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہمیشہ دنیا میں اسی عیش و عشرت کے ساتھ رہینگے آخرت کی کچھ فکر
نہیں کرتے تھے فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ تو آج کے دن بھولجاوینگے ہم انکو جیسا کہ وہ اپنے اس وقت کے آنے کو بھولے
ہوئے تھے اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ف اب اللہ فرماتا ہے بھولنے
سے مراد نہیں کہ اللہ کو ان کی یاد نہ رہیگی اسلئے کہ اللہ کسی کو نہیں بھولتا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ انکو اس طرح
چھوڑ دیگا جیسے کوئی بھولجاتا ہے - ابن کثیر نے عوفی سے نقل کیا ہے کہ اللہ انکو خیر سے بھولے گا
عذاب سے نہیں بھولیگا - سدی نے یہ کہا ہے کہ اللہ انکو رحمت سے چھوڑ دے گا جیسا کہ انہوں نے
آخرت کے لئے عمل چھوڑ دیا تھا وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ اور بیشک لائے ہم انہیں کتاب کہ تفصیل کی ہم نے اسمیں (شامل ہونیوالا)
علم [illegible] کے لئے اور رحمت اس گروہ پر جو ایمان لاتے ہیں ف یعنی ہم نے انپر قرآن
[illegible] اسمیں مطالب کی خوب تفصیل کردی یعنی جن امور پر نجات تھی وہ خوب سمجھا دئیے اور آخرت کے
[illegible] عذاب کی خبر دیدی وہ قرآن علم پر مشتمل ہے یعنی ہمارے احکام تمام اسمیں مذکور ہیں اور ان کی ہدایت
کے لئے بھیجا گیا ہے اور ان کے لئے جو اسپر ایمان لاویں باعث رحمت ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ
اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ نہیں انتظار کرتے مگر اسکے پورے ہونے کا ف یعنی کفار اس امر کے
منتظر ہیں کہ قرآن میں جو وعدے کئے گئے ہیں اور خبریں دی گئیں ہیں جیسے مردوں کا جی اٹھنا اور
قیامت کا قائم ہونا اور حساب وکتاب اور جنت ونار وغیرہ یہ خبریں پوری ہونگی یا نہوں گی يَوْمَ
يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ

جسدن آویگا ظہور اسکا کہینگے جنھون نے چھوڑ اتہا اسکو پہلے سے بیشک آئے تہے ہمارے رب کے
رسول سچی بات **ف** یعنی جسدن قرآن کی خبرین سچی ہوجاوینگی اور قیامت قائم ہوجاوے
اُسوقت ان کافرون پر ظاہر ہوگا کہ قرآن سچا تہا اور اللہ کے رسول سچا دین لائے تہے مگر چونکہ
پہلے انہون نے قرآن کو چھوڑ رکہا اسلئے اُسوقت یہ سمجھنا کام نہ آئیگا فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ
فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ
پس کیا ہین ہمارے لئے سفارش کرنے والے تاکہ وہ شفاعت کرین ہمارے لئے یا پہیر دئے جاوین
ہم تو عمل کرین ہم خلاف اُسکے جو عمل کرتے تہے ہم **ف** یعنی جنھون نے قرآن کو چھوڑا ہے اب تو
وہ قرآن پر ایمان نہین لاتے اور اس امر منتظر ہین کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور اسکی خبرین سچی ہوتی
ہین یا نہین اور جب وہ وقت آجاویگا اور قیامت قائم ہوجاویگی اُسوقت وہ سمجھینگے کہ قرآن
سچا تہا اور ہم قرآن کو چھوڑنے کے سبب مستحق عذاب بن گئے تب وہ کہینگے کہ کوئی ہمکو سفارش
کرکے اس عذاب سے بچاوے یا کوئی ایسی صورت نکلے کہ ہم دوبارہ دنیا مین
جاکر ہم خلاف اُس کے عمل کرین جو پہلے کرتے تہے قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَ
ضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ بیشک خسارہ مین ڈالا انہون نے
جانون کو اور چہوٹ گیا اُن سے جو کچھ جھوٹ بناتے ہین **ف** یعنی قیامت سے
اُن کے عذاب اُن کے سامنے آجاویگا اُسوقت یہ آرزو مین اُنکی پوری نہونگے نہ کوئی اُنکا
سفارشی ہوگا اور نہ وہ دوبارہ دنیا مین بہیجے جاوینگے اُنھون نے قرآن کی تکذیب کرکے اپنی جانون
خسارہ مین ڈالا اسلئے کہ جنت سے محروم رہے اور عذاب کے مستحق بنے اور وہ جو دنیا مین
جھوٹے خیالات باندہا کرتے تہے کہ وہ بت جو اُنکے معبود ہین اُن کے سفارشی بنینگے اب
وہ سارے خیالات اُن سے چھوٹ گئے إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ

الحمد
اگر ان کا
علم ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ تف بیشک رب تمہارا وہ اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پھر قائم ہوا حکومت پر ف یعنی جب اللہ نے زمین اور آسمان کو پیدا کر لیا تو ان پر حکومت شروع کی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قفال کا قول ہے کہ عرش کے معنی تخت سلطنت کے ہیں اور حکومت کے معنی میں بھی مستعمل ہے امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ یہی قول بہت ٹھیک ہے۔ اکثر مفسرین اس آیت کو متشابہات میں ٹھہراتے ہیں اسلئے کہ عرش کے معنی حقیقی تخت کے ہیں اور اللہ کا عرش جو آسمانوں کے اوپر ہے اسکی خبر بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہوئی ہے پس ظاہر معنی اس آیت کے یعنی عرش پر اللہ کا قرار پکڑنا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مالک اور اوزاعی اور ثوری اور لیث بن سعد اور شافعی اور احمد اور اسحق بن راہویہ وغیرہم ائمہ سلف کا مذہب یہ ہے کہ استواء علی العرش جسطرح ثابت ہوا ہے ماننا چاہیے مگر جو معنی اس کے ذہن میں آتے ہیں اسکی اللہ سے نفی کرنا چاہیے یعنی یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ عرش پر اسطرح قائم ہوا جیسے اسکی مخلوق تخت پر بیٹھی ہے۔ نعیم بن حماد شیخ بخاری کا قول ہے کہ جسنے اللہ کو اسکی مخلوق سے تشبیہ دی وہ کافر ہے اور جسنے اس صفت کا انکار کیا جو اللہ نے اپنے واسطے ثابت کی ہے وہ بھی کافر ہے۔ قرآن و حدیث میں جو اللہ کی صفات مذکور ہیں اُن پر ایمان لانا چاہیے اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ صفات اللہ میں اسطرح ثابت ہیں جیسے اسکی مخلوق میں پائی جاتی ہیں متاخرین کا قول ہے کہ اسپر یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ مکان اور جہت سے پاک ہے اور اس آیت کے معنی میں کچھ بحث کرنا نہ چاہیے بلکہ اسکا علم اللہ پر چھوڑنا چاہیے جو کچھ اسکی مراد ہو اسکو وہی جانتا ہے اللہ نے یہاں زمین و آسمان کے پیدا کرنے کا ذکر کیا اور مراد اس سے تمام مخلوق ہے جو زمین و آسمان میں شامل ہے اللہ کو یہی قدرت تھی کہ ایک آن میں سب کو پیدا کر دیتا اور یہ بھی قدرت تھی کہ بتدریج مدتوں میں پیدا کرتا مگر یہ اسکی مشیت اور حکمت کا مقتضا ہے کہ اسنے چھ دن میں پیدا کیا اور اپنی حکمت کی علت

وہی خوب جانتا ہے بظاہر اسمین یہ بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ بندون کو یہ تعلیم کرنا مقصود تھا کہ باوجود قدرت کے کسی کام مین جلدی کرنا نہ چاہیے ۔ چھ دن سے مراد یہ ہے کہ اتنی مدت مین پیدا کیا جتنی مدت چھ دن کی ہوتی ہے ۔ ابن کثیر نے یہی لکھا ہے کہ ان چھ دن مین پہلا دن یکشنبہ دوسرا دن دوشنبہ تیسرا سہ شنبہ چوتھا پنجشنبہ چھٹا جمعہ تھا ان چھ دن مین تمام مخلوق پیدا ہوگئی تھی اور آدم کو اللہ نے جمعہ کے دن پیدا کیا مجاہد اور امام احمدؒ کا قول ہے کہ ہر دن ہزار برس کا تھا استوا علی العرش کی صفت قرآن مین سات جگہ مذکور ہے اول اسی سورہ اعراف مین ۔ دوسرے سورہ یونس مین ۔ تیسرے سورۂ رعد مین ۔ چوتھے سورہ طٰہٰ مین ۔ پانچوین سورہ فرقان مین ۔ چھٹے سورہ سجدہ مین ساتوین سورۂ حدید مین يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۔ چھپا دیتا ہے رات کو دن مین آجاتی ہے رات دن مین جلد جلد اور سورج اور چاند اور ستارے فرمان بردار ہین اسکے حکم کے ف رات کو دن مین چھپا دینے سے مراد یہ ہے کہ رات کو دن بنا دیتا ہے اور اس کے مقابلہ مین دن کو رات بنانے کا ذکر اسلیے نہین کیا کہ یہ مضمون بغیر ذکر کے سمجھ مین آجاتا ہے رات جو جلد جلد دن کو طلب کرتی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ ہمیشہ دن کے بعد رات آجاتی ہے جیسے کوئی کسی کی طلب مین پیچھے آرہا ہو اور چاند اور سورج اور ستارون کی حرکتین بھی اللہ کے حکم کی مطابق ہین ۔ پہلی آیت مین جو اللہ نے فرمایا تھا کہ تمام مخلوق کو اسنے پیدا کرکے حکومت شروع کی اب بندون کو سمجھانے کے لیے بعضی حکومتون کی تفصیل ذکر کی یعنی رات دن پیدا کئے اور چاند اور سورج اور ستارون کی حرکتین مقرر کین أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۔ ہان اسکے لئے ہے پیدا کرنا اور حکومت کرنا ف یعنی نہ اللہ کے سوا کوئی شخص کسی چیز کو پیدا کرسکتا ہے نہ کسی کو کسی چیز پر حکومت کا اختیار ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے

شک عمل کرنے کے بعد اللہ کی حمد نکی بلکہ اپنی ذات کی تعریف کی وہ کافر ہوگیا اور اُسکے عمل برباد ہوگئے
اور جسنے یہ گمان کیا کہ اللہ نے اپنی حکومت کا کچھ حصہ بندون کو بھی دیا ہے اُس نے انکار کیا اُسکا
جو اللہ نے اپنے بندون پر نازل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تفسیر کبیر مین لکھا ہے
کہ ہمارے علما نے اس آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے کو پیدا کرنے اور اثر کی
قدرت نہین تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۵ برکت والا ہے اللہ رب العالمین۔

ف خفاجی نے بیضاوی کے حاشیہ مین لکھا ہے کہ برکت کے دو معنی ہوتے ہین ایک
باقی اور ثابت رہنا دوسرے بہت سی بھلائیان ظاہر ہونا اگر پہلے معنی مراد ہون تو معنی یہ ہونگے
کہ ہمیشہ دائم اور قائم رہنے والا اللہ ہے اور اگر دوسرے معنی مراد ہون تو معنی یہ ہونگے کہ تمام خوبیان
اور تمام کمالات اللہ کی طرف سے ہین پس یہ تعریف اللہ کے سوا کسی اور کی نہین ہوسکتی۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ
دعا مانگو اپنے رب سے عاجزی کے ساتھ اور مخفی بیشک وہ پسند نہین کرتا حد سے بڑھنے والون کو

ف یعنی اللہ سے عاجزی کے ساتھ دعا مانگو اور مخفی دعا مانگنے کا حکم بھی اسی لئے ہوا کہ مخفی دعا
مانگنے مین عاجزی زیادہ ہوتی ہے اخفا اخلاص کی دلیل ہے اور ریا سے دور کرنے والا ہے
اللہ کو مخفی پکارنے کا حکم قرآن مین کئی جگہ ہے دوسری جگہ اللہ نے فرمایا ہے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ
یعنی اپنے رب کو اپنے دل مین یاد کر اور حضرت زکریا کی مدح مین فرماتا ہے اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاۗءً خَفِيًّا
یعنی جبکہ اُسنے اپنے رب کو پکارا پکارنا خفیہ صحیحین مین ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ لوگ
دعا مین آوازین بلند کیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو تم اپنی
جانون پر آسانی کرو تم کسی بہرے کو نہین پکارتے اور نہ غائب کو پکارتے ہو تم اُسکو پکارتے ہو جو
سننے والا ہے اور قریب ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی

کہ تضرعاً و خفیۃ سے مراد یہ ہے کہ چھپا کر اللہ کو یاد کر۔ پہر ابن کثیر نے ابن جریج کا یہ قول نقل کیا ہے کہ دعا
میں آواز بلند کرنا اور چیخنا مکروہ ہے۔ خفاجی نے لکہا ہے کہ دعا میں آواز بلند کرنے میں اختلاف ہے
بعض کا قول ہے کہ دعا میں آواز بلند کرنا ہر حالت میں مکروہ ہے بعض کا قول ہے کہ ہر حالت میں جائز
ہے بعض تفصیل کرتے ہیں یعنی جب ریا کا خوف ہو تو اخفا افضل ہے اور اگر ریا کا خوف نہو تو اظہار افضل ہے
پہر خفاجی نے انتصاف سے نقل کیا ہے کہ ... نے اس آیت میں عاجزی کے ساتھ دعا کرنیکا
جو حکم کیا اس سے ظاہر ہے کہ دعا مخفی چاہیے اور مخفی نہونا دعا کا ایسا ہے جیسے دعا کے ساتھ عاجزی
نہونا اور جس دعا کے ساتھ عاجزی نہو اُس سے فائدہ کی امید کم ہے اور ہم اکثر آدمیوں کو دیکھتے ہیں
کہ دعا میں چیخنے کے عادی ہیں خصوصاً مسجدوں میں چیختے ہیں اور ایسے لوگ دو بدعتوں میں مبتلا ہوتے ہیں
ایک دعا میں چیخنا دوسرے مسجد میں چیخنا اور کبہی ذکر جہر سے عوام کے دلوں میں وہ نرمی آجاتی
ہے جو خفیہ ذکر سے نہیں ہوتی مگر اُسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے عورتوں اور لڑکوں کو جو طریقہ سنت
اور طریقہ سلف سے خارج ہوتے ہیں رقت قلب حاصل ہوا کرتی ہے یہاں تک خفاجی کی عبارت کا ترجمہ تھا۔
تفسیر کبیر میں لکہا ہے کہ اللہ نے دعا کے ساتھ جو اخفا کی قید لگائی اس سے ظاہر ہی ہے کہ دعا میں
اخفا واجب ہے ورنہ اتنا تو ضرور ہوگا کہ اخفا مستحب ہوگا۔ پہر اللہ نے یہ جو فرمایا کہ حد سے بڑہنے والوں کو
اللہ پسند نہیں کرتا اسکی تفسیر میں علما نے لکہا ہے کہ چیخ چیخ کر دعا مانگنا اور حد سے بڑہکر خواہش کرنا حد سے
بڑہنا ہے اور وہ منع ہے مثلاً یوں مانگنا کہ میں آسمان پر چڑہ جاؤں یا مجہکو انبیا کا مرتبہ مل جاوے
اپنی حد سے بڑہنا ہے۔ ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابو داؤد نے روایت کی کہ سعد نے اپنے بیٹے کو اسطرح دعا
مانگتے سُنا کہ اے اللہ مجہکو جنت اور اُسکی نعمتیں اور اُسکے ریشمیں لباس عطا کر اور دوزخ کی آگ اور
اُسکی زنجیروں اور طوقوں سے بچا تو سعدؓ نے کہا کہ تو نے اللہ سے خیر کثیر طلب کی اور شر کثیر سے
نجات مانگی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا ہے کہ آئندہ ایسے لوگ ہونگے جو دعا میں

ف: دعا میں آواز بلند کرنا

ف: چیخوں اور ذکر جہر کا بیان

ف: حد سے بڑہکر دعا مانگنا منع ہے

حد سے بڑھین گے اور ایک روایت مین ہے کہ طہارت اور دعا مین حد سے بڑھین گے اور پڑھی یہ آیت اُدْعُوا
رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً آخر تک انہون نے پڑھی اور کہا کہ تجھکو اسطرح دعا مانگنی کافی ہے کہ تو یون کہے اَللّٰهُمَّ
إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ
یعنی اے اللہ مین سوال کرتا ہون جنت کا اور اُسکا جو جنت سے قریب کر دے قول یا عمل سے اور
مین تجھسے پناہ مانگتا ہون دوزخ سے اور اُس سے جو دوزخ سے قریب کرے قول یا عمل۔ اور
امام احمد اور ابن ماجہ اور ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن مغفل نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ کہتا
کہ اے اللہ مجھکو جنت مین ایک سفید مکان دے اور جب جنت مین داخل ہون تو وہ سیدھے ہاتھ کی طرف
ہو یہ سنکر انہون نے کہا کہ اے بیٹے اللہ سے جنت طلب کر اور دوزخ سے پناہ مانگ مین نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ آئندہ ایسے لوگ پیدا ہونگے جو دعا
مین اور طہارت مین حد سے بڑھینگے وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ
إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور خرابی مت ڈالو
زمین مین اسکے درست ہو جانے کے بعد اور اسکی عبادت کرو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے [illegible]
خفاجی نے بیان [illegible] اسکی تفسیر یون نقل کی ہے کہ اللہ نے زمین کو اسطرح پیدا کیا ہے کہ خلق
اسمین فائدہ پاوے اور [illegible] اسمین پیدا کر دیا [illegible]
کے بعد [illegible] فساد مت کرو [illegible] جان کا نقصان ہو [illegible]
یا نسب کا بگاڑنا ہو یا عقل کا یا دین کا۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ جب اللہ نے انبیا کو بھیجکر زمین کی
اصلاح کر دی اور احکام شریعت کے مقرر کرنے سے تو اللہ کی ایسی اصلاح کے بعد [illegible]
زمین مین فساد مت کرو تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ اسکے معنی یہ ہین کہ زمین مین [illegible]
یعنی قتل سے یا قطع عضو سے کسی کی جان کو نقصان مت پہونچاؤ اور غصب [illegible]

سے کسی کے مال کو نقصان مت پہونچاؤ اور کفر و بدعت سے دین مت بگاڑو اور زنا سے نسب مت
بگاڑو اور نشے کی چیزین پیکر اپنی عقل مت بگاڑو بس ہر قسم کا فساد اس آیت سے منع ہو گیا اور بعد
اصلاح سے مراد یا تو یہ ہے کہ جب اللہ نے زمین کو منافع مخلوق کی مطابق اور انکی مصلحتون کی موافق
پیدا کیا ہے تو اسکے بعد تم کسی قسم کا فساد مت کرو یا مراد یہ ہے کہ جب اللہ نے انبیا کو بھیجکر اور
کتابین نازل کرکے زمین کی اصلاح کردی تو اسکے بعد تم کوئی نافرمانی مت کرو اور احکام شریعت کے
تابع رہو اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جتنے نقصان پہونچانے والی چیزین ہین سب منع ہین اور بنے
ہوئے کام کو بگاڑنا بھی منع ہے اور اللہ کو اسطرح پکارو کہ اسکے عذاب سے ڈرتے رہو اور اسکی
رحمت کی امید رکھو قرطبی کا قول ہے کہ اللہ نے یہ تعلیم کیا کہ دعا کے وقت انسان کے دل مین
اللہ کا خوف ہو اور قبولیت دعا کی امید بھی ہو خوف اور امید دونون چاہیئے دنیا مین قائم رکھنے کے
واسطے وہی کام کرتے ہین جو پرند جانور کے دونون بازو پرواز مین اسکی مدد کرتے ہین اگر ایک
بازو بھی ٹوٹ گیا تو جانور پرواز سے عاجز ہوتا ہے اسی طرح خوف اور امید مین سے اگر ایک چیز بھی کم ہوئی
تو آدمی ہلاک ہو جاتا ہے دعا مین خوف یہ رکھنا چاہیئے کہ شاید کہ قبولیت دعا کے مجھسے اوپر نہین
ہونگے اور امید یہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ غفور اور رحیم ہے ضرور میری دعا قبول کریگا یہ حالت کچھ
دعا سے مختص نہین بلکہ ہر حالت مین ہر شخص کو اپنے گناہون پر عذاب کا خوف اور اللہ کی مغفرت کی امید
رکھنا چاہیئے تا اسکی رحمت سے بالکل مایوس ہو جاوے نہ بیخوف اور نڈر ہو جاوے بعض علما کا قول
ہے کہ زندگی مین خوف کو غالب کرنا چاہیئے اور جب موت کو قریب سمجھے تو اللہ کے ساتھ حسن ظن پیدا
کرنا چاہیئے ۔ صحیح مسلم مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ مرے کوئی
تم مین سے مگر ایسی حالت مین کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو ۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ
قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ بیشک رحمت اللہ کی قریب ہے نیکی کرنے والون سے ۔

ف یعنی زیادہ تر مستحق رحمت کے وہ ہیں جو نیک عمل کرتے ہیں وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ
الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ط اور وہ اللہ ایسا ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو بشارت
دینے والیاں اپنی رحمت کے آگے ف یہاں رحمت سے بارش مراد ہے بارش سے پہلے اللہ
ایسی ہوائیں بھیجتا ہے جو بادل پیدا کر دیتی ہیں اور اسی علامت سے یہ بشارت معلوم ہو جاتی ہے کہ مینہ
برسنے والا ہے حَتّٰى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ
مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ
الثَّمَرٰتِ ط یہاں تک کہ جب اٹھاتی ہے ہوا بادل بھاری تو ہم روانہ کرتے ہیں بادل کو
مردہ شہر کی طرف پھر نازل کرتے ہیں ہم اس میں پانی کو پھر نکالتے ہیں ہم اس سے ہر قسم کے پھل
ف یعنی جب ہوا بھاری بادل پیدا کرتی ہے جو پانی سے بوجھل ہوتا ہے تو اس بادل کو
ہم مردہ یعنی خشک شہر کی طرف بھیجتے ہیں اور اس میں پانی برساتے ہیں اور اس کے سبب سے قسم قسم کے
پھل پیدا کرتے ہیں كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ
اسی طرح نکالیں گے ہم مردوں کو تاکہ تم سمجھ جاؤ ف یعنی جس طرح خشک شدہ شہر کو زندہ
کر دیا اور درختوں سے پھل نکال دیئے اسی طرح ہم قبروں سے مردوں کو زندہ کر کے اٹھا دیں گے۔ یہ
مثال اسلئے بیان کی ہے کہ اللہ کو جیسا مینہ برسانے اور زمین سے سبزہ جمانے اور درختوں سے
پھل نکالنے کی قدرت ہے وہ بیشک مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ
يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِإِذْنِ رَبِّهٖ ج اور شہر پاکیزہ نکلتی ہے کھیتی اسکی اللہ کے حکم سے
ف یعنی جہاں کی زمین پاکیزہ اور اچھی ہوتی ہے وہاں کی گھاس سبزہ بہت جمتا ہے
وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ط اور جو زمین کہ خبیث ہوتی ہے تو کھیتی
نہیں نکلتی مگر تھوڑی ف ابن کثیر نے کہا ہے کہ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے روایت

کی ہے کہ ان دونوں آیتوں میں اللہ نے مومن اور کافر کی مثال بیان کی ہے یعنی جسطرح اچھی زمین میں کھیتی خوب جمتی ہے اسی طرح جس شخص کی طینت اچھی ہوتی ہے وہ ہدایت کو خوب قبول کرتا ہے اور جسطرح خراب زمین میں باوجود مشقت کے بہت تھوڑی کھیتی جمتی ہے اسی طرح جسکی سرشت اچھی نہیں اُسکو بہت کوشش کے بعد بھی تھوڑی ہدایت ہوتی ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ بارش سے قرآن اور بلدۂ طیب سے قلب مومن اور زمین خبیث سے قلب کافر مراد ہے یعنی جسطرح بارش سے عمدہ زمین میں بہت کھیتی جمتی ہے اور بری زمین میں بہت تھوڑی گھاس جمتی ہے جو کسی کام کی نہیں ہوتی اسی طرح قرآن کی ہدایت وہ قبول کرتا ہے جسکی طینت میں سعادت ہے اور جسکے خمیر میں شقاوت ہے وہ قرآن سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ بلد طیب کی بزرگی اور شرافت ظاہر کرنے کے لیے اذن رب کی تخصیص کی گئی ورنہ دونوں زمینوں میں جو کچھ سبزہ جمتا ہے اللہ کے حکم سے جمتا ہے۔

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۞ اسی طرح بدل بدل کر بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں اُنکے لیے جو شکر کرتے ہیں **ف** یعنی جسطرح بیان ہے خشک زمین کو سرسبز کرنے سے مُردوں کے زندہ کرنے اور اچھی بری زمین سے قلب مومن اور قلب کافر کی مثال سمجھائی اسی طرح ہم ہر جگہ بدل بدل کر دلائل اُن لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں جو شاکر ہیں اسلیے کہ اُن دلائل سے فائدہ وہی حاصل کر سکتے ہیں۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ بیشک بھیجا ہمنے نوح کو اُسکی قوم کی طرف تو کہا نوح نے اے قوم عبادت کرو تم اللہ کی نہیں تمہارے لیے کوئی معبود اُسکے سوا **ف** اب اللہ امم سابقہ کے قصے بیان کر کے سمجھاتا ہے کہ پہلی امتوں میں جن لوگوں نے انبیا کی دعوت کو قبول نہیں کیا اُن پر کیا عذاب نازل ہوا اور چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ اس سورت میں مذکور ہو چکا ہے اُن کے بعد سب سے پہلے رسول اہل زمین کی طرف نوح علیہ السلام تھے اسی لیے اُن کا قصہ سب سے پہلے بیان کیا۔

ابن کثیر وغیرہ اکثر محدثین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت نوح آدم کے بعد سب سے پہلے رسول تھے اور حضرت نوح سے پہلے جو ادریس اور شیث علیہما السلام تھے وہ فقط نبی تھے یعنی حضرت آدم کی شریعت کے تابع تھے رسول یعنی صاحب شریعت جدیدہ تھے۔ یہاں ایک شبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ تمام زمین والوں کیطرف تو ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں پھر حضرت نوح علیہ السلام کی نسبت تمام زمین کیطرف مبعوث ہونا کیونکر صحیح ہوگا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہمارے نبی سے جو بعثت مختص ہے وہ تمام زمین کیطرف ایسی بعثت ہے کہ جن اور انسان ان دونوں کیطرف ہے اور قیامت تک انکا دین باقی رہیگا اور حضرت نوح کی رسالت فقط انسانوں کی طرف تھی اور انکا دین باقی بھی نہ رہا ۔۔۔ علاوہ اس کے قبل طوفان وہ نبی تھے اور بعد طوفان رسول ہوئے اسوقت انکی قوم کے سوا دنیا میں کوئی بھی نہ تھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن اسحٰق وغیرہ اہل نسب نے حضرت نوح کا نسب نامہ یوں لکھا ہے کہ نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یارد بن مہلائیل بن قینن بن انش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ اس سلسلہ میں جو اخنوخ مذکور ہیں یہی ادریس علیہ السلام ہیں قلم سے لکھنا سب سے پہلی انہیں کی ایجاد ہے۔ ابن اسحٰق کا قول ہے کہ جو انبیاء قتل ہوئے اور کسی نبی نے اپنی قوم کے ہاتھ سے ایسی ایذائیں نہ اٹھائیں جیسی حضرت نوح علیہ السلام نے اٹھائیں حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دس قرن تک اسلام قائم رہا اسکے بعد بت پرستی شروع ہوئی ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عباس وغیرہ علمائے تفسیر کا قول ہے کہ سب سے پہلے بت پرستی یوں شروع ہوئی کہ جب کچھ بزرگ لوگ مرے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنائیں اور انمیں انکی تصویریں بنائیں تاکہ وہ مسجدیں اور تصویریں ان بزرگوں کی حالت کی یادگار ہوں اور ان بزرگوں کی حالت اور عبادت کو یاد کرکے اور لوگ بھی ان کی سی حالت بناویں رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ ان تصویروں کو اجسام بنا دیا پھر دو زمانہ آیا کہ وہ اجسام بت بنگئے اور انکی پرستش ہونے لگی اور جو نام اس بزرگ کا تھا وہی نام اسکے بت کا رکھ لیا چنانچہ ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر

وہ اس زمانہ کے بت تھے بعض صالحین کے نام سے جو ان صالحین کے مرنے کے بعد ان کے نام پر
نام ہو گئے جب اس طرح بت پرستی بہت پھیل گئی تو اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کو انکی ہدایت کے لئے
رسول مقرر کیا اور حضرت نوح نے ان سے کہا کہ اے قوم بتوں کی پرستش مت کرو اللہ کی پرستش کرو
اللہ کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں یعنی کوئی اس لائق نہیں کہ تم اسکی عبادت کرو إِنِّي أَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب بڑے دن سے ف یعنی اگر
تم شرک کرتے رہے تو تم پر اللہ کا سخت عذاب ہوگا یعنی [illegible] عذاب کی خبر دی اور خوف کا
لفظ فرمایا [illegible] شاید ایمان قبول کریں قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا
لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ کہا سرداروں نے انکی قوم سے ہم دیکھتے ہیں تجھکو ظاہر گمراہی میں
ف یعنی ان کی قوم کے بت پرستوں میں جو سردار اور معزز تھے انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام
کے قول کو گمراہی کہا اور بت پرستی کو سچا دین سمجھا قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَ
لَٰكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہا نوح نے اے میری قوم مجھ میں کچھ گمراہی نہیں ہے لیکن میں
بھیجا ہوا رسول ہوں جہان کے رب کا أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ
پہنچاتا ہوں تم کو اپنے رب کے پیغام اور خیر خواہی کرتا ہوں تمہاری اور جانتا ہوں میں اللہ کی
طرف سے وہ جو تم نہیں جانتے ہو ف اول حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کا
رسول کہا [illegible] رسول کی جو صفات ہوتی ہیں وہ بھی بتا دیں یعنی میں اللہ کے پیغام پہنچاتا ہوں اور
تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے مجھے وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں جو تمھیں معلوم نہیں مراد
یہ ہے کہ مجھ پر اللہ کی وحی آتی ہے اور مجھے اللہ کی صفات معلوم ہوئی ہیں کہ ہر وقت تمام جہان اسکے قبضہ
قدرت میں ہے [illegible] کسی کو ہر وقت اسکا خوف ہے جو اللہ کے رسولوں کی اطاعت کرے گا
اس پر اللہ کی رحمت ہوگی بہشت ملے گی جو نافرمانی کرے گا اس پر غضب نازل ہوگا أَوَعَجِبْتُمْ

ان جاءکم ذکر من ربکم علیٰ رجل منکم لینذرکم ولتتقوا ولعلکم

ترحمون ۵ کیا تعجب کرتے ہو اس بات سے کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے نصیحت آوے ایک شخص پر جو تمہیں میں سے

ہے تاکہ تمہیں ڈراوے اور تم پرہیزگار ہو اور تم پر اللہ کا رحم ہو ف کیا تم کو تعجب ہوا اس

سے کہ ... آدمی کے واسطے سے بھیجی جو تمہاری جنس سے ہے تاکہ وہ تمہیں ڈراوے اور

[illegible] ... کی وجہ سے اللہ کی رحمت کے ... [illegible]

[illegible]

[illegible] ... ہے فکذبوہ فانجینٰہ والذین معہ فی الفلک

واغرقنا الذین کذبوا باٰیٰتنا انہم کانوا قوما عمین ۵

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ... اس قدر ... [illegible]

[illegible]

نبی ... [illegible]

ابن ابی حاتم وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں ... [illegible]

سے نجات پائی تھی اُنمین سے ایک شخص کا جرشم نام تھا اُس کی زبان عربی تھی وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا
اور بھیجے قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو ف حضرت ہود علیہ السلام کا نسب نامہ
یہ ہے ہود بن عبد اللہ بن رباح بن الخلود بن عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح حضرت ہود علیہ السلام
اولاد عاد میں اشرف قوم سے تھے اور عاد کی سب اولاد قوم عاد کہلاتی تھی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ قوم عاد
یمن میں رہتی تھی اور بڑی دلیل اسکی یہ ہے کہ ابن اسحق نے عامر بن واثلہ سے روایت کی ہے کہ حضرت
علی نے کہا کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر یمن میں ہے اُس وقت تمام جہان میں یہی قوم شرک اور انکار حق میں
زیادہ مبتلا تھی اسلئے اللہ نے ہود کو اُنہیں پیغمبر مقرر کیا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ کہا اُنھوں نے اے قوم اللہ کی عبادت کرو اُسکے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں۔
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم ڈرتے نہیں ف یعنی تم سے پہلے شرک کی وجہ سے
نوح کی قوم پر عذاب آچکا ہے اب تم بھی شرک میں مبتلا ہوتے ہو کیا تمکو یہ خوف نہیں کہ اللہ تم پر عذاب
نازل کرے گا قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ
وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ کہا سرداروں نے جو کافر تھے اُسکی قوم میں سے ہم دیکھتے ہیں تمکو
نادانی میں اور ہم پاتے ہیں تمکو جھوٹوں میں سے ف یعنی قوم عاد کے سردار جو کفر میں
مبتلا تھے انہوں نے ہود سے کہا کہ تم ہمارے دین سے جدا ہوگئے اور ہماری طرح بتوں کی پرستش
نہیں کرتے یہ تمہاری نادانی ہے اور تم جو کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اور
بتوں کے پوجنے والوں کو تم اللہ کے عذاب سے ڈراتے ہو یہ تم جھوٹ بنا بنا کر کہتے ہو۔
قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝
کہا ہود نے اے قوم مجھ میں کم عقلی نہیں ہے اور لیکن میں رسول ہوں رب العالمین کا ف
یعنی میری باتیں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی بھیجی ہیں۔ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ

اَمِیْنٌ پہونچاتا ہون مین تم مین رسالتین اپنے رب کی اور مین تمھارے لیے خیر خواہ امانت دار ہون ۔
ف امانت داری کی صفت بیان کرکے جھوٹ کے اتہام کو دفع کیا یعنی تمکو معلوم ہے کہ مین
امین ہون سب لوگ میری بات پر اعتماد کرتے ہین پس مجھ پر جھوٹ بولنے کی تہمت نہ لگاؤ ۔ اَوَعَجِبْتُمْ
اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ
کیا تعجب کرتے ہو تم اس سے کہ آئی تم مین نصیحت تمھارے رب کی طرف سے معرفت ایک شخص کی جو تم مین سے
ہے تاکہ ڈراوے تمکو ف مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار انبیا کو بیہودہ باتین لگاتے تھے اور
سفیہ اور جھوٹا بتاتے تھے مگر انبیا انکا جواب نرمی سے دیتے تھے یہ دلیل اس بات کی ہے کہ تابعین کو
یہی شیوہ اختیار کرنا چاہیے اور سنت انبیا بھی یہی ہے وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ
مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً اور یاد کرو جبکہ بنایا تمکو جانشین بعد قوم نوح کے
اور بڑھادی تمھاری پیدایش مین قوت ف حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی نعمتین یاد دلائین
اور کہا کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ قوم نوح کو غارت کرکے انکا جانشین تمکو بنایا جو زمین ان کے قبضہ مین
تھی اب تمھارے قبضہ مین ہے اور تمھاری پیدایش مین قوت بڑھائی یعنی اور آدمیون کی نسبت تمکو قوی اور
زبردست بنایا فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ پس یاد کرو اللہ کی نعمتون کو
تاکہ تم نجات پاؤ ف یعنی اللہ کی نعمتون کو یاد کرکے اسکا شکر کرو اور جب تم اللہ کے شکر کا خیال
کروگے تو شرک کی برائی تمھاری سمجھ مین آجاوے گی پھر تمھاری نجات کا سبب ہو جاوے گا ۔ قَالُوْٓا
اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا
کہا انھون نے کیا تو اسلئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ کی عبادت کرین اور انکو چھوڑ دین جنکو ہمارے باپ دادے
پوجتے تھے ف قوم عاد کو حضرت ہود علیہ السلام کی یہ بات نہایت عجیب معلوم ہوئی کہ فقط ایک اللہ کی
عبادت کیا وے اور بتون کو عبادت مین اللہ کے ساتھ شریک نہ کیا جائے اسی لیے بطور طعن کے

انہون نے کہا کہ کیا تو اس لیے آیا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت مین بتون کا شریک کرنا چھوڑ دین اور اکیلے اللہ کی
پرستش کرین اس تعجب کی وجہ یہ تھی کہ اس قوم پر اپنے باپ دادون کی تقلید ایسی غالب تھی کہ کھلا ہوا حق بھی
نظر نہین آتا تھا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ تو لے آ ہم پر وہ عذاب
جسکی خبر دیتا ہے اگر تو سچا ہے ف قوم عاد نے ہود علیہ السلام سے کہا کہ تیری بات ہم
نہین مانتے اور بتون کو نہین چھوڑتے تو جو اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے تو ہم پر عذاب
نازل کر دے قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ کہا [ہود نے]
بیشک واقع ہوا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ ف یعنی حضرت ہود نے اپنی قوم سے
کہا کہ تم جو ایسی باتین کرتے ہو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہاری تقدیر مین اللہ کا عذاب اور غضب ہے
أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ
کیا جھگڑا کرتے ہو تم مجھسے اُن چند نامون مین جو مقرر کر لیے ہین تم نے اور تمہارے باپ دادون نے نہین اُتاری اللہ نے انکی کوئی دلیل
ف یعنی ان بتون کے بارے تم مجھسے لڑتے ہو جنکے نام تم نے اور تمہارے باپ دادون نے
مقرر کر لیے ہین اس سے زیادہ اور اُن کا کچھ وجود نہین اور انہین معبود ہونے کی صفت ہرگز نہین اگر وہ مستحق
عبادت کے ہوتے تو اللہ کوئی دلیل یا حجت اُن کی معبودیت کی ظاہر کرتا چونکہ اللہ نے کوئی حجت انکے
معبود ہونے کی ظاہر نہین کی پھر تم اُن کو معبود کیون سمجھتے ہو فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ
تو انتظار کرو مین بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والون مین ہون ف قوم عاد نے جو
حضرت ہود سے یہ کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو عذاب نازل کر دو اسکا جواب حضرت ہود نے یہ دیا کہ اب تم مستحق
عذاب ہو گئے اللہ کا عذاب تم پر بیشک نازل ہوگا اب تم بھی اللہ کے عذاب کے منتظر رہو اور مین بھی تمہارے
ساتھ منتظر ہون کہ اللہ کا عذاب تم پر نازل ہونے والا ہے فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ
بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ

تو بچات دی ہمنے ہود کو اور اُسکے ساتھیون کو اپنی رحمت سے اور جڑ کاٹ دی ہمنے اُن کی جنھون نے
ہماری نشانیون کو جھٹلایا اور نہ تھے ایمان لانے والے **ف** مفسرین نے لکھا ہے کہ نشانیون سے مراد معجزے
ہود کے معجزات ہین یعنی جو تکذیب کرتے تھے اُنپر عذاب آگیا اُنمین ایمان قبول کرنے کی قابلیت ہی نہ تھی
اور حضرت ہود اور اُنکے ساتھ جتنے ایمان والے تھے وہ بچ گئے قوم عاد پر اللہ کا یہ عذاب نازل ہوا کہ آٹھ
دن تک اُنپر ایک ایسی سخت آندہی آئی کہ آدمی اُسکے صدمے سے اُڑ جاتے تھے اور ہلاک ہو کر گرتے تھے
یہ قصہ صاف صاف قرآن مین کئی جگہ مذکور ہوا ہے اسلئے یقینی ہے اس سے زیادہ اس قصہ کی تفصیل
بعض مورخین نے نقل کی ہے چنانچہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ محمد بن اسحق نے روایت کی ہے کہ جب
قوم عاد نے حضرت ہود کی ہدایت کسی طرح نمانی اور کفر کو نچھوڑا تو تین برس تک اُنپر خشک سالی ہو گئی ایک
قطرہ پانی کا نہ برسا اور اُس زمانے مین بھی یہ دستور تھا کہ جب کوئی مصیبت آتی تھی تو دعا کرنے کو مکہ مین
جاتے تھے کیونکہ اُسوقت قوم عمالقہ رہتی تھی یہ لوگ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی اولاد مین تھے
اسی سے ان کو عمالقہ کہتے تھے اُن کے سردار کا نام معاویہ بن بکر تھا معاویہ کی ماں قوم عاد سے تھی اسی قرابت
کی وجہ سے قوم عاد کو معاویہ سے تعلق اور ربط تھا جب تین برس تک خشک سالی رہی تو قوم عاد نے ستر
آدمیون کو دعا مانگنے کے لئے حرم مکہ کو بھیجا وہ لوگ مکہ سے باہر معاویہ کے ہان اُترے معاویہ نے اُنکو مہمان
بنایا اور بہت مدارات کی چنانچہ وہ مہمانی کے جلسون مین ایسے مشغول ہوئے کہ جس کام کو آئے تھے
اُسکو بھول گئے مہینہ بھر تک رات دن شراب پیتے رہے اور معاویہ کی دو باندیان جرادتین اور ان دونون
کا گانا سنتے رہے جب ایک مہینہ اسی طرح گذر گیا تو معاویہ کو افسوس ہوا کہ یہ لوگ جس کام کو آئے
تھے اُس سے بیخبر ہو گئے چونکہ میزبان تھا اسلئے زبان سے صاف صاف یہ مضمون نکہ سکتا تھا اسلئے کہ
وہ یہ خیال کرین کہ معاویہ اب ہمسے ناخوش ہو گیا اور ہمکو ٹالتا ہے اسلئے معاویہ نے یہ تدبیر کی کہ اُن گانا
باندیون کو کچھ ایسے گیت سکھائے جن کے مضامین سنکر اُن لوگون کو اپنی دعا یاد آئی تب وہ دعا مانگنے

کے لیے حرم کو گئے اُن دعا مانگنے والون مین جو سب کا سردار تہا اُسکا نام قیل بن عنبر تہا جب حرم مین جا کر
قوم عاد پر مینہ برسنے کی دعا مانگی تو تین بادل پیدا ہوئے ایک سفید ایک سیاہ ایک سرخ اور غیب سے
آواز آئی کہ جس بدلی کو چاہو پسند کر لو قیل بن عنبر نے سیاہ بدلی کو پسند کیا وہی قوم عاد پر گئی ظاہر صورت
سے یہہ سمجھا گیا کہ اسمین بہت پانی ہے مگر اُسی مین عذاب تہا اور اُسی مین سے وہ آندہیان نکلین جس سے قوم عاد
ہلاک ہوگئی اول اُس بدلی کو دیکھ کر قوم عاد بہت خوش ہوئی تہی اور سمجہے تہے کہ اسمین سے مینہ برسے گا مگر
اُسمین سے عذاب کی آندہی نکلی جسکی شدت سات شب اور آٹھ دن تک قائم رہی ہر چیز کو اُس نے
جڑ سے اُکہاڑ کر پھینک دیا کافرون کو اُڑا اُڑا کر زمینون پر پٹکا ایک بہی اُنمین سے زندہ نہ بچا ہود علیہ السلام
اپنے اصحاب مومنین کے ساتھ ایک مکان مین محفوظ تہے اُنپر اُس ہوا کا کچھ بہی صدمہ نہ تہا بلکہ ٹھنڈی ہوا
خوشگوار معلوم ہوتی تہی اس کے بعد ابن کثیر نے یہ تمام قصہ قوم عاد نے مکہ مین بارش کی دعا مانگنے کے واسطے
آدمی بہیجے تہے اور جو کچھ اُسکا نتیجہ ہوا احادیث سے بہی ثابت کیا ہے کہ امام احمد نے بطریق ابی وائل
حارث بکری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین اِسلیے گہر سے چلا تہا کہ علا بن حضرمی تیمی کی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرون جب مین ربذہ مین پہونچا تو وہان ایک ضعیفہ بوڑہی عورت ملی
جو تہک کر بیٹھ رہی تہی یہ عورت بنی تمیم سے تہی اُسنے مجھسے کہا کہ کسی طرح مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس پہونچا دے مین اُسکو اُٹھا کر مدینہ مین لایا مین نے دیکہا یہ مسجد لوگون سے بہری ہوئی ہے
اور سیاہ علم بلند ہے اور بلال تلوار باندہے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے
ہین مین نے لوگون سے پوچہا کہ یہہ کیسا سامان ہے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عمرو بن العاص کو کسی مہم پر روانہ فرماتے ہین مین بیٹھ گیا پہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان مین داخل
ہوئے مین نے اطلاع کرائی اور حاضری کی اجازت ملی مین اندر گیا اور سلام کیا آپ نے فرمایا کہ کیا تم مین
اور بنی تمیم مین کچھ جھگڑا ہے مین نے کہا کہ ہان جھگڑا ہے اور مین نے یہ بہی عرض کیا کہ بنی تمیم مین سے

ایک بڑھیا کو میں اٹھا کر لایا ہوں وہ بھی دروازہ پر بیٹھی ہے آپ نے اسکو بھی بلوالیا پھر میں نے بنی تمیم کی
شکایت کی تو وہ بڑھیا بھی بنی تمیم کی حمایت میں میری مخالفت کرنے لگی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ ہم آپ کو
چھوڑ کر کہاں چلے جاویں جب یہ بڑھیا میری مخالفت کرنے لگی تو میں نے کہا کہ میں جو اس بڑھیا کو اپنے
ساتھ لایا یہ وہی مثل ہو گئی کہ گویا اپنی موت اپنے ساتھ لایا میں اسکو اٹھا کر لایا اور یہ نہ جانتا تھا کہ یہی میری
دشمن ہو گی میں اللہ اور رسول سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں بھی ایسا نہ ہو جاؤں جیسے قوم عاد کے قاصد تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ قوم عاد کے قاصدوں کا کیا قصہ ہے اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو وہ قصہ خوب معلوم تھا مگر میری زبان سے سننا مقصود تھا میں نے عرض کیا کہ قوم عاد پر قحط ہوا تھا
تو انہوں نے اپنی طرف سے دعا کے لئے قیل کو بھیجا جب وہ معاویہ بن بکر کے پاس پہونچا تو ایک مہینہ تک
وہاں شراب پیتا رہا اور اسکی دو باندیوں کے راگ سنتا تھا ان دونوں باندیوں کو جرادتین کہتے تھے
جب ایک مہینہ گذر چکا تب اسنے پہاڑوں پر جا کر دعا مانگی کہ اے اللہ عاد پر مینہ برسا جیسا تو برسایا کرتا
تھا تو بادل آئے اور غیب سے آواز آئی کہ ان میں سے کسی بادل کو پسند کرلے اس نے ایک سیاہ
بادل کو پسند کرلیا اسی بدلی میں سے ایک تھوڑی ہوا نکلی جس میں سب ہلاک ہو گئے ابو وائل جو راوی اس
حدیث کا ہے وہ کہتا ہے کہ اس قصہ کو سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کی اس زمانہ میں یہ
دستور رہتا کہ جب کوئی شخص کسی کو اپنی طرف سے بھیجتا تو یہ کہتا تھا کہ تم ایسے مت ہو جانا جیسے عاد کے قاصد
ہو گئے تھے اس حدیث کی سند کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے
روایت کی ہے اور ابن جریر نے بھی اس کو ذکر کیا ہے واللہ اعلم وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ
صَالِحًا اور بھیجا ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو ف بیضاوی نے لکھا ہے
کہ حضرت صالح کا نسب نامہ یوں ہے صالح بن عبید بن آسف بن ماسخ بن عبید بن حاذر بن ثمود بن
عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ قوم ثمود کا زمانہ قوم عاد کے بعد ہے

یہ لوگ حجاز اور شام کے درمیان مین وادی قری اور اُسکے گرد و نواح مین رہتے تھے اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام سے پہلے عاد کی طرح عرب کے قبیلون مین سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب
غزوۂ تبوک کو تشریف لیگئے تھے تو اُن کا گذر اُن مقامات پر ہوا تھا جہان قبیلہ قوم ثمود رہتے تھے
امام احمد نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ اپنے گروہ کے ساتھ تبوک
مین پہونچے تو اُس پہاڑی کے پاس اُترے جہان قوم ثمود کے گھر تھے سب لوگون نے اُنہین کُوؤن
سے پانی پیا جن سے بنی ثمود پانی پیتے تھے اور اُسی پانی سے آٹے گوندہے اور ہانڈیان پکانی
شروع کین آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم کیا کہ ہانڈیون مین جو کچھ پکتا تھا اُسکو پھینکدو اور
آٹا اونٹون کو کھلا دو پھر وہان سے آگے بڑھے اور اُس کنوے پر پہونچے جس سے ناقہ صالحؑ
پانی پیتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو اُس قوم پر داخل ہونے سے منع فرمایا
جن پر عذاب نازل ہوتا تھا اور فرمایا کہ مین ڈرتا ہون کہ تمکو کہین وہی نہ پہونچے جو اُن کو پہونچا اس لیے
تم اُن پر مت داخل ہو اور امام احمد کی دوسری روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ان عذاب پانے والون پر اگر تم داخل ہو تو روتے ہوئے داخل ہو اور اگر تم رونے والے نہو
تو اُن پر مت داخل ہو اسلیے کہ تم پر وہی پہونچیگا جو اُن پر پہونچا تھا ۔ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وا کہا صالحؑ نے اے قوم اللہ کی عبادت کرو نہین
ہے تمہارے لیے کوئی معبود اُسکے سوا ۔ ف اللہ کے جتنے رسول آئے ہین سب کی
تعلیم یہی تھی کہ شرک چھوڑو اور اکیلے اللہ کی عبادت کرو قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ ؕ بیشک آئے تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی طرف سے ف
قوم ثمود پر جب حضرت صالحؑ نے اپنی رسالت ظاہر کی اور شرک سے منع کرکے اللہ کی عبادت کا
حکم کیا تو اُنہون نے یہ معجزہ طلب کیا کہ پہاڑ مین سے ایک پتھر بتادو کہ اسی پتھر مین سے ایک اونٹنی نکلے

جو ابھی بچہ پیدا ہوا ہو یہ سنکر حضرت صالح نے اُن سے خوب مضبوط عہد و پیمان لے لیا کہ اگر اُن کی اِس
خواہش کو اللہ نے قبول کر لیا اور جسطرح کی وہ اونٹنی طلب کرتے تھے اُسی طرح کی اونٹنی نکلی تو وہ ضرور
مسلمان ہو جاوینگے اور حضرت صالح کا حکم مانینگے جب اُنہون نے اِس معجزہ کے ظاہر ہو جانے پر
مسلمان ہو جانے کا عہد خوب مضبوط کر لیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے دعا مانگی تب وہ پتھر شق ہوا اور
اور اُسمین سے اونٹنی ظاہر ہوئی اِس معجزہ کو دیکھکر اُس قوم کا ایک سردار جسکا نام جندع بن عمرو تھا اپنے
ساتھیون سمیت ایمان لایا باقی سرداران قوم بھی ایمان لانے کو تھے مگر مفسدون نے اُنکو بہکایا اسکے بعد سب کی
نگاہون کے سامنے اُس اونٹنی کے بچہ پیدا ہوا اور اللہ کے حکم سے یہ معمول مقرر ہوا کہ جتنا پانی اُن کے
جنگل مین ہوتا تھا ایک دن وہ اونٹنی پی لیتی تھی اور دوسرے دن اُن کے مویشی پیتے تھے اور جس دن
اُس اونٹنی کے پانی پینے کا ہوتا تھا اُس روز وہ اونٹنی اتنا دودھ دیتی تھی کہ ساری قوم اپنے برتن
دودھ سے بھر لیتی تھی مگر وہ اونٹنی اُن کے مویشی مین ملتی نہ تھی اور اُن سے مانوس نہین ہوتی تھی صورت بھی
اُسکی ایسی تھی جدھر کو جاتی اُدھر سے اُن کے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے تھے جب یہی حالت ایک مدت تک
رہی اور اُنکی تکذیب حد سے بڑھ گئی تو اُنہون نے یہ قصد کیا کہ اُس اونٹنی کو قتل کر دین تاکہ ہر روز کا
پانی اُنہین کے مویشی کو ملے چنانچہ ساری قوم کے اتفاق سے نو آدمی اُسکے قتل کرنے کے لئے مقرر
ہوئے اور اُسکے راستے مین جا بجا گھات مین بیٹھے اُنہون نے اول اُس اونٹنی کو تیرون سے زخمی کیا پھر ایک
شخص نے جسکا نام قدار تھا تلوار لیکر اُسکے پانو کی رگین کاٹین تب وہ اونٹنی گری پھر اُسکو ذبح کر ڈالا
اُسکا بچہ بھاگا بعض روایتون مین ہے کہ اُسکو بھی مار ڈالا بعض کا قول ہے کہ وہ غائب ہو گیا حضرت
صالح علیہ السلام کو جب اونٹنی کے قتل ہونے کی خبر پہونچی تو فوراً وہان آئے جہان وہ قتل ہوئی تھی ساری
قوم جمع تھی حضرت صالح علیہ السلام نے خبر دی کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا جسدن اونٹنی کو
قتل کیا ہے وہ چہارشنبہ کا دن تھا اُسی دن شب مین اُن نو آدمیون نے یہی قصد کیا کہ حضرت صالح علیہ السلام

روہی قتل کردین جب وہ متفق ہوکر اس کام کے لیے آئے تو اللہ نے اُن نو آدمیوں پر پتھر برسائے
جن سے وہ ہلاک ہوگئے ہفتہ کے روز اُس ساری قوم کے منہ کالے ہوگئے اور آسمان سے ایک
ایک چیخ کی سی آواز آئی اور سخت زلزلہ آیا جس میں سب ہلاک ہوگئے نہ کوئی مرد باقی رہا نہ عورت نہ لڑکا
نہ لڑکی اور اولاد ثمود میں حضرت صالح اور اُن کے ساتھ جو مسلمان ہوئے تھے وہی باقی رہ گئے
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبدالرزاق نے اور ابوداود نے روایت کی ہے کہ اُس قوم میں کا ایک شخص
جس کا نام ابورغال تھا اُس وقت وہ حرم مکہ میں تھا اسوجہ سے عذاب سے بچ گیا اسی شخص کی اولاد
میں قبیلہ بنی ثقیف تھا جو طائف میں رہتا تھا جب یہ شخص حرم مکہ سے باہر نکلا اسی وقت اُسکے سر پر
آسمان سے ایک پتھر گرا جسکے صدمہ سے وہ مرگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی قبر دکھائی
تھی اور اس قصہ کی خبر دی تھی اور ایک نشانی یہ بھی بتائی تھی کہ اُسکے پاس سونے کا ایک زیور تھا
وہ بھی اُسکے ساتھ دفن ہوگیا چنانچہ صحابہ نے اپنی تلوار سے اُسکی قبر کھودی اور وہ زیور نکال لیا
هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ
وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یہ اللہ کی
اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے اسکو چھوڑ رکھو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی رہے اور اُسکو کچھ ایذا
مت پہونچاؤ کہ پکڑ لیگا تمکو درد دینے والا عذاب ف چونکہ اللہ نے بغیر واسطہ کسی کے
اُسکو پیدا کیا تھا اسلئے اُسکو اللہ کی اونٹنی کہا گیا وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ
مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا
قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا اور یاد کرو جبکہ بنایا تمکو جانشین قوم
عاد کے بعد اور زمین میں تمکو جگہ دی نرم زمین میں تم قصر تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں میں تم تراش تراش کر
گھر بناتے ہو ف یعنی جن ملکوں میں عاد رہتے تھے اب اُن ملکوں میں اللہ نے تمکو جگہ دی ہے

اور قوم عاد کو غارت کر کے اُن کا قائم مقام تمکو بنایا ہے جو تم زمینوں میں اُنھیں تم اپنے قصر و ایوان
تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر اُنہیں گھر بنا لیتے ہو اللہ نے یہ اپنی نعمتیں اُن کو یاد دلائیں تاکہ وہ
شاکر ہیں اسکی طرف متوجہ ہوں فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي
الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ تو یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور مت پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے
قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ
کہا اُن لوگوں نے جو متکبر تھے قوم ثمود سے اُن سے جنہیں ضعیف گنتے تھے جو ایمان لاے تھے
اُنہیں سے کیا تم یہ جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کی طرف سے رسول ہے ف یعنی قوم ثمود کے
جو لوگ متکبر اور سرکش تھے اُنہوں نے اُن ضعیفوں سے جو ایمان لاے تھے یوں کہا کہ کیا تمہارا
یہ اعتقاد ہے کہ صالح کو درحقیقت اللہ نے رسول مقرر کیا ہے قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ
مُؤْمِنُوْنَ ۝ کہا اُنہوں نے کہ ہم اُس دین پر جسکے ساتھ صالح بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہوئے
ہیں ف اُن ضعیفوں نے کہا کہ ہم تو اُس دین پر جسکے ساتھ اللہ نے صالح کو بھیجا ہے ایمان
لائے ہیں قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
كٰفِرُوْنَ ۝ کہا اُن متکبروں نے کہ ہم اُس سے جس پر تم ایمان لائے ہو منکر ہیں
فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ
ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ پھر پاؤں کاٹے
اونٹنی کے اور سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے اور اُنہوں نے کہا اے صالح لا ہم پر جسکا تو ہم سے
وعدہ کرتا ہے اگر ہے تو رسولوں میں سے ف یعنی اُن متکبروں نے اونٹنی کو قتل کیا اور حضرت
صالح سے کہا کہ اگر تم سچے رسول ہو تو جس عذاب سے ڈراتے ہو اسکو ہم پر نازل کرو —

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰ
تو پکڑ لیا اُن کو زلزلے نے تو صبح کو ہو گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے منھ ف
ہلاک ہو گئے فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ
بِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ
پھر گیا اُن سے اور کہا اے میری قوم بیشک پہونچا دیا میں نے تمکو پیغام اپنے رب
کی تمھاری لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے ف ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب
اُن کے ہلاک ہو جانے کے بعد تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار
خطاب کیا تھا اور مقصود اس خطاب سے یا تو اُنکا سُنانا تھا اسلئے کہ سوال و جواب سے
ہمیں ... کرتی ہے یا بطور معجزہ کے سُنانا تھا یا صرف حسرت اور حزن کے طور پر یہ خطاب تھا
قول ہے کہ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ کا عطف فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پر ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں
عذاب کی شروع ہو گئیں تو اُن کے ہلاک ہونے سے قبل حضرت صالح یہ کہکر اُن
وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَ
مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اور ہمنے لوط کو بھیجا جبکہ کہا اُسنے اپنی قوم سے
فحش کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی جہان والے نے ایسا نہیں کیا ف یعنی تم ا
اختیار کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے کسی زمانہ میں اس فعل کا ارتکاب نہیں کیا چونکہ مردوں سے
کرنے کا فحش اُسی قوم کی ایجاد ہے اُس سے پہلے کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا اس لیے حق
اُن سے یہ فرمایا کہ تمنے ایسا فحش ایجاد کیا ہے جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا - ابن کثیر
کا حضرت لوط علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے کہ لوط بن ہاران بن آزر - ہاران حضرت ا
کے بھائی تھے اور حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور حضرت ابراہیم

اور اُن کے ساتھ ملک شام کو ہجرت کی تھی اُنکو اللہ نے شہر سدوم اور اُسکے گرد و نواح کی بستیون پر نبی مقرر
کرکے بھیجا تھا اغلام کا فعل شنیعہ جہان مین سب سے پہلے اہل سدوم نے اختراع کیا تھا - ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ وہ لوگ مرد مرد باہم ایسے مشغول رہتے تھے کہ اُن کو عورتون کی حاجت نہ تھی اسی طرح اُن کی
عورتین باہم ایسی مشغول تہین کہ اُن کو مردون کی ضرورت نہ تھی إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ
شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ
بیشک تم جاتے ہو مردون پر شہوت کے ساتھ نہ عورتون پر بلکہ تم گروہ حد سے بڑہنے والے ہو -
ف یعنی مقتضاے فطرت انسانی تو یہ تھا کہ مرد اپنی خواہشین عورتون سے پوری کرتے جس سے
بقاے نسل کا نتیجہ حاصل ہوتا تم مردون کے ساتھ اپنی خواہش پوری کرتے ہو جس سے اصلی نتیجہ کی
اُمید نہین ہوسکتی جو اصل مقصود اس خواہش سے ہے تم اس کام مین معذور نہین ہو بلکہ عمداً حد سے
بڑہنے والے ہو اسلئے کہ خواہش پوری کرنے کے لئے عورتین موجود ہین یا مراد یہ ہے کہ تم مین فقط
یہی برائی نہین بلکہ تم ہر کام مین حد سے بڑہنے والے ہو یعنی اس فحش کے سوا اور سب کام بھی تم مین
نافرمانی کے ہین وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوهُم
مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ اور نہ تھا جواب اُسکی قوم کا مگر یہ
کہ اُنہون نے یہ کہا کہ اُنہین اپنی بستی سے نکال دو وہ ایسے آدمی ہین جو پاکی چاہتے ہین ف قوم لوط
نے حضرت لوط اور اُن کے ساتہیون کی نسبت آپسمین کہا کہ اُنہین بستی سے نکال دو یہ پاکی چاہتے
ہین یعنی محل نجاست مین تصرف کرنے کو ناپاکی سمجھتے ہین - حاصل یہ ہوا کہ حضرت لوط اور اُن کے ساتھیون پر
عیب لگایا کہ وہ ناپاکی سے بچتے ہین اور پاکی کا قصد کرتے ہین فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ
إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ پس نجات دی ہمنے لوط اور اہل لوط کو مگر
لوط کی بی بی کو جو رہجانے والون مین تھی ف جب اُس قوم پر عذاب نازل ہونے کا وقت آیا

تو اللہ نے حضرت لوطؑ اور اُنکی اہل کو وہاں سے جدا کر دیا اہل سے مراد حضرت لوطؑ کی دو بیٹیاں ہیں اُن دونوں کے
سوا حضرت لوطؑ کا شریک اور کوئی نہ تھا حضرت لوطؑ کے اہل میں سے بھی اُنکی بی بی رہ گئی اسلئے کہ وہ
حضرت لوطؑ کے ساتھ شریک نہ تھی بلکہ دل میں کافروں سے ملی ہوئی تھی اور سب خبریں اُن کے پاس
پہونچایا کرتی تھی اور جو مہمان حضرت لوطؑ کے پاس آتا اُس کی خبر دیا کرتی تھی اور حضرت لوطؑ کے مقابلہ پر کافروں کو بھڑکایا
کرتی تھی حضرت لوطؑ اور انکی بیٹیاں جدا ہو گئے تو وہ اُن کے ساتھ نہ ہوئی اور کافروں میں رہ گئی اسی لئے اللہ نے
فرمایا کہ وہ رہجانے والوں میں تھی یا مراد یہ ہے کہ عذاب کی ہلاکت سے پیچھے رہ گئی بعض کے نزدیک غابر
کے معنی ہلاک ہونے والے کے ہیں ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ بھی حضرت لوطؑ کے ساتھ ہو کر چلی تھی مگر
حضرت لوطؑ نے یہ حکم کیا تھا کہ کوئی پیچھے کو نہ دیکھے اُس نے پیچھے کو پھر کر دیکھا تو عذاب کا پتھر اُسکے بھی لگا اور
وہ ہلاک ہو گئی وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُجْرِمِيْنَ ۞ اور برسائی ہمنے اُن پر عجیب بارش پس دیکھ تو کیسا ہوا انجام مجرموں کا ف مینہ
برسانے سے پتھروں کا مینہ برسانا مراد ہے بیضاوی میں لکھا ہے کہ [مطرا] سے عجیب طرح کی بارش مراد
ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ لوطی کو کسی بلندی پر سے نیچے گرایا جائے اور
اوپر سے اُس پر پتھر برسائے جاویں اسی طرح کا اللہ نے قوم لوطؑ پر عذاب نازل کیا تھا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے
کہ امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جس شخص میں تم قوم لوطؑ کا عمل پاؤ تو فاعل اور مفعول
دونوں کو قتل کر دو یہ حکم مرد کے ساتھ لواطت کرنے کا ہے اور عورت کے ساتھ اور عورت کے ساتھ بھی
لواطت کرنا باجماع اہلسنت حرام ہے وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا اور بھیجا ہمنے
مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیبؑ کو ف مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام تھا
اور اُسکی اولاد کا نام بھی قبیلہ مدین ہو گیا اور جس بستی میں وہ لوگ رہتے تھے اُسکا نام بھی مدین تھا اور وہ حجاز
میں تھی حضرت شعیبؑ بھی اسی خاندان میں سے تھے بیضاوی میں لکھا ہے کہ اُنکا نسب نامہ یہ ہے شعیب بن

میکائیل بن بشیر بن ... خفاجی نے لکھا ہے کہ ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب حضرت شعیبؑ کا ذکر کرتے تو انکو خطیب الانبیا کہتے تھے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام
اپنی قوم سے بہت اچھی طرح بحث کرتے تھے قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ
إِلَٰهٍ غَيْرُهُ کہا شعیب نے اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود
اسکے سوا قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَ
الْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا
فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا بیشک آئی تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کی طرف
سے تو پورا کرو پیمانہ اور تول کو اور کم مت دو لوگوں کو انکی چیزیں اور فساد مت ڈالو زمین میں اس کے
درست ہونے کے بعد ف حضرت شعیب نے اول اپنی قوم کو توحید کا حکم کیا اور شرک سے منع کیا
اور اپنی نبوت ثابت کرنے کے لیے [illegible] دلیل ظاہر کیا اور پھر فرمایا کہ اللہ کی طرف سے تم پر یہ دلیل میری
رسالت کی تصدیق کے لیے آگئی مگر قرآن میں یہ ذکر نہیں ہوا کہ وہ معجزہ کیا تھا اور چونکہ اس قوم میں یہ عادت
تھی کہ سودا بیچنے والے پیمانہ اور تول میں خیانت کیا کرتے تھے اور کم تولتے تھے جس سے مول لینے والوں پر
ظلم ہوتا تھا اسلیے حضرت شعیب نے اس خیانت سے منع کیا اور پورا تولنے کا حکم کیا اور اسکے سوا اور
گناہوں سے منع کیا جسکا بیان مجملاً اسطرح فرمایا کہ اللہ نے زمین کی اصلاح کر دی ہے تو اسکے
بعد اس میں فساد مت کرو اصلاح سے مراد یہ ہے کہ تمہارے لیے ہر ایک قسم کے منافع زمین میں پیدا
کر دیے ہیں نبی کو ہدایت کے لیے بھیجا ہے جو اللہ کے احکام تمکو سکھاتا ہے ایسی اصلاح کے بعد تم اللہ
کی نافرمانی سے زمین میں فساد مت کرو یہ مضمون ہر گناہ کی نہی کو شامل ہے مفصل تفسیر اسکی پہلے بیان
ہو چکی ہے مال کے وزن اور پیمانے میں کمی کرنا بھی فساد ہے اسلیے کہ خریداروں پر ظلم ہوتا ہے اور جب
وہ اس پر مطلع ہو کر جھگڑا کرتے ہیں تو دوسری صورت فساد کی پیدا ہوتی ہے ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۞ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر ہو تم یقین کرنے والے
ف یعنی اگر تم آخرت پر ایمان لانے والے ہو تو یہ سمجھ لو کہ ان احکام پر عمل کرنا تمہارے لئے
دین و دنیا میں بہتر ہے وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ
وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا
اور مت بیٹھو ہر راستے میں کہ ڈراتے ہو تم اور روکتے ہو تم اللہ کے راستے سے اس شخص کو جو اس پر
ایمان لاوے اور چاہتے ہو تم اللہ کے راستے میں کجی ف اللہ کے راستے سے اللہ کا دین مراد ہے
ہر راستے میں بیٹھنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے ڈرانے اور روکنے کے لئے ہر طرف سے گھات لگانا
اور ہر طرح کی کوشش کرنا اور اللہ کے دین میں کجی چاہنے سے مراد یہ ہے کہ ناحق کے شبہات اور
شیطانی وسوسوں سے ایمان لانے والوں کو بہکانا اور سیدھے راستے میں اپنے مغالطوں سے
فریب دیکر کجی ظاہر کرنا مطلب یہ ہے کہ حضرت شعیب نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ جو لوگ اللہ کے دین پر ایمان
لاویں تم ان کے ڈرانے اور اللہ کے راستے سے منع کرنے کی ہر طرح سے گھات مت لگاؤ اور فریب کی
کوشش مت کرو اور بیہودہ شبہات مت بہکاؤ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ
قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُفْسِدِينَ ۞ اور یاد کرو اس وقت کو کہ تم تھوڑے تھے تو اللہ نے بہت کر دیا تم کو اور
دیکھو کیا ہوا انجام مفسدوں کا ف تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تمہارے قبیلے کے آدمی
پہلے تھوڑے تھے اس وجہ سے تم کمزور تھے اللہ نے تمکو بڑھا کر بہت سا کر دیا اس وجہ سے تمہارے
خاندان کو بہت تقویت ہو گئی اللہ کے اس احسان کا شکر ادا کرو اور اسکی نافرمانی کرکے فساد مت کرو
دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا اور پہلی امتوں میں جنہوں نے نافرمانی کی تھی ان پر کیسا عذاب نازل
ہوا وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ

وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ

اور اگر ایک گروہ تم میں سے ایمان لایا ہے اُس پر جسکے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور ایک گروہ ایمان نہیں لایا تو صبر کرو کہ اللہ فیصلہ کرے ہم میں وہی اچھا حکم کرنے والا ہے **ف** یعنی اگر تم میں سے کچھ لوگ میری ہدایت پر ایمان لائے ہیں اور کچھ ایمان نہیں لائے تو دونوں فریقوں کو چاہیے کہ اپنے انجام کے منتظر رہیں اور اُسوقت تک صبر کریں کہ اللہ حق اور ناحق میں خود ہی فیصلہ کر دے اسلئے کہ اللہ سے بہتر کوئی اور فیصلہ کرنے والا نہیں۔ اس قول میں مومنین سے یہ وعدہ ہوا کہ تم کافروں کی ایذا پر صبر کرو اللہ تمہاری مدد کرنے والا ہے اور کافروں کو تہدید ہوئی کہ اللہ تم پر عذاب نازل کرنے والا ہے۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا

کہا اُس گروہ نے جو سرکش تھے اُسکی قوم سے البتہ نکالیں گے ہم تجھکو اے شعیب [illegible] ساتھ ایمان لائے ہیں [illegible] بستی سے یا پھر تم ہمارے مذہب میں آ جاؤ **ف** یعنی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] دین میں آؤ اور اسکے [illegible]

قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ

[illegible] **ف** حضرت شعیب [illegible]

ہم کفر کو برا جانتے ہیں پھر اسلام سے پھر کفر میں کیسے جا سکتے ہیں کیا تم زبردستی ہمکو کافر بناؤ گے قَدِ
افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا
اللَّهُ مِنْهَا بیشک بہتان باندھیں ہم اللہ پر جھوٹا اگر پھر جاویں ہم تمہارے مذہب میں بعد اسکے
کہ بچا دیا ہمکو اللہ نے اس سے ف یعنی جبکہ اللہ نے شرک سے ہمکو بچا دیا اور اسکی برائی ہم
پر ظاہر کر دی اسکے بعد اگر ہم شرک میں مبتلا ہو جاویں تو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھیں گے اسلئے کہ جب ہم
شرک اختیار کرینگے تو ہمکو اللہ کا شریک ماننا پڑیگا اور یہہ کہنا پڑے گا کہ اللہ نے جو ہمکو ہدایت کی
تھی [معاذ اللہ] وہ باطل ہے اور مذہب کفر و شرک کا سچا ہے اور یہہ باتیں کہنا اللہ پر جھوٹی
تہمت باندھنا ہے وَمَا يَكُونُ لَنَا أَن نَّعُودَ فِيهَا إِلَّا أَن يَشَاءَ
اللَّهُ رَبُّنَا ۔ اور نہیں لائق ہے ہمکو کہ اس دین میں پھر جاویں مگر یہہ کہ چاہے اللہ رب ہمارا ۔
ف حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ ہم سے یہہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنا دین چھوڑ کر کفر کا مذہب
اختیار کر لیں مگر اسوقت کہ اللہ چاہے ۔ یعنی اللہ کو اگر ہمارا گمراہ کرنا منظور ہوگا اور ہمارے دلوں کو ہدایت کی
طرف سے گمراہی کی طرف پھیر دیگا تو ہم کفر کی طرف پلٹ جاویں گے اسلئے کہ ہدایت کرنا اور گمراہ بنانا اللہ
کے اختیار میں ہے اور جب تک اللہ نے ہم پر حق ظاہر کیا ہے اسوقت تک ہم کفر کی طرف نہیں جا سکتے
وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط گھیر لیا ہے ہمارے رب نے ہر شے کو علم سے ۔
ف یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ ہمارا انجام کیا ہونے والا ہے اور تمہارا نتیجہ کیا ہوگا اور
ہم میں اور تم میں کون سعید ہے اور کون شقی ہے اور اس بستی سے تم ہمکو نکال دوگے اور تم یہاں صحیح
سلامت رہو گے یا تم غارت ہو جاؤ گے اور ہم یہاں صحیح سلامت رہیں گے عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا
اللہ پر بھروسا کیا ہمنے ف یعنی ہم تمہاری دھمکیوں سے نہیں ڈرتے ہمارا بھروسا اللہ پر ہے
وہ ہماری مدد کریگا نفع نقصان اسی کے اختیار میں ہے وہ اپنے فضل سے ہمکو ایمان پر قائم رکھیگا

اور ہمارے شر سے بچا رہیگا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۝ اے اللہ فیصلہ کر دے ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ اور تو بہتر ہے فیصلہ کرنے والوں میں ف اب حضرت شعیب نے اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ ہمارے اور ہمارے قوم کے درمیان میں فیصلہ کر دے یعنی یہ کافر دین حق کو سمجھانے سے نہیں سمجھتے اب تو انپر عذاب نازل کر وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ۝ اور کہا اس گروہ نے جو کافر تھے قوم شعیب سے اگر پیروی کروگے تم شعیب کی تو بیشک خسارہ پانے والے ہو ف حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں جو کافر تھے انہوں نے اپنوں سے کہا کہ اگر تم شعیب کی پیروی کروگے تو بڑا خسارہ اٹھاؤگے اسلئے کہ کم تولنے میں جو فائدہ ہوتا ہے وہ جاتا رہے گا اور سارے گناہ چھوڑنے پڑینگے فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝ تو پکڑ لیا انکو زلزلے نے تو صبح کو اٹھے اپنے گھروں میں اوندھے منہ ف قرآن میں اس قوم کے عذاب کا کئی جگہ ذکر ہے اگر سب آیتوں کو جمع کیا جائے تو یہ ثابت ہے کہ انپر ایک بادل آیا جسمیں عذاب کی چنگاریاں اور شعلے تھے اور آسمان سے ایک چیخ آئی اور زمین میں زلزلہ آیا ان سب عذابوں سے وہ سب ہلاک ہو گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے اس عذاب سے محفوظ رہے الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۛ جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو گویا نہیں تھے انمیں الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ۝ یعنی وہ کافر کہتے تھے کہ جو شعیب کی پیروی کرے گا وہ نقصان پاوے گا لیکن حقیقت میں شعیب کی تکذیب کرنے والے ہی نقصان پانے والے تھے اور جو شعیب کی پیروی کرنے والے تھے وہ دونوں جہان میں فائدہ پانے والے تھے فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ

ابلغتکم رسٰلٰت ربی ونصحت لکم فکیف اٰسٰی علیٰ قومٍ کٰفرین ۚ تو مونھہ پھیر شعیب نے اُن سے اور کہا کہ اے میری قوم بیشک پہونچا دیے میں نے تمکو پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کی میں نے تمہاری پس کیون افسوس کرون مین کافر گروہ پر ف یعنی اُن کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت شعیب نے اُن سے کہا کہ اے میری قوم مین نے اللہ کے پیغام تمہارے پاس پہونچا دیے اور تمہاری خیر خواہی کی تمنے نہ مانا اور اُسکی سزا پائی اب مین تم پر کیون افسوس کرون اسلیے کہ تمنے اپنے لیے حق کا انکار کیا ہلاک ہونے والون کو سُنانا بطور عبرت کے وما ارسلنا فی قریۃٍ من نبیٍ الا اخذنا اھلھا بالباسآء والضرآء لعلھم یضرعون ۝ اور نہین بھیجا ہے کسی بستی مین نبی کو مگر پکڑا ہمنے اُس بستی والون کو تکلیف مین اور مصیبت مین تاکہ وہ عاجزی کرین ف اللہ فرماتا ہے کہ جب ہم کسی نبی کو بھیجتے ہین تو اُسکی قوم کو اتنی مہلت دیتے ہین کہ حق کے سمجھنے کا اُنکو موقع ملے اور ایسی حالتون مین اُنکا امتحان کرتے ہین جو اللہ کی طرف سے رجوع کرنے کا سبب ہون اول اُن کو تکلیف اور مصیبت مثلاً فقیری اور مرض دیتے ہین اور یہی سامان اللہ کی طرف رجوع کرنیکا ہے تاکہ وہ اپنی مصیبت دور ہونے کے لیے اللہ کے سامنے عاجزی کرین ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا وقالوا قد مس اٰبآءنا الضرآء والسرآء فاخذنٰھم بغتۃً وھم لا یشعرون ۝ پھر بدلی ہمنے مصیبت کی جگہ راحت یہان تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ آئی تھی ہمارے باپ دادون پر سختی اور راحت تو پکڑ لیا ہمنے اُن کو یکایک اور وہ بےخبر تھے ف جب سختی اور مصیبت کے امتحان مین اُن کی سمجھ درست نہ ہوئی تو ہمنے اُنکی حالت بدلی اور سختی کے بدلے راحت دی تو قصداً اُن کے

گروہ کی طرح کی اور مقصود اس حالت بدلنے سے یہ تھا کہ اگر اُن کی سمجھ ٹھیک ہو تو اس راحت کے شکر کی طرف
متوجہ ہوں اور اللہ کو یاد کریں حاصل یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں اُن کا امتحان کیا اور عذاب
بھیجنے میں جلدی نہ کی اسطرح تنبیہ کی مگر اُنہوں نے اس رنج و راحت کو امتحان نہ سمجھا اور دونوں
حالتوں کے بدلنے میں اُن کو تنبیہ نہ ہوئی اور کہنے لگے کہ جیسی رنج و راحت ہم پر آئی اسی طرح ہمارے
باپ دادا پر بھی آیا کرتی تھی یعنی رنج و راحت اللہ نے ہماری تنبیہ کے لیے نہیں بھیجے بلکہ زمانے کی
معمولی عادت یہی ہے کہ آدمیوں کی حالت بدلتی رہتی ہے پس جب کسی طرح اُن کو تنبیہ نہ ہوئی تو ہم نے
یکایک اُن کو ایسی حالت میں پکڑ لیا کہ وہ بالکل غافل تھے یعنی اُن کو گمان بھی نہ تھا کہ ہم پر یکایک
عذاب نازل ہونے والا ہے اس لیے کہ وہ رسول کے بیان کی تصدیق نہیں کرتے تھے ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ مومن کی حالت عجیب ہے اللہ اُسکے لیے جو حکم کرتا ہے اُسمیں
مومن کی بہتری ہوتی ہے جب اُس پر مصیبت آتی ہے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اُسکے لیے بہتر ہوتا ہے اور
جب اُس پر راحت آتی ہے تو شکر کرتا ہے یہ بھی اُسکے لیے بہتر ہوتا ہے۔ پس مومن کا کام یہ ہے کہ وہ سمجھ جاوے
کہ اللہ نے اُسکو رنج و راحت میں کیوں مبتلا کیا اور اس میں اُسکا امتحان مقصود ہے یعنی امتحان اس بات کا
ہے کہ مصیبت میں صبر کرتا ہے یا نہیں اور راحت کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں اور دوسری حدیث میں
ہے کہ مومن پر جب مصیبت آتی ہے تو اُسکے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور منافق کی مثال ایسی
ہے جیسے گدھا وہ جانتا ہی نہیں کہ اُسکے مالک نے کیوں اُسے باندھا اور کیوں اُسے چھوڑا۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے
تو البتہ کھول دیتے ہم اُن پر برکتیں آسمان سے اور زمین سے اور لیکن اُنہوں نے تکذیب کی

تو پکڑ لیا ہمنے اُن کو سبب اُن افعال کے جو وہ کرتے تھے **ف** یعنی جن بستیون مین ہمنے
رسول بھیجے اگر وہ لوگ انبیا کی ہدایت کو مانتے اور ایمان لاتے اور پرہیزگار بنجاتے تو اُن پر سختی
نہ بھیجتے بلکہ ہم ہیچ آسمان کی برکت اُنپر نازل کرتے آسمان کی برکت سے بارش اور زمین کی برکت سے
کھیتی اور پھل اور مویشی کی کثرت اور صحت و عافیت مراد ہے مگر اُنہون نے پیغمبرون کو جھٹلایا تو اُنکے
اعمال بد کی وجہ سے ہمنے اُن کو سختیون مین مبتلا کیا اور قحط و مرض وغیرہ بھیجا یا مراد یہ ہے کہ عذاب
نازل کیا **أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا وَ**
هُمْ نَائِمُونَ ۝ کیا نڈر ہوگئے ہین بستیون والے اس سے کہ آجاوے اُن پر ہمارا
عذاب رات مین اور وہ سوتے ہون **ف** یعنی جب بعض قومون کو ہم اُن کے اعمال کی وجہ سے
اپنا عذاب نازل کرکے ہلاک کرچکے تو اب اُن کے بعد جو قومین ہین کیا وہ نڈر ہوگئی ہین کہ یکایک رات مین
اُنپر ہمارا عذاب نازل ہوجاوے اور وہ سوتے کے سوتے رہجائین مطلب یہ ہے کہ وہ پہلی قومون کی
حالت پر غور کرکے نصیحت کیون نہین پکڑتے اور اُسی طرح اپنے اوپر عذاب ہونے کا خوف کیون
نہین کرتے اس آیت مین اہل قری سے وہ سب لوگ مراد ہین جو اُن قومون کے بعد ہوئے جن پر
عذاب نازل ہوا تھا اسمین وہ لوگ بھی شامل ہوگئے جو رسول اللہ صلی اللہ کے زمانے مین تھے
اور بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ یہان اہل قری سے مکہ اور اُسکے گرد و نواح کے لوگ مراد ہین۔
أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ
يَلْعَبُونَ ۝ کیا نڈر ہوگئے ہین بستیون والے کہ آجاوے اُنپر ہمارا عذاب اور وہ کھیل مین
ہون **ف** یعنی کیا اُن کو یہ خوف نہین کہ وہ بیخبر لہو و لعب مین مشغول ہون اور اعمال کی وجہ سے
یکایک اُن پر ہمارا عذاب اُسی طرح نازل ہوجاوے جیسا پہلی قومون پر نازل ہوا تھا **أَفَأَمِنُوا**
مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ۝

کیا وہ نڈر ہو گئے اللہ کے مکر سے اور نہیں نڈر ہوتے اللہ کے مکر سے مگر وہ لوگ جو خسارہ پانے والے
ہیں **ف** مکر سے وہ عذاب مراد ہے جو یکایک حالت غفلت میں آجاوے پہلے سے اس کا
خیال نہو مطلب یہ ہے کہ یکایک اللہ کے عذاب نازل ہونے سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو
خسارہ پانے والے ہوتے ہیں اور جن کی سمجھ درست ہوتی ہے وہ کسی حالت میں اسکو عذاب سے
نڈر نہیں ہوتے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حسن بصری کا قول ہے کہ مومن اللہ کی اطاعت کرتا ہے
اور اس حالت میں بھی اسکو خوف ہوتا ہے اور منافق گناہوں میں مبتلا رہتا ہے اور اس حالت میں
بھی نڈر ہوتا ہے **اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ**
اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ کیا نہیں کھلا اُنپر جو مالک
ہوتے ہیں زمین کے بعد ہلاک ہوجانا اس کے مالکوں کے کہ اگر ہم چاہیں تو سزا دیں اُن کے
گناہوں کی اور مہر لگا دیں ہم اُن کے دلوں پر پھر وہ نہ سنسکیں **ف** یعنی جو لوگ پہلی امتوں کے
ہلاک ہونے کے بعد اُن کی زمینوں کے وارث بنتے ہیں وہ پہلی امتوں کا عذاب دیکھکر اتنی بات
نہیں سمجھتے کہ جسطرح ہمنے پہلی امتوں کو اُن کے گناہوں کے سبب سے ہلاک کر دیا اسی طرح
اگر ہم چاہیں تو اُن کو اُن کے گناہوں کی سزا میں ہلاک کر دیں اور جسطرح ہمنے پہلی قوموں کے
دلوں پر مہر لگا دی اُن کو کسی طرح حق کی سمجھ ہی نہیں اور آخر رفتہ رفتہ سخت عذاب کے مستحق
ہوگئے یہی حال ہم اُنکا بھی کر دینگے یعنی جب وہ کفر و انکار نہ چھوڑینگے تو پھر اُن کو سخت عذاب کا
مستحق بنانے کے لئے سرکشی میں ایسا بڑھا دینگے کہ اُن میں حق کے قبول کرنے کا مادہ ہی نہیں
رہیگا **تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ**
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِ الْكٰفِرِينَ

یہی بستیاں کہ بیان کرتے ہیں ہم تجھ پر اُن کے حالات اور بیشک آئے تھے انہیں ہمارے رسول دلیلوں کے ساتھ پس وہ ایسے نہ تھے جو ایمان لاتے اس سبب سے کہ تکذیب کر چکے تھے پہلے اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں کافروں کے دلوں پر ف یعنی پہلے اول قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح اور قوم لوط اور قوم شعیب کے ہلاک ہونے کا ذکر کیا پھر اُن کی طرف اشارہ کرکے فرماتا ہے کہ جن بستیوں کا ہم ذکر کر رہے ہیں اُن میں ہمارے رسول حق کی دلیلوں اور معجزوں کے ساتھ آئے تھے مگر وہ لوگ جو اُن بستیوں میں رہتے تھے ایسے نہ تھے جو ایمان لاتے اس سبب سے کہ اول جب رسولوں نے اُن کے سامنے حق پیش کیا تو انہوں نے تکذیب کی پھر انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ جسکا اول انکار کر چکے آخر میں اُسکو مانیں اسی طرح ہماری عادت ہے کہ جو لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں اور حق کے سمجھنے کا قصد نہیں کرتے اُن کے دلوں میں ہم مہر لگا دیتے ہیں اور اُن میں حق کے سمجھنے کی لیاقت ہی باقی نہیں رہتی تاکہ زیادہ کفر کرکے زیادہ عذاب کے مستحق بنجاویں یا مراد یہ ہے کہ جسطرح ہم نے گذشتہ کافروں کے دلوں پر مہریں لگا دی تھیں اسی طرح ہم اگر چاہیں تو اُن موجودہ کافروں کے دلوں پر بھی مہریں لگا دینگے اور اُن کو بھی سخت عذاب کا مستحق بنا دینگے۔ اور بعض مفسرین نے [بما کذبوا من قبل] کے معنی یہ لکھے ہیں کہ وہ لوگ ایسے نہ تھے جو اس دین حق پر ایمان لاتے جسکی وہ اُن رسولوں کے آنے سے پہلے تکذیب کرتے تھے

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِينَ

اور نہ پایا ہم نے اُن میں اکثر میں عہد اور بیشک پایا ہم نے اُن کے اکثر کو بدکار ف یعنی گذشتہ امتوں کی طرف ہم نے اپنے رسول بھیجے تھے اُن میں اکثر ایسے تھے جو اپنے عہد پر قائم نہ تھے اور اکثر بدکار تھے عہد سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو عقل سلیم ایسی دی ہے کہ اگر تمام مخلوقات کے عجائبات پر

غور کرنے کے عقل سے کام لے تو ضرور سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان چیزوں کا پیدا کرنے والا وحدہٗ لا شریک ہے نہیں عہد پر قائم نہ رہنے سے مراد یہ ہے کہ اُنہوں نے عقل سلیم سے کام نہ لیا اور شرک میں مبتلا ہوئے یا عہد توڑنے سے مراد یہ ہے کہ انبیاء سابقین جو دین سکھلا گئے تھے اور اُن کے باپ دادا اُسکو قبول کر چکے تھے اور اُس پر قائم رہنے کا عہد کر چکے تھے اُس عہد پر قائم نہ رہے یا عہد شکنی سے مراد یہ ہے کہ جب اُن پر مصیبت آتی تھی تو عہد کرتے تھے کہ اگر اللہ اس مصیبت سے نجات دیگا تو آیندہ کبھی ہم شرک نہ کرینگے جب اللہ اس مصیبت کو اُن سے رفع کر دیتا تھا تو اس عہد پر قائم نہ رہتے تھے اور پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے تھے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝

پھر بھیجا ہمنے اُنکے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُسکے گروہ کی طرف تو اُنہوں نے اُن نشانیوں کا انکار کیا پھر تو دیکھ کیا ہوا انجام مفسدون کا

ف یعنی جن رسولوں کا پہلے ذکر ہو چکا اُنکے بعد ہمنے فرعون اور اُسکی قوم کیطرف موسیٰؑ کو بھیجا اور موسیٰؑ کو معجزات دئیے جو ہماری نشانیاں تھیں تو فرعون اور قوم فرعون نے اُن معجزات کا انکار کیا اور موسیٰؑ کی ہدایت قبول نہ کی اب تو دیکھ انجام مفسدون کا کیا ہوا کہ وہ سب دریا میں غرق ہو کر عذاب الٰہی میں پہونچے اور حضرت موسیٰؑ اور اُنکی ساری قوم اُنکے ڈوبنے کا تماشا دیکھ رہی تھی۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يَا فِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ

اور کہا موسیٰ نے اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں سزاوار ہوں اسکا کہ نہ کہوں اللہ پر مگر حق۔

ف مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون ہوتا ہے حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں جو فرعون یعنی مصر کا بادشاہ تھا اُسکا نام قابوس تھا اور بعض کا قول ہے کہ ولید بن مصعب بن ریان تھا یہ بادشاہ بنی اسرائیل

جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے سے مصر میں رہتے تھے بڑا ظلم کرتا تھا اللہ نے حضرت موسیٰ کو
پیغمبر بنا کر اسکو سمجھانے کے لیے بھیجا حضرت موسیٰ نے مصر میں جا کر فرعون سے کہا کہ اے فرعون میں
اس اللہ کی طرف سے رسول مقرر ہو کر آیا ہوں جو تمام جہان کا پالنے والا ہے اور جب میں رسول ہوں
تو میری شان یہ ہے کہ اللہ کا حکم جھوٹا بیان نہیں کرتا بلکہ جو اللہ کا حکم بیان کرتا ہوں سچا بیان کرتا ہوں
حضرت موسیٰ نے فرعون کو یہی سمجھایا کہ رسول کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ سچ کہتا ہے جھوٹ نہیں کہتا
پس چونکہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں اسلئے میں بھی اسی کا سزاوار ہوں کہ جو کچھ کہونگا اللہ پر جھوٹ
نہ بولوں گا قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي
إِسْرَائِيلَ ۝ بیشک آیا ہوں میں تمہارے پاس نشانیوں کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے
اب بھیجدے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ف یعنی میری رسالت کی تصدیق کے لیے میرے
ساتھ معجزات بھی ہیں تو بنی اسرائیل کو اپنی قید سے چھوڑ دے اور میرے ساتھ کر دے کہ میں انکو
بیت المقدس کو لیجاؤں فرعون نے تمام بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا اور سخت خدمتیں انہیں کے ذمہ
تھیں اور ان کو اس ملک سے چلے جانے کی بھی اجازت نہ تھی قَالَ إِن كُنتَ جِئْتَ
بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فرعون نے کہا کہ اگر تو
کوئی نشانی لایا ہے تو ظاہر کر اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے ف فرعون نے حضرت موسیٰ کو
یہ جواب دیا کہ اے موسیٰ اگر تو اپنے دعوے میں سچا ہے اور تیرے پاس اللہ کی طرف سے کوئی
نشانی ہے تو ظاہر کر فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝
تو پھینکا (موسیٰ نے) اپنا عصا پس یکایک وہ اژدہا تھا کھلا ہوا۔ ف یعنی اسکا اژدہا ہونا
ایسا ظاہر تھا کہ کوئی شک نہ تھا وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ
لِلنَّاظِرِينَ ۝ اور نکالا اپنا ہاتھ پس یکایک وہ چمکدار تھا دیکھنے والوں میں ف

ابن کثیر نے سدی اور ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جو اپنا عصا پھینکا
تو وہ ایک بڑا اژدہا بنگیا اسکا منہ کھلا تھا اور اتنا بڑا تھا کہ نیچے کا جبڑا زمین پر تھا اور اوپر کا جبڑا
قصر فرعون کی دیوار پر تھا فرعون اسکو دیکھکر بہت ڈر گیا اور کود گیا اور اس سے گوز نکلا اور
ہوا ایسا پہلے نہیں ہوتا تھا اور چلایا کہ اے موسی اس سانپ کو روک لے میں تجھپر ایمان لاتا ہوں
اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجتا ہوں تب حضرت موسی نے اس سانپ کو پکڑ لیا تو وہ ویسا ہی
عصا ہوگیا جیسے پہلے تھا - دوسرا معجزہ حضرت موسی نے یہ دکھایا کہ اپنے جیب میں ہاتھ ڈالکر جو باہر نکالا
تو وہ چمکدار نورانی بنگیا اسکی سفیدی کسی مرض یعنی برص کی نہ تھی بلکہ دیکھنے والوں کو چمکدار اور نورانی معلوم
ہوتا تھا اور پھر دوبارہ جیب میں ڈالا تو جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہوگیا قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ
فِرْعَوْنَ إِنَّ هٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ
مِنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ کہا سرداروں نے قوم فرعون کی
بیشک یہ جادوگر ہے کامل چاہتا ہے کہ تمکو تمہاری زمین سے نکالدے سو کیا مشورہ دیتے ہو تم -
ف جب وہ حالت خوف کی رفع ہوگئی اور حضرت موسی کا عصا جو اژدہا بنگیا تھا پھر عصا بنگیا تو
فرعون نے اپنی قوم کے سرداروں سے مشورہ کیا کہ موسی کے دفع کرنے کی کیا تدبیر کریں اور کہیں وہ
اُسپر غالب آویں اور انکو یہ خوف بھی پیدا ہوا کہ موسی کا معجزہ دیکھکر سب لوگ موسی کے ساتھ ہوجاویں
جب سب نے ملکر باہم مشورہ کیا تو قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ یہ بڑا جادوگر ہے اور چاہتا
ہے کہ تمکو اس ملک سے نکالدے اور آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ اس معاملہ میں تمہاری
کیا رائے ہے اور کیونکر اسکو دفع کریں - قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ
فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝ کہا انہوں نے
روکے رکھ موسی کو اور اسکے بھائی کو اور بھیج بستیوں میں بلانے والے کہ تیرے پاس لے آویں

ہر کامل جادوگر کو ف اُس زمانے میں جادو کا رواج بہت تھا اسی وجہ سے اللہ نے حضرت
موسیٰ کو ایسا معجزہ دیا تھا کہ جادوگروں کو عاجز کریں اور اسی وجہ سے سب نے حضرت موسیٰ کو
جادوگر سمجھا اور اس مشورہ کے بعد سب نے متفق ہو کر فرعون کو حضرت موسیٰ کے مغلوب کرنے کی
یہ تدبیر بتائی کہ جادو کا جواب جادو سے دیا جاوے اور موسیٰ اور اُنکے بھائی ہارون کو چند روز رکھا جا
اور آدمی بھیج کر سب ملکوں سے بڑے بڑے جادوگر بلائے جائیں چنانچہ فرعون نے یہی کیا اور بڑے
بڑے جادوگر بلا کر جمع کئے وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا
لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ اور آئے جادوگر فرعون کے پاس اور کہنے
لگے کہ ضرور ہمکو انعام ملے اگر ہم غالب ہو جاویں ف یعنی جادوگروں نے فرعون سے کہا
کہ اگر ہم اپنے جادو سے موسیٰ پر غالب ہوں تو ہمسے انعام کا وعدہ کیجئے قَالَ نَعَمْ
وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ کہا فرعون نے ہاں اور تم مقربین میں ہو گے
ف فرعون نے کہا کہ اگر تم اپنے جادو سے موسیٰ پر غالب آجاؤ گے تو تمکو انعام بھی ملیگا
اور میرے مقرب مصاحبوں میں شامل ہو جاؤ گے قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن
تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ۝ کہا ساحروں نے اے
موسیٰ یا تو ڈالے یا ہم ڈالنے والے ہوں ف یعنی مقابلے کے وقت ساحروں نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ یا پہلے تو اپنا عصا ڈالکر اپنا کمال ظاہر کر یا پہلے ہم اُن چیزوں کو
ڈالیں جو ہمارے پاس ہیں ساحروں نے جو حضرت موسیٰ کو یہ اختیار دیا کہ اگر چاہیں تو وہ ابتدا کریں
اور اگر چاہیں تو بعد کو اپنا کمال ظاہر کریں اس سے اُن ساحروں کو اپنی بہادری ظاہر کرنا مقصود
تھی کہ ہم ایسے کامل ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں سے ہر صورت میں غالب رہینگے بعض مفسرین نے
یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کا یہ ادب کیا کہ اول حضرت موسیٰ کو عصا ڈالنے کا اختیار

اس ادب کی برکت سے آخر میں انکو سعادت نصیب ہوئی قَالَ أَلْقُوا (موسیٰ نے) کہا تمہیں ڈالو **ف** چونکہ حضرت موسیٰ کو اُن کے مغلوب ہوجانے اور اپنے غالب ہونے کا پورا یقین تھا کسی قسم کا شک نہ تھا اسلیئے اول ساحروں کو ابتدا کرنے کی اجازت دی اور ساحروں نے جو اپنی بہادری ظاہر کرنے کے لیے حضرت موسیٰ کو ابتدا کرنے کی اجازت دی تھی اسکا جواب یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اُنکے جادو کو نہایت حقیر سمجھ کر اسکی کچھ بھی پروا نہ کی اور یہ بھی اکثر معمول ہے کہ جو چیز آخر میں ظاہر ہوتی ہے اسکا اثر دلوں میں بہت پڑتا ہے **فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ**

ترجمہ (ساحروں نے اپنا سامان) ڈالا تو جادو کردیا اُنہوں نے آدمیوں کی آنکھوں پر اور ڈرا دیا انکو اور لائے بڑا جادو **ف** یعنی اُن ساحروں کے جادو کا فقط یہ اثر تھا کہ اُنہوں نے نظر بندی کی کہ جس سے دیکھنے والوں کے سامنے یہ خیال بندھ گیا کہ جو رسیاں اور لکڑیاں اُنہوں نے پھینکی تھیں وہ سانپ بن گئیں پس اُنکے جادو کا اثر دیکھنے والوں کی آنکھوں پر تھا وہ چیزیں جو اُنہوں نے پھینکی تھیں درحقیقت سانپ نہیں بنی تھیں مگر وہ سب چیزیں ایسے ڈیل ڈول کے اور عجیب سانپ دیکھنے والوں کو نظر آنے لگیں کہ سب ڈر گئے اور اُنہوں نے جادو کا بڑا کمال ظاہر کیا۔ ابن کثیر نے ابن اسحٰق سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ جادوگر پندرہ ہزار تھے اور ہر شخص کے پاس ایک رسی اور ایک لاٹھی تھی اور اُن کے مقابلے میں حضرت موسیٰ اپنے بھائی کو ساتھ لیکر عصا ٹیک کر کھڑے تھے پھر فرعون اور اُسکے سردار وغیرہ شہر کے بہت سے لوگ تماشا دیکھنے کے لیے ایک طرف بیٹھے پھر ساحروں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ یا تو پہلے تم اپنا عصا ڈالو یا ہم اپنی چیزیں ڈالیں حضرت موسیٰ نے ساحروں کو اجازت دی کہ ابتدا وہی کریں اُنہوں نے اپنے جادو سے اول حضرت موسیٰ اور فرعون کی نظر بندی کی اور اُسکے بعد اور سب آدمیوں کی نگاہوں پر اثر ڈالا پھر ہر جادوگر نے اپنی رسی اور لاٹھی پھینکی

...پھرتی پہاڑوں کی برابر بڑے بڑے سانپ نظر آنے لگیں تمام جنگل اُن سانپوں
...معلوم ہوتا تھا ایک دوسرے سانپ پر چڑھتا نظر آتا تھا وَأَوْحَيْنَا إِلَى
...أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۚ اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ ڈالدے اپنا عصا
...تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۚ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ
...كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ تو ناگاہ وہ نگل رہا تھا اُس باطل کو جو وہ ظاہر کرتے
ثابت ہوگیا حق اور باطل ہوگئی اُن کی بناوٹ۔ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ
صَاغِرِينَ ۚ تو مغلوب ہوگئے وہاں اور پھر گئے ذلیل ہوکر۔ ف
...ون نے حضرت موسیٰ کے مقابلے میں اپنا جادو ظاہر کیا تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی
اپنا عصا ڈالدے حضرت موسیٰ نے جو اپنا عصا ڈالا تو وہ ایک بڑا اژدہا بنگیا اور جو
جادوگروں نے دکھائے تھے اُن سب کو نگل گیا پس حق ظاہر ہوگیا اور کافرون
اُس وقت جادوگر عاجز ہوکر ذلیل ہوئے۔ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ
قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ
اور ڈالے گئے جادوگر سجدہ میں کہا اُنہوں نے کہ ہم ایمان لائے اُس رب العالمین
اور ہارون کا رب ہے۔ ف اُن ہزاروں جادوگروں کی لاٹھیاں اور رسیاں
تین سو اونٹ اُن کو لیکر چلتے تھے وہ سب غائب ہوگئیں اور حضرت موسیٰ کا عصا
اُنکو نگل گیا اور پھر جب حضرت موسیٰ نے اُسکو اُٹھا لیا تو وہ عصا بنگیا یہ حالت دیکھ کر
یقین ہوگیا کہ حضرت موسیٰ کا عمل سحر نہیں معجزہ ہے اور اللہ کی طرف سے ہے اسلئے کہ
نہیں تو اُن لاٹھیوں اور رسیوں کا پتا ملتا اور یہ دلیل اُن کے دل پر ایسی اثر کر گئی کہ
اور کچھ نہیں بن پڑا کہ سجدہ میں گر گئے حاصل یہ ہوا کہ اللہ نے دلیل حق کو اُن پر غالب

ایسا بے اختیار کر دیا کہ وہ سجدہ مین گرنے پر مجبور ہو گئے اور خواہ مخواہ اُنکو یہ کہنا پڑا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے پس چونکہ اسنے اُنکو سجدہ مین گرا دیا اسی لئے فرمایا کہ وہ سجدہ مین گرائے گئے اور جادوگرون نے صاف اقرار کیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے اور چونکہ سننے والون کو یہ گمان ہو سکتا تہا کہ رب العالمین سے فرعون مراد ہو اس لئے اُنہون نے اُس کے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ ہم اُس رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے قَالَ فِرْعَوْنُ آمَنْتُمْ بِهِ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّ هَذَا لَمَكْرٌ مَكَرْتُمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۔ فرعون نے کہا تم ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ مین تمکو اجازت دون یہ ایک حیلہ ہے کہ جو تم نے شہر مین تیار کیا تہا تاکہ نکالو تم شہر سے شہر والون کو تو قریب جان لوگے تم ف جب ساحر سجدہ مین گر گئے اور اُنہون نے ایمان کا اقرار کیا تو فرعون نے اُن ساحرون سے کہا کہ تم بغیر میری اجازت کے اللہ پر کیسے ایمان لے آئے شاید تم نے اس سے پہلے جب شہر مین تھے تو موسیٰ سے سازش کر کے یہ تجویز کر لیا تہا کہ ہم ایسا معاملہ کرینگے [illegible] موسیٰ کو غالب کر دینگے اور پہر ایمان کا اقرار کر لینگے اور یہ تم نے اس لئے کیا ہے تاکہ اُس شہر والون کو یعنی بنی اسرائیل کو اس شہر سے نکال لیجاؤ جو حضرت موسیٰ کی درخواست تہی مین تمکو بہت جلد اس کی سزا دونگا حاصل یہ ہے کہ فرعون نے یہ کہا کہ جو معاملہ واقع ہوا اور ساحرون نے سجدہ مین گر کر جو ایمان کا اقرار کیا یہ سب فریب ہے اور موسیٰ اور ساحرون کی پہلے سے شہر مین سازش ہو چکی تہی اور یہ سب اس لئے کیا ہے تاکہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لیجاوین لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ البتہ کاٹونگا مین تمہارے ہاتہ اور تمہارے پاؤن مخالف طرف سے پہر سولی دونگا مین تمکو سب کو ف مخالف طرف سے ہاتہ پاؤن کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ داہنی طرف کا ہاتہ اور بائین

طرف کا پاؤں یا اسکا عکس ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سولی دینا اور مخالف طرف سے ہاتھ پاؤں کا کاٹنا
سب سے پہلے فرعون کی ایجاد ہے قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝
اُنہوں نے کہا کہ ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ف یعنی اگر تو ہمکو قتل کریگا تو
مرنے کے بعد اللہ کی طرف رجوع کرینگے اور وہ ہمکو اجر عظیم دیگا اسلئے ہم تیری اس دہمکی کی پروا نہیں
کرتے اور اگر تجھ کو [illegible] تو اللہ کا عذاب [illegible] سخت ہوگا وَمَا تَنْقِمُ
مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ اور تو عیب نہیں لگاتا ہے ہم میں
مگر یہی کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آگئیں ف
یعنی تو جو ہم میں عیب لگاتا ہے وہ فقط یہی ہے کہ ہم نے حق کی دلیل کو سمجھ لیا اور ہم اللہ پر ایمان لائے
تو اسکی [illegible] کلام سے دلیل
مراد حضرت موسیٰ کا معجزہ ہے رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا
مُسْلِمِيْنَ ۝ اے رب ڈالدے ہم پر صبر اور موت دے ہمکو حالت اسلام میں ف
اُسوقت اُن لوگوں نے اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ ہمکو فرعون کے عذاب پر صبر دے اور ایمان پر
ہمکو مستقل بنا دے کہ ان تکلیفوں کی وجہ سے ہمارے استقلال میں فرق نہ آوے اور ہم اسلام پر
مریں۔ مفسرین کا اختلاف ہے کہ فرعون نے جو دہمکی دی تہی اُسکو پورا کیا اور اسی طرح اُن کو قتل کیا یا
پورا نہیں کیا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عباس کا قول ہے کہ وہ لوگ صبح کو جادوگر تھے اور شام کو
شہید تھے اس قول سے معلوم ہوا کہ صحیح یہی ہے کہ فرعون نے اُنکو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا
اور جو دہمکی دی تہی وہ پوری کی وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ
مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ
وَاٰلِهَتَكَ ؕ اور کہا سرداروں نے جو فرعون کی قوم سے تہے کیا (زندہ) چھوڑتا ہے

تو چھوڑیگا موسیٰ کو اور اُس کی قوم کو اسلئے کہ ملک مین فساد کرین اور ترک کردین تجھے اور تیرے بتون کو ف
فرعون کے سردارون نے فرعون کو حضرت موسیٰ کے قتل کی ترغیب دی اور یہ کہا کہ تو موسیٰ کو مع تمام
بنی اسرائیل کے قتل نہین کرتا اور اس لئے زندہ چھوڑتا ہے کہ وہ ملک مین فساد ڈالین یعنی لوگون کو اپنا
دین سکھائین اور تیری طرف سے پھیر لین اور تجھے ترک کردین اور تیرے معبودون کو بھی ترک کردین یہان
سے معلوم ہوا کہ فرعون بتون کی بھی پرستش کرتا تھا بعض مفسرین کا قول ہے کہ فرعون خدائی کا دعویٰ کرتا تھا
اور اُسنے لوگون کو حکم کیا تھا کہ تم بتون کی پرستش کرو یہ بت تمہاری سفارش مجھسے کیا کرینگے اور اس
مین راضی ہونگا۔ بعض کا قول ہے کہ اُسکا کوئی مذہب نہ تھا خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بت بھی پوجتا
تھا مگر یہ دونون باتین اُسکی رسمی اور معمولی تھین دل مین کسی چیز کا معتقد نہ تھا اور خدا کے وجود کا بھی قائل
نہ تھا بعض کا قول ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ آخرت کے مالک بت ہین اور دنیا کا مالک مین ہون

قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ ۝ فرعون نے کہا کہ قتل کرینگے ہم اُنکے لڑکون کو اور زندہ
چھوڑینگے ہم اُن کی لڑکیون کو اور ہم اُن پر غالب ہین ف فرعون دل مین حضرت موسیٰ کا
معجزہ دیکھکر ڈر گیا اور اُس کو جرات نہ تھی کہ حضرت موسیٰ کے قتل کا حکم دیتا مگر جب سردارون نے
حضرت موسیٰ کے قتل کی ترغیب دی تو شرم کے مارے صاف صاف یہ نہ کہہ سکا کہ مین موسیٰ کو
ڈرتا ہون بلکہ یون بات بنائی کہ بنی اسرائیل کے لئے یہی سزا کافی ہے کہ اُن کی لڑکیان زندہ چھوڑ دی
جائین اور لڑکے جو پیدا ہون وہ سب قتل کر دئے جائین اسی طرح اُن کی ساری قوم کا خاتمہ ہو جائیگا
اور ہم تو اُن پر ہر طرح غالب ہین ہمکو یہ کچھ مضرت نہین پہنچا سکتے قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ
اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ موسیٰ نے

اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو بیشک زمین اللہ کی ہے دیتا ہے مالک جسکو چاہتا ہے
اپنے بندوں میں سے اور انجام کی بھلائی پرہیزگاروں کے لئے ہے **ف** فرعون دل میں
حضرت موسیٰ سے ڈرتا تھا اُسکو یہ بھی جرات نہوئی کہ حضرت موسیٰ کو کچھ مضرت پہونچا وے یا قید کرے
مگر ... اپنے سرداروں سے باتیں بنا دیں اور اپنا دلی خوف ظاہر نکیا اور ... [illegible] ... ہم بنی اسرائیل
[illegible] ... [illegible]
کے بیٹون کو قتل کرینگے اور لڑکیون کو زندہ چھوڑ رہیں گے یہی سزا ان کی کافی ہے ابتدا میں جب حضرت
موسیٰ پیدا ہوئے تھے اسوقت بھی یہی حکم تھا۔ اسمیں مفسرین کا اختلاف ہے کہ وہ حکم موقوف ہوگیا تھا
یا اسوقت تک باقی تھا مگر اسمیں شک نہیں کہ اب دوبارہ فرعون نے یہی حکم کیا خواہ یہ پہلے حکم کی تاکید کو
یا دوبارہ از سرِ نو یہی حکم دیا اس حکم کو سنکر بنی اسرائیل گھبرائے اور اُن کو اپنے لڑکون کے قتل ہونے کا بہت
افسوس ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنکو یون سمجھایا کہ تم اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو تو تمھاری مصیبت
دفع ہوگی بادشاہت فرعون کے اختیار میں نہیں اللہ کے اختیار میں ہے جسکو چاہتا ہے اُس کو
دیتا ہے پس جب چاہیگا اللہ فرعون سے سلطنت چھین لیگا اور تمکو دیدیگا اور آخر کو فتح انہیں کی ہوگی
جو پرہیزگار ہیں یعنی اللہ کے احکام کی کسی طرح نافرمانی نہیں کرتے بلکہ اطاعت کرتے ہیں عاقبت سے
یا تو یہ مراد ہے کہ مرنے کے بعد جنت تمکو ملے گی یا یہ مراد ہے کہ دنیا میں آخر کو تمہاری فتح ہوگی یا دونوں
مراد ہیں اور ظاہر یہی ہے قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ
بَعْدِ مَا جِئْتَنَا انہوں نے کہا کہ ہم کو ستایا گیا تیرے آنے سے پہلے بھی اور تیرے آنے کے
بعد بھی **ف** بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ تیرے آنے سے پہلے بھی ہم پر سخت
ظلم ہوتے تھے اور ہمارے لڑکے قتل کئے جاتے تھے اور تیرے آنے کے بعد بھی ہم پر
ظلم کا حکم ہوا قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ
فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ موسیٰ نے کہا چاہتا ہے تمہارا رب

کہ ہلاک کردے تمہارے دشمن کو اور خلیفہ بنادے تمکو زمین میں اور دیکھے کہ کیسے عمل کرتے ہو تم ف
پہلے حضرت موسیٰ نے اپنے مطلب کو اشاروں میں بیان کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ بادشاہت اللہ کے
اختیار میں ہے جسکو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور آخر میں پرہیزگاروں کی فتح ہوتی ہے ان دونوں
باتوں سے بنی اسرائیل کو حکومت ملنے اور فتح ہونے کی امید دلائی تھی مگر جب ان اشارات پر بنی اسرائیل کو
پوری تسکین نہوئی تو اب صاف صاف وعدہ کیا کہ تم رنج مت کرو اب اللہ کو منظور ہے کہ بہت جلد تمہارے
دشمن کو ہلاک کرے اور اسکا قائم مقام تمکو بنادے پھر تمہارے اعمال کا بھی امتحان کرے یعنی اس نعمت کے
ملنے کے بعد جیسے تمہارے اعمال ہوں ویسا تمکو بدلا دے۔ اللہ کو علم بنی اسرائیل کے افعال کا ہمیشہ سے
تھا مگر اللہ فقط اپنے علم پر بدلا نہیں دیتا بلکہ جب وہ افعال ظاہر میں واقع ہو لیتے ہیں اسوقت بدلا دیتا
اسی اعتبار سے فرمایا کہ امتحان تمہارے اعمال کو دیکھکر انکے واقع ہونے کے بعد انکے مطابق تمکو بدلا
دیگا وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ
الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ اور بیشک پکڑا ہمنے قوم فرعون کو قحط سالیوں
اور پھلوں کی کمی میں تاکہ وہ نصیحت قبول کریں ف اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کو کئی کئی
برس قحط میں مبتلا کیا اور پھلوں کی پیداوار میں کمی کردی اور یہ انکی تنبیہ کے لئے تھا تاکہ وہ اپنی
[illegible] کے دفع ہونے کے لئے اللہ کی طرف رجوع کریں اور اپنی [illegible] سے باز آئیں فَاِذَا جَآءَتْهُمُ
الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا
بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ط تو جب انپر فراخت آتی تو کہتے کہ یہ ہمارے سبب سے ہے اور اگر
انپر مصیبت آتی تو بدشگونی لگاتے موسیٰ اور انکے ساتھیوں پر ف یعنی انکی حالت غفلت
اور نافرمانی کی یہاں تک پہونچ گئی تھی کہ وہ کسی حالت میں اللہ کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور جب
انپر فراغت اور فائدے کی صورت ظاہر ہوتی تو کہتے کہ ہم اسی کے مستحق تھے اور اسی لائق تھے

اور جب مصیبت آتی تو کہتے کہ یہ موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست ہے۔ فراغت کو اپنی طرف سے
سمجھتے اور مصیبت کو۔ أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ ۝ ہاں اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ شامت انکی اللہ کے پاس سے ہے
لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے ف اللہ فرماتا ہے کہ وہ اپنی فراغت کو اپنے استحقاق کے
سبب سے اور مصیبت کو حضرت موسیٰ کی نحوست سے سمجھتے تھے یہ انکی غلطی تھی بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے
[illegible]
... مصیبت بھی اللہ کی طرف سے تھی پس مصیبت آنے کا سبب حضرت موسیٰ
نہیں تھا بلکہ مصیبت اللہ کی طرف سے تھی۔ طیرہ بد فالی اور بدشگونی کو کہتے ہیں اور اسکا ماننا شریعت میں
منع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید سے اسکی نہی کی ہے البتہ نیک فال لینا جائز
اور وہ حقیقت دعا سے خیر ہے۔ جو اللہ نے فرمایا ہے کہ اکثر انکے نہیں جانتے تفسیر میں لکھا ہے کہ
کہ مراد یہ ہے کہ اکثر مخلوق اس سے ناواقف ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے بلکہ اپنی نادانی سے
حوادث کو سبب ظاہر کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ جو کچھ ہوتا ہے قضا و قدر کے
مطابق ہوتا ہے اللہ کے سوا کسی میں قدرت نہیں کہ کچھ اثر کرے وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا
بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ اور انہوں نے
کہا کہ جو کچھ لاوے تو ہمارے پاس نشانی کہ اس سے ہم پر جادو کرے تو ہم تجھ پر ایمان لانیوالے نہیں
ہیں ف یعنی قوم فرعون نے جو معجزے حضرت موسیٰ کے دیکھے انکے بعد بھی انکو تنبیہ نہ ہوئی
اور حضرت موسیٰ سے کہتے تھے کہ تو جو ہم پر جادو کرنے کے لیے نشانیاں ظاہر کرتا ہے تو جتنی چاہے
اتنی نشانیاں دکھا ہم ان باتوں سے تجھ پر ایمان نہیں لاویں گے انہوں نے حضرت موسیٰ کے معجزوں کو بھی
جادو بتایا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ
وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا

وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ؁ تو بھیجا ہم نے اُن پر طوفان اور ٹڈیاں اور چچڑیاں اور مینڈکیں اور خون نشانیاں کھلی ہوئی تو سرکشی کی اُنھوں نے اور تھے گنہگار لوگ **ف** ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ جب فرعون نے بنی اسرائیل کو نہ چھوڑا تو اللہ نے قوم فرعون پر بارش کا طوفان بھیجا اور اتنا مینہ برسا کہ انھیں یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ عذاب نہ ہو تو انھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ اس بارش کو تھما دے اگر یہ بارش موقوف ہو جاوے گی تو ہم تم پر ایمان لا دینگے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دینگے حضرت موسیٰ نے دعا مانگی تب بھی وہ ایمان نہ لائے اور نہ بنی اسرائیل کو آزاد کیا اور اُس سال کھیتی اور پھل اور چارہ بہت پیدا ہوا تو انھوں نے کہا کہ یہ بارش تو ہمارے لئے بہت مفید ہوئی اور یہ تو ہماری تمنا ہی تھی پھر اللہ نے اُن پر ٹڈی بھیجی سبزہ کھانا شروع کیا اور اُن کو کھیتی کے تباہ ہو جانے کا خوف ہوا تو انھوں نے موسیٰ سے کہا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ ہم سے اس ٹیڑی کو موقوف کر دے تو ہم تم پر ایمان لا دیں اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیجدیں حضرت موسیٰ نے دعا مانگی چنانچہ وہ ٹیڑی دفع ہوگئی پھر بھی وہ ایمان نہ لائے اور بنی اسرائیل کو بھی نہ چھوڑا اور اناج کاٹ کر اپنے گھروں میں بھر لیا پھر اللہ نے اُن کے اناج میں (قمل) پیدا کر دی قمل اُس کیڑے کو کہتے ہیں جو اناج کے دانوں میں پیدا ہو جاتا ہے بہت سا اناج چکی میں لیجا کر پسواتے تھے تو اُسکا بیسواں حصہ بھی نہ نکلتا تو انھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اللہ سے دعا مانگو کہ اناج کے کیڑے کو ہم سے دور کر دے تو ہم تم پر ایمان لا دیں اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ چھوڑ دیں چنانچہ حضرت موسیٰ کی دعا سے یہ بلا بھی دور ہو گئی پھر انھوں نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کے ساتھ بھیجنے سے انکار کیا پھر اللہ نے اُن میں مینڈکیاں اس کثرت سے بڑھا دیں کہ جب کوئی آدمی بیٹھتا تو زمین سے اُسکی ٹھوڑی تک مینڈکیاں چڑھ جاتیں اور یہ خوف ہوتا کہ بات کریگا تو مینڈکی اُسکے منہ میں گھس جاویگی پھر انھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ دعا مانگو کہ یہ بلا دور ہو تو ہم تم پر ایمان لا دیں اور بنی اسرائیل کو تمہارے

ساتھ چھوڑ دینگے پھر بھی وہ ایمان لائے تب اللہ نے ان پر خون کی مصیبت بھیجی جب وہ اپنے برتنوں سے اور دوسری جگہوں سے پانی نکالتے تو پانی کے بدلے خون نکلتا سب لوگوں نے فرعون سے کہا کہ ہم خون کی مصیبت میں مبتلا ہیں پینے کو پانی نہیں ملتا تب فرعون نے کہا کہ یہ نظر بندی اور سحر ہے لوگوں نے کہا کہ نظر بندی کیسے ہوگا سارے شہر میں کسی کے برتن میں پانی نہیں ہر جگہ خون ہے پھر سب لوگ جمع ہوکر حضرت موسیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ دعا کرو کہ یہ بلا دفع ہو تو ہم سب تم پر ایمان لاوینگے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ چھوڑ دینگے حضرت موسیٰ نے دعا مانگی اور وہ بلا دفع ہوگئی پھر بھی وہ ایمان نہ لائے اور بنی اسرائیل کو بھی نہ چھوڑا۔ اس کے بعد ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عباس اور سدی اور قتادہ وغیرہ مفسرین سلف سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ قمل سے ابن کثیر کے گھن مراد ہیں اور بعض کا قول یہی ہے کہ جوئیں مراد ہیں اور اسکے سوا اور قسموں کے کیڑے بھی بعض مفسرین نے مراد لیے ہیں اور حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ ابوزید کا قول ہے کہ چھوٹے پسو مراد ہیں چونکہ مشہور ترجموں میں یہی اختیار کیا ہے اسلئے ہمنے بھی ترجمہ کیا۔ اللہ نے یہ کھلی ہوئی نشانیاں قوم فرعون پر بھیجیں اسپر بھی وہ سرکشی سے باز نہ آئے اور مجرم بنے رہے۔ اور بعض نے آیات مفصلات کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ جدا جدا نشانیاں تھیں۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۵

اور جب انپر عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ دعا کر ہمارے لئے اپنے رب سے اس عہد کے ساتھ جو تیرے لئے مقرر کیا ہے البتہ اگر دور کردے گا تو ہم سے عذاب تو ہم تجھ پر ایمان لاوینگے اور ضرور بھیجینگے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو

ف قوم فرعون پر جب عذاب آتا جسکی تفصیل پہلے مذکور ہوچکی تب تو حضرت موسیٰ کے پاس آتے اور یوں

کہنے لگے اے موسیٰ جو طریقہ دعا کا اللہ نے تجھے بتایا ہے اس طریقے سے ہمارے لیے دعا کر اگر یہ عذاب
ہم سے دور ہو جاوے گا تو ہم تجھ پر ایمان لاویں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے [بِمَا عَهِدَ
عِنْدَكَ] اس کے معنی میں مفسرین کے چند قول ہیں ایک یہ کہ جو طریقہ اللہ نے تجھ کو بتایا ہے اس طریقے سے
دعا کر یا عہد سے مراد نبوت ہے یعنی بتوسل اپنی نبوت کے دعا کر یا اسے قسم مانی جاوے یعنی
اے موسیٰ تجھ کو تیری نبوت کی قسم ہے تو ہمارے لئے دعا کر یا یہ مراد ہے کہ اے موسیٰ تو دعا کر
تجھ کو تیری نبوت کی قسم ہے اگر ہماری بلا ہٹ جاوے گی تو ہم ایمان لاویں گے فَلَمَّا كَشَفْنَا
عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ
اور جب کہ ہم نے ہٹا لیا ان سے وہ عذاب جو ایک ایسے وقت تک تھا کہ وہ پہنچنے والے تھے
تو یکایک وہ عہد توڑنے لگے [illegible] اول یہ کہ حضرت موسیٰ نے دعا کی اس لئے اور عذاب
دور ہو گیا [illegible] ایمان لانے کا اقرار کر لیا تھا اور جب [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ایمان لاویں گے [illegible] فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي
الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ
تو ہم نے بدلہ لیا ان سے [illegible] اس سبب سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری
نشانیوں کو اور تھے ان سے غافل [illegible]
ذریعہ سے [illegible] انہوں نے تکذیب کی اور ان نشانیوں سے غافل رہے اور [illegible]
[illegible] اللہ کی نشانیاں [illegible] ان کو سزا دی اور دریا میں ڈبو دیا یعنی [illegible]

حضرت موسیٰ کے لیے دریا میں راستہ ہوگیا اور ادہر اُدہر پانی رُک گیا تو حضرت موسیٰ مع تمام بنی اسرائیل کے
دریا سے پار اُتر گئے اور جب اُنکے پیچھے فرعون مع اپنی تمام قوم کے دریا کے اندر پہونچ گیا تو پانی
جاری ہوگیا اور وہ سب ڈوب گئے وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا
يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا
فِيهَا اور مالک بنا دیا ہمنے ایسے گروہ کو جو ضعیف سمجھے جاتے تھے زمین کے مشارق و مغارب کا
ایسی زمین جسمین ہمنے برکت دی تھی ف یعنی بنی اسرائیل جنکو فرعون کی قوم بہت ضعیف اور ذلیل
جانتے تھے اور اُن کو قید کر لیا تھا اور اُن کے بچے قتل کر ڈالتے تھے اور طرح طرح کی خدمتیں اُن سے
لیتے تھے اُس ضعیف قوم کو ہمنے زمین کے مشارق و مغارب کا مالک بنا دیا زمین سے ملک شام مراد ہے
چنانچہ اسکے بعد آخر میں وہ زمین بنی اسرائیل کو ملی اور وہی اُس زمین کے مشرقی اور مغربی کنارہ تک اُن کا
مالک ہو گئے وہ ایسی زمین تھی کہ اللہ نے اُسمیں برکت دی تھی اور پیداوار کھیتی وغیرہ کی اُسمیں بہت
ہوتی تھی وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا
اور پورا ہوا وعدہ تیرے رب کا احسان کرنے کا بنی اسرائیل پر اسلیے کہ انہوں نے صبر کیا ۔
ف یعنی بنی اسرائیل کے صبر کی وجہ سے جو اللہ نے اُن کے ساتھ احسان کرنے کا وعدہ
کیا تھا وہ پورا ہوگیا اور وہ فرعون کے ظلموں سے نجات پاکر ملک شام کے مالک بن گئے وَدَمَّرْنَا مَا
كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ
اور خراب کر دیا ہمنے جو بناتے تھے فرعون اور اُسکی قوم والے اور جو کچھہ وہ بلند کرتے تھے ف
یعنی فرعون اور اُسکی قوم نے جو بلند عمارتیں بنائی تھیں ہمنے اُن سب کو خراب کر دیا (یعرشون) کے معنی
بعض مفسرین نے بلند عمارتیں بنانے کے لیے ہیں اور بعض نے انگور وغیرہ کے ایسے باغ مراد لیے ہیں
جنکی بیلیں اوپر کو چڑھتی ہیں ۔ یہانتک اللہ نے فرعون اور اُسکی قوم کا قصہ بیان کیا اسکے بعد حضرت موسیٰ کے

اور بنی اسرائیل کے وہ قصے ہیں جو مصر سے نکلنے کے بعد ہوئے

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ

اور پار کر دیا ہمنے بنی اسرائیل کو دریا سے تو آئے ایسی قوم پر جو بیٹھے رہتے تھے اپنے بتوں پر کہا (یعنی اسرائیل نے) اے موسے بنا دے ہمارے لئے بھی معبود جیسے اُن کے لیے معبود ہیں۔ ف اب اللہ حال بنی اسرائیل کا حال بیان کرتا ہے کہ اُنہوں نے اگرچہ اللہ کی قدرت کی اتنی نشانیاں دیکھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت سے معجزات اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیے کہ اللہ نے اُن کے واسطے دریا میں راستہ بنا دیا اور وہ سلامت اُتر گئے اُن کے پیچھے فرعون مع اپنی قوم کے ڈوب کر ہلاک ہو گیا انہی نشانیوں کے دیکھنے کے بعد بھی جہالت اور شرک کا میل اُنکی طبیعتوں میں ایسا باقی تھا کہ جب اُنہوں نے دریا کے پار ہو کر بت پرستوں کی ایک قوم کو دیکھا کہ وہ اپنے بتوں کے سامنے بیٹھے رہتے تھے تو بنی اسرائیل کو بھی یہی خواہش ہوئی کہ ہم بھی اسی طرح بت پوجا کریں اور اُنہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہمارے لئے بھی ایسے معبود مقرر کر دو جیسے ان مشرکوں کے ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض کا قول ہے کہ وہ قبیلہ کنعان والے تھے بعض کا قول ہے کہ لخم کے تھے۔ ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ اُن کے بت گائے کی صورت کے تھے اور یہ ابتدا گوسالہ پرستی کا شبہ بنی اسرائیل کے دل میں ہوا کہ اسکے بعد اُنہوں نے گوسالہ پرستی کی

قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

(موسیٰ نے) کہا کہ بیشک تم جاہل لوگ ہو بیشک یہ (بت پرست) لوگ جس میں ہیں ہلاک ہونے والا ہے وہ دین جس میں وہ ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ ف بنی اسرائیل کا یہ قول سنکر حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تم جاہل ہو جو ایسی باتیں کرتے ہو اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ کے سوا پرستش کا مستحق اور کوئی نہیں ہو سکتا اور جن بت پرستوں کی تم حرص کرتے ہو وہ ایسے

دنیا ہی میں جو بلا کہ ہوگا یعنی ان کے عوض آخرت میں عذاب سے گا اور وہاں ان کا یہ دین باقی نہیں رہے گا
اور وہ جو بت پرستی کا عمل کرتے ہیں وہ بھی باطل ہے یعنی اس سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا اور
کوئی بلا دفع نہ ہوگی قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى
الْعَالَمِينَ ۝ موسیٰ نے کہا کیا اللہ کے سوا ڈھونڈوں میں تمہارے لئے کوئی اور معبود اور
اسی نے بزرگی دی ہے تم کو عالموں پر ف حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تم کو [illegible]

[illegible]

تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اسمین تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمایش تھی **ف** بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ خطاب اللہ نے اُن یہودیوں سے کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین تھے کہ اے یہود یاد کرو کہ تمہارے باپ دادا کے ساتھ ہمنے کیا احسان کیا تھا کہ اُنکو قوم فرعون کے ظلمون سے نجات دی اور بعض کا قول ہے کہ اسی قدر یہود سے بواسطہ حضرت موسیٰ کے خطاب ہے یعنی جب اُنہوں نے حضرت موسیٰ سے یہ کہا کہ ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دو اور حضرت موسیٰ نے اُنکو سمجھا دیا اُسوقت اللہ نے حضرت موسیٰ پر وحی بھیجکر بنی اسرائیل سے یہ خطاب کیا کہ تم ابھی سے ناشکری کرتے ہو اُسوقت کو یاد نہین کرتے جبکہ ہمنے تمکو قوم فرعون کے ظلمون سے نجات دی جو تمکو سخت تکلیف دیتے تھے کہ تمہارے لڑکون کو مار ڈالتے تھے اور لڑکیون کو زندہ چھوڑتے تھے اور اس نجات دینے مین اللہ نے تمہارا بڑا امتحان کیا تھا کہ تم اس احسان کا شکر ادا کرتے ہو یا ناشکری کرتے ہو یا مراد یہ ہے کہ قوم فرعون کو جو تم پر مسلط کیا تھا اس مین تمہارا بڑا امتحان تھا کہ تم ان مصیبتون مین اللہ کی طرف رجوع کرتے ہو یا نہین یا قوم فرعون کا امتحان تھا کہ وہ تم پر قابو پا کر تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہین

وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

اور وعدہ کیا ہمنے موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا ہمنے اُسکو دس رات مین تو پوری ہو گئی میعاد اُسکے رب کی چالیس رات مین **ف** اللہ نے حضرت موسیٰ کو مرتبہ قرب عطا فرمانے اور اپنے کلام سے عزت دینے اور توریت نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا یہ وعدہ اسطرح تھا کہ جن نعمتون کا وعدہ تھا اُن کا عطا ہونا تیس دن کے بعد سے شروع ہوگا اور اُسکے بعد دس دن مین وہ سب نعمتین مرحمت ہو جاوینگی اس تفصیل کو اللہ نے اس آیت مین ذکر فرمایا تیس دن کا وعدہ کیا تھا اور تیس دن کے بعد جب اُنکا ایفا شروع ہوا تو وہ سب نعمتین دس دن مین عطا کردین تو چالیس رات مین وہ میعاد جو اللہ نے

سب نعمتوں کے عطا کرنے کی سفر کی تھی پوری ہوگئی سورۂ بقرہ میں یوں فرمایا ہے کہ چالیس رات کا وعدہ کیا
تھا ان دونوں میں تطبیق اسطرح ہو سکتی ہے کہ سورۂ بقرہ میں کل موعودہ نعمتوں کے عطا کرنے کی انتہا کا وقت
ذکر فرمایا اور اس سورۂ اعراف میں پوری تفصیل ذکر کر دی کہ تیس دن کے بعد کا وعدہ تھا اسکے بعد سے
دینا سے وعدہ شروع ہوا اور دس دن میں سب وعدہ پورا کر دیا اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ چالیس دن میں
سب وعدہ پورا ہوگیا وَقَالَ مُوسٰى لِأَخِيهِ هٰرُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ اور موسیٰ نے اپنے
بھائی ہارون سے کہا کہ میرا نائب بن میری قوم میں اور اصلاح کر اور مت چل مفسدوں کی راہ ف
اللہ نے جو وعدہ حضرت موسیٰ سے کیا تھا منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ کوہ طور پر اللہ سے کلام ہوگا اور
توریت ملے گی چنانچہ حضرت موسیٰ نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کو کوہ طور کو چلے اور اپنے پیچھے اپنے بھائی
ہارون کو اپنا قائم مقام بنایا حضرت ہارون علیہ السلام بھی اگرچہ نبی تھے مگر بنی اسرائیل کی سرداری حضرت
موسیٰ سے متعلق تھی اسلئے حضرت موسیٰ نے ہارون علیہ السلام کو اپنی غیبت کے زمانے کیلئے
اپنا نائب بنایا اور یہ وصیت کی کہ اصلاح کیجیو یعنی ایسے حکم کیجیو جو ان کے لئے مفید ہوں اور مفسدوں کی
راہ مت چلیو یعنی فساد مت کیجیو اگرچہ حضرت ہارون سے ان باتوں کے کہنے کی ضرورت نہ تھی اسلئے کہ نبی سے
ممکن نہیں ہے کہ اصلاح نہ کرے اور فساد کرے اسلئے مگر چونکہ حضرت موسیٰ کو ان امور کا حد سے زیادہ اہتمام تھا
اسلئے بلا ضرورت بھی حضرت ہارون کو نصیحتیں کر دیں جس سے فقط تاکید مقصود تھی۔ بخاری میں ہے
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کو تشریف لیجانے لگے تو آپ نے علی کو اپنا نائب مقرر کر کے
چھوڑا تو حضرت علی نے کہا کہ آپ مجھ کو لڑکوں میں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ میرا ایسا نائب بنے جیسے ہارون موسیٰ کے
نائب بنے تھے مگر بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا

وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ [illegible]

اور اسکے رب نے اس سے کلام کیا تو (موسیٰ نے) کہا کہ اے میرے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا دے کہ میں تجھے دیکھ لوں **ف** یعنی موسیٰ سے جو ہمنے وقت کلام کرنے اور توریت دینے کا مقرر کر دیا تھا اسوقت پر موسیٰ آیا اور موسیٰ کے رب نے موسیٰ سے کلام کیا یہ کلام ملائکہ کے توسط سے نہ تھا بلکہ بلا واسطہ تھا اور اسی وجہ سے حضرت موسیٰ کا نام کلیم تھا کلام کے بعد حضرت موسیٰ کو اللہ کے دیکھنے کی بھی خواہش ہوئی اور انہوں نے یہ التجا کی کہ اے رب اپنا جلوہ مجھکو دکھا دے کہ میں تجھکو دیکھ لوں یہ بڑی دلیل اہلسنت کی ہے کہ اللہ کا دیدار ممکن ہے ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو رسول اولوالعزم تھے امر محال کی خواہش نہ کرتے **قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي** کہا

(اللہ نے) تو مجھکو نہ دیکھ سکیگا [illegible] پہاڑ کی طرف نظر کر پھر اگر وہ قائم ... [illegible]

ف [illegible]

دیدار کی تاب [illegible]

رہا تو ... [illegible]

[illegible] اسکا جواب ... [illegible]

کہ ہماری شان ... [illegible]

کہ جو امر مانع رویت ہے ... [illegible]

وہ امر مانع دفع ہو جاوے تو اللہ کو دیکھ سکیں چنانچہ قیامت کے دن مومنین کو اللہ وہ مرتبہ عطا کریگا کہ اللہ کو دیکھینگے **فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا** تو جب تجلی ظاہر کی اسکے رب نے پہاڑ پر کیا اسے ریزہ ریزہ اور

گرا موسیٰ بیہوش **ف** پہاڑ اگرچہ حیات اور سمجھ نہیں رکھتا اسلئے کسی چیز کے دیکھنے کی لائق نہیں
مگر مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ نے اس پہاڑ پر اپنا جلوہ اس طرح ظاہر کیا ہوگا کہ اول اسکو حیات اور عقل عنایت
فرمائی پھر اپنا جلوہ اسکے سامنے پیش کیا تو اللہ کی تجلی نے اس پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور
اس حالت کی ہول سے حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے خفاجی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کی
بیہوشی پہاڑ کی حالت دیکھنے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ تجلی کی تاب نہ لانے کی وجہ سے تھی یعنی جب اللہ کی
تجلی ظاہر ہوئی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے دونوں کو اس تجلی کی تاب نہ ہوئی
صحیحین کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن
سب آدمی بیہوش ہو جاوینگے ان میں سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ
عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہوئے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان کو مجھ سے بھی پہلے ہوش ہوگا یا قیامت کی
بیہوشی سے پہلے انکی طور کی بیہوشی محسوب ہوگئی ۔ الفاظ قرآن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ
پہاڑ کے اوپر نہ تھے بلکہ پہاڑ کے قریب تھے چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ
قائم رہا تو تو بھی دیکھ سکیگا ۔ اور اگر پہاڑ پر ہوتے تو اسکے ٹکڑے ہو جانے کے
ساتھ یہ بھی سلامت نہ رہتے ۔ بعض حدیثوں میں مذکور ہے کہ اللہ نے پہاڑ پر ایک ذرہ اپنے نور کا
نور کا ظاہر کیا تھا جس سے یہ حالت ہوگئی **فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ
اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝** پھر جب ہوش میں آیا کہا پاک ہے تو
میں توبہ کرتا ہوں تیری طرف اور میں پہلا ہوں ایمان لانے والوں میں **ف** جب حضرت
موسیٰ کو ہوش ہوا تو سوال کرنے کی جرات پر انکو ندامت ہوئی کہ بغیر اللہ کی اجازت کے ایسا
سوال کیوں کیا چنانچہ انہوں نے نادم ہو کر کہا کہ اللہ تو پاک ہے یعنی اس امر سے پاک ہے کہ کوئی نیاز
تجھکو دیکھ سکے میں نے جو بغیر تیری اجازت کے سوال کی جرات کی اس سے توبہ کرتا ہوں اور

میں سب سے پہلے اس بات پر ایمان لانے والا ہوں کہ دنیا میں کوئی تجھکو نہیں دیکھ سکتا حضرت موسےٰ
نے جو اپنی تاب و طاقت اور تحمل کا لحاظ نہ کر کے اس سوال کی جرات کی تھی اس سے توبہ کی مگر
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ جبکہ اپنے دیدار کا تحمل دیدے سے وہ بھی نہیں دیکھ سکتا چنانچہ
قیامت کے دن اللہ مومنین کو یہ مرتبہ عطا فرماویگا اور انکو اللہ کے فضل سے بقدر اپنے مرتبہ کے
اللہ کے دیکھنے کا ضبط و تحمل حاصل ہوگا۔ حضرت موسےٰ کا یہ سوال گناہ نہ تھا اسلئے کہ اللہ کا نور
نظر آنے کے لائق تھا مگر اولےٰ یہ تھا کہ حضرت موسےٰ اللہ سے اجازت لیکر سوال کرتے انہوں نے
جو بغیر اجازت سوال کیا یہ ترک اولیٰ تھا اسی سے انہوں نے توبہ کی اسلئے کہ ہر ایک کی خطا اسکے
مرتبہ کی مطابق ہوتی ہے بعض امور جو ابرار کے حق میں منجملہ حسنات ہوتے ہیں وہ مقربین کے
حق میں گناہ سمجھے جاتے ہیں

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝

اللہ نے کہا اے موسےٰ [illegible]
آدمیوں پر اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے [illegible] جو دیا ہوں [illegible] شاکر

ف اللہ نے حضرت موسےٰ سے کہا کہ اے موسےٰ [illegible]
سب پر میں نے تجھکو بزرگی دی اسلئے کہ اپنی رسالت اور کلام سے تجھکو مخصوص کیا اگرچہ اس زمانہ
میں حضرت ہارون بھی نبی تھے مگر ان کو حضرت موسےٰ کے اتباع کا حکم تھا خود صاحب شریعت
نہ تھے اور کلیم بھی نہ تھے پھر اللہ نے فرمایا کہ اے موسےٰ جو کچھ میں نے تجھکو دیا ہے یعنی توریت اسکو لے
اور ان نعمتوں کا شکر کر۔ اللہ نے جو حضرت موسےٰ کو آدمیوں پر بزرگی دی یہ بزرگی اسی
زمانے کے آدمیوں پر تھی اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ازل سے آخر تک جتنی اولاد آدم کی
سب کے سردار ہیں اسی واسطے اللہ نے ان کو خاتم الانبیا بنایا اور انکی شریعت قیامت تک

بائیسواں رکوع وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً
وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ ۚ اور لکھدی ہمنے موسے کے لئے الواح میں ہر طرح کی
نصیحت اور ہر شے کی تفصیل ف ابن کثیر نے کہا ہے کہ الواح سے جواہر کی تختیاں
مراد ہیں بعض کا قول ہے کہ اُسپر توریت لکھی تھی جسمیں ہر طرح کی نصیحت اور ہر شے کی تفصیل تھی اور
بعض کا قول ہے کہ اُن تختیوں پر جو کچھ لکھا گیا تھا وہ توریت سے علاوہ تھا اور یہ تختیاں توریت
سے پہلے حضرت موسے کو دی گئی تھیں۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ وہ
تختیاں دس تہیں یا سات تہیں اور زبرجد کی تہیں یا یاقوت سرخ کی تہیں یا کسی چکنے پتھر کی تہیں جسکو اللہ نے
ایسا نرم کردیا تہا کہ حضرت موسے نے اُسکو اپنے ہاتھ سے کاٹ کر تختیاں بنائیں بہرحال حضرت
موسے نے جو سوال اللہ سے دیکھنے کا کیا تہا اگرچہ اُس سے منع کر دئے گئے مگر اُسکے بدلے
اللہ نے یہ الواح اُنکو عنایت کیں۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قرآن سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ
تختیاں کیسی تہیں اور کیونکر اُن پر لکھا گیا پس اُن میں سے کوئی بات اگر کسی دلیل قوی سے معلوم
ہوئی تو قابل ہے کہ ورنہ اُن امور سے سکوت چاہیے فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ
قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۚ پس پکڑ اُسکو مضبوط اور اپنی قوم کو حکم کر اُسکی
اچہی باتوں کو پکڑ لیں ف یعنی اے موسے اِن الواح کے مطالب کو مضبوط پکڑ لے
یعنی اُن پر عمل کرنے کا پکا ارادہ کرلے اور اپنی قوم کو بھی حکم کر کہ اسکی اچھی باتوں پر عمل کریں۔
چونکہ احکام دو قسم کے ہوتے ہیں ایک امر اور دوسرے نہی تو اسی طرح اُن کاموں کو جن کے
کرنے کا حکم ہے اللہ نے احسن کہا اور فرمایا کہ جو کام احسن ہیں مذکور ہیں اُنپر عمل کریں اور اسی طرف
اشارہ ہو گیا کہ جن کاموں کی ممانعت ہے اور وہ بُرے ہیں اُن کو چھوڑیں سَأُرِيكُمْ
دَارَ الْفَاسِقِينَ ۝ قریب ہے کہ دکہاؤنگا تمکو گہر نافرمانوں کا ف یعنی

قیامت کے روز تم دیکھ لوگے کہ فاسقون کو کیسا برا ٹھکانا ملا ہے تم کو چاہئے کہ فاسق نہ بنو اور اللہ کے
حکم کی اطاعت کرو بعض کا قول یہ ہے کہ دار الفاسقین سے اُن فاسقون کا ملک مراد ہے جو ملک
شام میں تھے اب اللہ وہ ملک بنی اسرائیل کو عطا فرما دے گا بعض کا قول ہے کہ فاسقین سے
وہ پچھلی امتیں مراد ہیں جو نافرمانی کی وجہ سے عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گئیں جیسے قوم عاد و ثمود وغیرہ
اللہ فرماتا ہے کہ میں تمہیں اُن کے ملک دکھاؤں گا کہ اُن کا انجام کیا ہوا تاکہ تم کو اُس سے عبرت
حاصل ہو بعض کا قول یہ ہی ہے کہ دار فاسقین سے فرعون اور اُسکے قوم کے قصر و ایوان مراد ہیں
جو مصر میں ٹوٹے پھوٹے پڑے تھے مگر یہ مراد صحیح نہیں اسلئے کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے کے بعد پھر اُسکے
دیکھنے کا موقع نہیں ملا

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ

البتہ پھیر دوں گا میں اپنی نشانیوں سے اُنکو
جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق کے ساتھ یعنی اُس چیز پر تکبر کرتے ہیں جو حق نہیں
اور اِس سے اُنکا دین باطل مراد ہے تکبر کے معنی یہ ہیں کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور اپنی رائے کو
سب کی رائے پر غالب سمجھنا اللہ نے کافروں کی صفت یہ بتائی کہ ناحق پر تکبر کرتے ہیں اس
سے معلوم ہو گیا کہ حق پر تکبر کرنا جائز ہے اسلئے کہ جو شخص دین حق پر ہو اُسکو یہ جائز ہے کہ وہ اور دین
دین سے اپنے دین کو اچھا سمجھے ۔ اللہ یہ فرماتا ہے کہ جو لوگ دین ناحق پر ایسے مغرور ہیں کہ وہ اللہ
کی اُن نشانیوں پر غور نہیں کرتے جو تمام جہان میں پھیلی ہوئی ہیں اُنکو اللہ نے حق کے سمجھنے سے
روک دیا ہے اور ناحق پر تکبر کرنے کی وجہ سے وہ جہل مرکب میں گرفتار ہوتے ہیں اللہ اُن کے
دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور یہی مذہب اہلسنت کا ہے کہ ہدایت کرنا اور گمراہ کرنا اللہ کا کام ہے جو
لوگ حق کو سمجھنے کا قصد نہیں کرتے اُنکے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اور اُن کی گمراہی اللہ بڑھا دیتا ہے
اور جن میں اللہ نے حق کے قبول کرنے کا مادہ پیدا کیا ہے اُن کو نشانیوں پر غور کرنے اور دلائل

حق کو سمجھنے کی طرف توجہ ہوتی ہے یہ مضمون قرآن کی اور بہت سی آیتون مین بھی تصریح کے ساتھ مذکور ہین
بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر مین ایک قول یہی لکھا ہے کہ اللہ سرکشون کو انبیا کے معجزات پر
غالب نہین آنے دیتا جو لوگ معجزات انبیا کو باطل کرنے کی کوشش کرتے ہین جیسے فرعون نے کی
تو انکو اللہ معجزات پر غالب آنے سے پھیر دیتا ہے اور عاجز اور ذلیل بنا دیتا ہے اس قول کی
بموجب اللہ کی نشانیون سے انبیا کے معجزات مراد ہین **وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ
لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ
سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا** ط
اور اگر دیکھین سب نشانیان ایمان نہ لاوین اُنپر اور اگر دیکھین بھلائی کا طریقہ تو نہ بناوین اُسکو
راستا اور اگر دیکھین گمراہی کا طریقہ بنا لیوین اُسکو راستا **ف** یعنے اُن کے دل پر ایسی مہر
لگ جاتی ہے کہ حق کی کوئی نشانیان اُن کو یقین نہین کرتے اور ہدایت کا طریقہ اُن کے
سامنے پیش ہو تو اسکو نہ اختیار کرین اور گمراہی کے طریقے کو اختیار کرلین یعنی اُن کی طبیعت مین
ایسا عناد اور تعصب اور کجی ہے کہ حق اُن کی سمجھ مین نہین آتا اور گمراہی کو خوب قبول کرتے ہین جن
لوگون کے دلون پر اللہ مُہر لگا دیتا ہے اور اپنی نشانیون پر غور کرنے سے اُن کے دلون کو
پھیر دیتا ہے اُنکی یہی حالت ہوجاتی ہے **ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَ
كَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ** ط یہ اس سبب سے ہے کہ وہ تکذیب کرتے ہین
ہماری نشانیون کی اور ہین اُن سے غافل **ف** یعنی حق جو اُن کی سمجھ مین نہین آتا اس کی
وجہ یہ ہے کہ وہ ہماری نشانیون کو جھٹلاتے ہین اور اُن سے غافل ہین اگر اللہ کی نشانیون پر غور
کرتے اور اُن کی تکذیب نہ کرتے تو حق کو سمجھ لیتے حاصل یہ ہوا کہ جب وہ اللہ کی نشانیون پر غور
نہین کرتے تو اللہ اُن کو حق کی سمجھ نہین دیتا **وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ**

الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور جنہون نے جھٹلایا ہماری نشانیون کو اور قیامت کے آنے کو سب برباد ہوگئے اُن کے اعمال نہین بدلا پاتے مگر اُنہین اعمال کا جو وہ کرتے تھے **ف** یعنی جو لوگ اللہ کی نشانیون کو جھٹلاتے ہین اور اُن پر غور کرکے اللہ کی قدرت اور وحدانیت کو نہین سمجھتے اور قیامت کے منکر ہین اُن کے اعمال برباد ہوگئے یعنی جو وہ نیکی کرین مثلاً صدقہ دین یا سچ بولین یہ سب اعمال اُنکے برباد ہوتے ہین اُن کا اجر اُنکو نہین ملتا یہ اعمال کا حبط ہونا اُنکی تکذیب اور انکار قیامت کا بدلا ہے یعنی یہ سزا اُنکو بیجہ نہین ملی بلکہ اُنکے اعمال کی یہی سزا ہے

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۝

اور بنایا قوم موسیٰ نے اُنکے پیچھے اپنے زیور سے ایک بچھڑا جو ایک جسم تھا اور اُسکے آواز تھی **ف** جب حضرت موسیٰ اللہ کے وعدہ کی بموجب کوہ طور پر گئے اور اپنی قوم پر اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب مقرر کرگئے تھے اُس وقت اُن کی قوم نے یہ کیا کہ زیور جو اُن کے پاس تھا اُسکو گلا کر ایک گائے کے بچے کی صورت بنائی جسمین سے آواز بھی نکلتی تھی مفسرین کا قول ہے کہ بنی اسرائیل نے مصر سے چلتے وقت قبطیون سے کچھ زیور مستعار مانگ لیا تھا وہ اُنکے ساتھ تھا اور قبطیون کے ہلاک ہوجانے کے بعد وہ اُسکے مالک ہوگئے تھے اُسی زیور سے یہ بچھڑے کی صورت بنائی گئی بنانے والا ایک شخص سامری تھا جو بنی اسرائیل کے سردارون مین سے تھا اور اس فن مین کامل تھا وہ صورت اُسنے اس ترکیب سے بنائی تھی کہ ہوا اُسمین جاتی تھی تو اُسمین سے آواز نکلتی تھی اُس صورت کا بنانے والا اگرچہ فقط سامری تھا مگر چونکہ تمام قوم اس پر راضی تھی اس لئے اللہ نے اس فعل کی تمام قوم کی طرف نسبت کی مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے سوا اکثر بنی اسرائیل اُس بلا مین گرفتار ہوگئے تھے ۔ اور تھوڑے ایسے بھی تھے جو خود اُس بچھڑے کی پوجا نہین کرتے تھے مگر اورون کو منع بھی نہین کرتے تھے

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سامری نے اس صورت کا تماشا دکھا کر تمام قوم سے کہا کہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا
یہی ہے اور سب لوگ پرستش کرنے لگے یہ خیال ان کے دل میں اسی وقت سے پیدا ہوا تھا جب
انہوں نے بت پرستوں کی ایک قوم کو بت پوجتے ہوئے دیکھا تھا اور حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ ہمارے
لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دو جیسے ان کے معبود ہیں أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ
وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ۝ کیا
نہ دیکھا انہوں نے کہ نہ وہ ان سے باتیں کرتا ہے نہ وہ ان کو راستہ بتاتا ہے معبود بنا لیا اس کو
اور وہ ظلم کرنے والے تھے ف اس میں بنی اسرائیل کی جہالت اور حماقت کا بیان کرتا ہے کہ وہ جو
اس بچھڑے کو پوجنے لگے انہوں نے اتنا بھی غور نہ کیا کہ اس بچھڑے میں تو اتنی قدرت بھی نہیں جو
ہر انسان میں ہوتی ہے نہ وہ باتیں کرتا ہے نہ کوئی راستہ بتاتا ہے باوجود اس کے اس کو معبود بنا لیا اور
جو مرتبہ اور قدرت میں انسان سے بھی کم تھا اس کو ہر چیز کا خالق سمجھ لیا اس فعل میں انہوں نے اپنے
جانوں پر ظلم کیا کہ اس کو پوجا کر اس بیجان بت کو پوجنے لگے اور مستحق عذاب الٰہی کے ہوئے وَلَمَّا
سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن
لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝
اور جب وہ پشیمان ہوئے اور یہ سمجھے کہ وہ گمراہ ہو گئے تھے تو انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم
نہ کرے اور ہماری مغفرت نہ کرے تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاویں گے ف تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ یہ اس وقت
کا بیان ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے اور انہوں نے اس حرکت کو دیکھ کر غصہ کیا اس وقت
بنی اسرائیل اس فعل پر نادم ہوئے اور اپنی گمراہی ان کو معلوم ہوئی اور اللہ سے توبہ کی وَلَمَّا
رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا
خَلَفْتُمُونِي مِنْ بَعْدِي اور جب لوٹے موسیٰ اپنی قوم کی طرف

غصہ میں افسوس کرتے ہوئے کہا برا ہے جو کچھ کیا تم نے میرے پیچھے ف بیضاوی نے یہی
ترجمہ کیا ہے اور اس صورت میں یہ خطاب تمام بنی اسرائیل سے ہوگا جو گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے
[خلفتمونی] کا دوسرا ترجمہ بیضاوی نے یون کیا ہے کہ بری جانشینی کی تم نے میرے پیچھے اور اس
صورت میں یہ خطاب حضرت ہارون سے اور بعض مومنین سے ہوگا جو گوسالہ پرستی سے محفوظ رہے چونکہ
حضرت موسیٰ وہین سے غصہ کی حالت میں آئے اسکی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے اُن کو اس حالت سے بذریعہ
وحی کے مطلع کر دیا تھا چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں اسکا ذکر ہے أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَأَلْقَى
الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ کیا جلدی کی تم نے اپنے
رب کے حکم سے اور رکھ دین تختیاں اور پکڑا سر اپنے بھائی کا کھینچتا تھا اسکو اپنی طرف ف
بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستی میں مبتلا ہونے کی بڑی وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب اُن کو یہ معلوم ہوا کہ کوہ طور پر
ایسا حادثہ آیا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو انہوں نے یقین کر لیا کہ حضرت موسیٰ جو کوہ طور پر گئے تھے
وہ بھی ہلاک ہو گئے ہوں گے اسی وجہ سے وہ سب خوف ہو کر اور حضرت موسیٰ کا انتظار چھوڑ کر گوسالہ پرستی میں
مشغول ہو گئے اور جب حضرت موسیٰ چالیس دن کے بعد آ گئے اور قوم کی اس حرکت پر اُنکو حد سے زیادہ
غصہ آیا تو انہوں نے قوم سے کہا کہ کیا تم نے اللہ کے حکم سے جلدی کی یعنی اللہ کا وعدہ چالیس دن کا
تھا پھر تم نے چالیس دن تک میرا انتظار کیوں نہ کیا اور اس سے پہلے میری موت کا گمان کر لیا پھر
حضرت موسیٰ نے توریت کی تختیوں کو رکھ دیا تاکہ ہاتھ خالی ہو جاوین اور اپنے بھائی کا سر اور داڑھی پکڑ کر
اپنی طرف کو کھینچا حضرت ہارونؑ اگرچہ نبی تھے اور عمر میں بھی تین برس حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
بڑے تھے مگر چونکہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع اور نائب تھے اس لئے
حضرت موسیٰ کی یہ بزرگی غالب تھی اور اُن کو حضرت ہارونؑ پر غصہ کرنا جائز تھا حضرت موسیٰ کو ہارون
علیہ السلام سے یہ شکایت تھی کہ انہوں نے گوسالہ پرستی سے قوم کو منع نہیں کیا بلکہ اُن کا قصور

دیکھ سمجھے کہ ان کو اور زیادہ شدت کرنی چاہیے تھی اور قوم سے لڑتے یا جدا ہو جاتے ۔ صاحب
تفسیر کبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے بطور توہین کے حضرت ہارون کو نہیں کھینچا تھا
بلکہ اسلیے کھینچا تھا کہ اُن کو علیحدہ لیجاکر سب حال پوچھیں مگر حضرت ہارون یہ سمجھ گئے کہ یہ غصہ کی
حالت میں بطور توہین مجھکو کھینچتے ہیں قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ
اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ
بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○
[ہارون نے] کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھکو کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھے قتل کر ڈالیں
پس خوش مت کر میرے حال پر دشمنوں کو اور مت شمار کر مجھکو ظالموں کے گروہ کے ساتھ
ف حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ عذر بیان کیا کہ میں نے ہر چند منع کیا مگر قوم نے
نہ مانا اور مجھکو کمزور سمجھا اور میرے قتل پر آمادہ ہوگئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اگرچہ آپکے
حقیقی بھائی تھے مگر لفظ ماں کا بیٹا اسلیے کہا کہ ماں کی محبت یاد کرکے حضرت موسیٰ کو حضرت ہارون کی
محبت کا کچھ جوش پیدا ہو حضرت ہارون نے اپنی بے قصوری اور مجبوری اور قوم کی سرکشی
بیان کرکے یہ کہا کہ اے میرے بھائی میری توہین کرکے میری حالت پر دشمنوں کو خوش مت کر
اور مجھکو اس عتاب میں ظالموں کے ساتھ شامل مت کر قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي
وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ○
(موسیٰ نے) کہا اے میرے رب مغفرت کر میری اور میرے بھائی کی اور داخل کر ہم دونوں کو
اپنی رحمت میں اور تو زیادہ رحم والا ہے سب رحم والوں میں ف حضرت ہارون نے جب
معذرت کی تو حضرت موسیٰ کا غصہ جو اُن پر تھا وہ فرو ہوا اور انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے
اللہ میری مغفرت کر یعنی اپنے بھائی پر جو میں نے حد سے زیادہ غصہ کیا اسکو معاف کر اور میرے

بنالی کی مغفرت کرے یعنی اس سے منع کرنے میں کوشش میں بھی کوئی کمی ہوئی ہو تو معاف کر اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں
داخل کر اور بلند مراتب قرب عطا فرما تو سب رحم کرنے والوں میں زیادہ رحم والا ہے یعنی ہم خود اپنی جانوں پر
اتنا رحم نہیں کر سکتے جتنا تو ہم پر کرتا ہے إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ
غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿۱۵۲﴾ بیشک جنہوں نے معبود بنالیا گوسالہ کو پہنچے گی انکو غضب
انکے رب کی جانب سے اور ذلت دنیا کی زندگی میں اور اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں افترا کرنے والوں کو۔
ف حق سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ جنہوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر اللہ کا
غضب نازل ہوگا اور دنیا میں ذلت ہوگی چنانچہ اللہ نے انکی توبہ یہ مقرر کی کہ ایک دوسرے کو
قتل کریں تفصیل اسکی سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے یہی انکے واسطے غضب و ذلت تھی اس غضب اور ذلت کی
سزا انکو دنیا میں ملی اور آخرت میں انکی توبہ مقبول ہوگئی جنہوں نے اللہ کے حکم کی بموجب ایک دوسرے کو
قتل کیا پھر اللہ نے یہ بھی فرما دیا کہ ہر مفتری کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں ان گوسالہ پرستوں کا افترا تھا
کہ انہوں نے گوسالہ کو کہا تھا یہ تمہارا اور موسیٰ کا الہ ہے پس جو لوگ دین میں افترا کرتے ہیں دنیا میں
انکو غضب اور ذلت نصیب ہوتی ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ امام مالک کا قول ہے کہ جو شخص دین میں
بدعت نکالتا ہے اسکے سر پر ذلت موجود ہوتی ہے اسلئے کہ بدعت نکالنے والا اسکے دین میں افترا
کرتا ہے پھر امام مالک نے یہ آیت پڑھی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حسن بصری کا قول ہے کہ بدعت کی
ذلت انکے کاندھوں پر ہوتی ہے اگرچہ وہ خوش خرام پھر رہا ہو اور عمدہ عمدہ گھوڑوں پر سوار ہوں
اور ابو قلابہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے یہی کہا اور یہ آیت وکذالک نجزی المفترین پڑھی سفیان
بن عیینہ کا قول ہے کہ جتنے صاحب بدعت ہوتے ہیں سب ذلیل ہوتے ہیں وَالَّذِينَ
عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ

إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ اور جنہوں نے
گناہ کیے پھر اُن گناہوں کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لائے تو بیشک تیرا رب توبہ کے بعد مغفرت
کرنے والا ہے رحم کرنے والا ہے **ف** یعنی جو لوگ کفر میں اور گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور
اُسکے بعد توبہ کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں تو اُن کے گناہ بخشتا ہے اور اُنپر رحم کرتا ہے۔ بیضاوی نے
لکھا ہے کہ ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ایسے اعمال اختیار کرتے ہیں جو مقتضائے ایمان ہے
اور مومنین کی شان ہے یہ مراد اُس صورت میں ہے جو کفر کے سوا اور گناہوں سے توبہ کرے اور
جب کفر و شرک سے توبہ کرے تو ایمان کے معنی حقیقی مراد ہوسکتے ہیں۔ حاصل معنی آیت کا یہ ہے کہ جو
گنہگار اول اپنے گناہ کو چھوڑنے کا عہد کر لیں اور پھر یہ سمجھ لیں کہ اللہ کے سوا کوئی اطاعت کے لائق نہیں
اللہ گناہوں سے ناراض ہوتا ہے اور اطاعت سے راضی ہوتا ہے اور وہی گناہ بخشنے والا ہے
تو ایسے لوگوں کے اللہ گناہ معاف کرتا ہے اور اُنپر رحم کرتا ہے وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ
أَخَذَ الْأَلْوَاحَ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ
يَرْهَبُونَ ۝ اور جب فرو ہوا موسیٰ سے غصہ لیں تختیاں اور اُسکے نسخے میں ہدایت اور رحمت تھی اُن کے لیے
جو اللہ سے ڈرتے ہیں **ف** یعنی حضرت موسیٰ کے غضب کا جوش جب کم ہوا تو پھر اُنہوں نے توریت کی تختیاں اُٹھا لیں اور اُس میں اُنہی
لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت تھی جو اللہ سے ڈرتے ہیں اسلیے کہ جسکے دل میں اللہ کا خوف ہوگا وہی اُسپر عمل کریگا۔ نسخے کے
معنی مکتوب کے ہیں مراد یہ ہے کہ اُسکی تحریر میں یعنی اُسکی عبارت میں ہدایت اور رحمت تھی وَاخْتَارَ مُوسَى
قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۚ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ اور
چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہمارے وعدہ کے لیے تو جب پکڑا اُن کو زلزلے
نے (مر گئے سب) کہا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہلاک کر دیتا اُن کو اور مجھکو۔

ف میقات سے وہ جگہ مراد ہے جہاں اس نے حضرت موسیٰ سے وعدہ پورا کیا تھا یعنی
کوہ طور۔ جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو گوسالہ پرستی پر بہت ملامت کی اور وہ نادم ہوئے تو حضرت
موسیٰ نے یہ قصد کیا کہ کوہ طور پر جا کر اللہ سے دعا مانگیں کہ بنی اسرائیل کی توبہ قبول کرے چنانچہ
انہوں نے اس کام کے لئے ستر آدمی اپنے ساتھ لیجانے کے لئے انتخاب کئے یہ ستر آدمی ایسے
تھے کہ گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تھے مگر انہیں بھلے چپکے رہے اور منع بھی نہیں کیا جب وہ پہاڑ پر گئے
تو وہ ستر آدمی زلزلے کے عذاب میں مبتلا ہوئے گناہ انکا یہی تھا کہ گوسالہ پرستی سے منع کیوں نکیا
اور ناراضی کیوں نظاہر کی جب یہ حالت ہو گئی تو حضرت موسیٰ نے اس عذاب سے ان کے نجات
پانے کی دعا مانگی اور یوں کہا کہ اے اللہ مجھکو یہی اچھا تھا کہ ان سب کو اور مجھکو پہلے ہی ہلاک کر دیتا یعنی
یہ لوگ جو اب ہلاک ہوتے ہیں اس سے تو انکے حق میں یہی بہتر تھا کہ جب مصر میں تھے اسی وقت فرعون
کے ہاتھ سے ہلاک ہو جاتے اور میں بھی ان کے ساتھ مارا جاتا اسلئے کہ اسوقت مظلومی کی حالت میں
مرکر اجر پاتے اور اب گناہ میں مبتلا ہو کر اسکے عذاب میں ہلاک ہوتے ہیں **أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ
السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ** کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمکو اس
گناہ پر جو کیا ہے بیوقوفوں نے ہم میں سے یہ نہیں ہے مگر آزمائش تیری **ف** قولہ حضرت
موسیٰ نے ان سب کی طرف سے کہا چونکہ وہ لوگ خود گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تھے اس لئے
انکی طرف سے یوں کہا کہ اے اللہ تو ہمکو اس گناہ میں ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے نادانوں نے
کیا ہے اور اے اللہ تو نے ہی اس امتحان میں انکو مبتلا کیا کہ اس گوسالہ میں آواز پیدا کر دی جسکو سنکر
وہ فریفتہ ہوگئے اور دھوکا کھایا **تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ**
گمراہ کرتا ہے اسکو جسکو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے **ف** یعنی تو
اپنی آزمائش سے جسکو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے ہدایت کرنا اور

گمراہ کرنا تیرا ہی کام ہے جو کچھ ہوتا ہے تیری ہی تقدیر کی مطابق ہوتا ہے أَنْتَ وَلِيُّنَا
فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۝ تو ہمارا
کارساز ہے گناہ بخش ہمارے اور رحم کر ہم پر اور تو ہی بہتر ہے بخشش کرنے والوں میں ف
چونکہ کارساز کا کام یہ ہے کہ برائیوں کو دور کرے اور فائدہ پہونچاوے اس لئے انہوں نے
دونوں باتیں مانگیں کہ ہمارے گناہ معاف کر اور ہم پر رحمت کر [illegible] کہ تو کارساز ہے اور کارسازی کا مقتضا یہی ہے
وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا
هُدْنَا إِلَيْكَ اور لکھدے ہمارے لئے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بیشک ہم نے
توبہ کی تیری طرف ف یعنی ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں تو دنیا میں ہم کو نیک کام کی توفیق دے
اور آخرت میں جنت دے قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ
کہا اللہ نے عذاب میرا پہونچاتا ہوں میں جسکو چاہتا ہوں ف حضرت موسیٰ نے جو تمام قوم کی طرف سے
دعا مانگی اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ میں جسکو چاہتا ہوں عذاب میں مبتلا کرتا ہوں
یعنی سب بندے میری مخلوق ہیں اور میں مالک ہوں مجھکو اختیار ہے کہ جسکو چاہوں عذاب میں
مبتلا کروں کوئی [illegible] اعتراض نہیں کرسکتا یہ اسکا جواب ہوگیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ
یہ سب تیری ہی طرف سے امتحان تھا جس میں سب قوم مبتلا ہوگئی وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ
كُلَّ شَيْءٍ ۝ اور میری رحمت کشادہ ہے ہر چیز پر ف یعنی جتنی مخلوق ہے دنیا میں
سب پر میری رحمت پہونچی ہے دنیا میں جو اللہ کی رحمت اور نعمت ہے اسمیں مومن اور کافر اور نیک
اور بد سب اور عاقل اور مجنون سب برابر ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس آیت سے اللہ کی رحمت کا
بہت بڑا عموم ثابت ہوتا ہے صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ رحمت کے سو حصے ہیں ننانوے اللہ نے اپنے لئے رکھے ہیں اور ایک حصہ مخلوق کو دیا ہے

یہ عموم رحمت بطور مثال کے سمجھایا گیا ہے درحقیقت اللہ کی رحمت ایسی وسیع ہے کہ اسکا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا ابن
کثیر نے لکھا ہے کہ طبری نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو
اپنے دین میں داخل کر لیتا ہے جو کوئی دنیا سے قیامت کے دن اتنی مغفرت کریگا کہ ابلیس بھی اس
امید پر ہاتھ بڑھا دیگا کہ وہ بھی کچھ رحمت حاصل کرے اگر دریکہ یہ لطائف کرم جو حق ازلی کو ہے
نصیب ہو ۔ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ تو واجب کر دونگا میں رحمت کو ان کے لئے
جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں **ف** یعنی اگرچہ
ہماری رحمت دنیا میں ہر چیز کو شامل ہے لیکن ہم آخرت میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے واجب کر دینگے
جو ان صفات سے موصوف ہونگے ۔ واجب کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر
آخرت میں ہماری رحمت خاص ہوگی۔ تقویٰ میں تو یہ بھی ہے کہ گناہوں سے پرہیز کریں اگرچہ زکوٰۃ دینا بھی اسی میں شامل ہے
مگر اسکا ذکر علیحدہ اسلئے کیا کہ اسکی فضیلت زیادہ ہے اور نفس پر سب سے زیادہ مشکل ہے۔ بعض کا قول
یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ سے زکوٰۃ نفس مراد ہے یعنی اپنی ذات کو گناہوں سے پاک کرنا اور اس صورت میں
(یَتَّقُوْنَ) اور (یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ) کے معنی ایک ہو جائینگے اس قول کے اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت
مکی ہے اور وجوب زکوٰۃ کا حکم مدینہ میں نازل ہوا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ (یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ) دونوں قسم کی
زکوٰۃ کو شامل ہے جن لوگوں کو اللہ نے متقی اور زکوٰۃ دینے والا بیان کیا انہیں کی صفت یہ بیان کی
کہ وہ ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو اللہ نے جواب دیا تھا وہ
(وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ) تک تمام ہو گیا اسکے بعد (فَسَاَکْتُبُہَا) سے جو مضمون ہے وہ اللہ نے اپنی طرف سے
بیان میں اسلئے بڑھا دیا کہ انہیں بنی اسرائیل کو سمجھانا منظور تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں
موجود تھے الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ

يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط جو پیروی کرتے ہیں
اُس پیغمبر کی جو نبی امی ہے پاتے ہیں اسکو لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں حکم کرتا ہے اُنکو نیکی کا
اور منع کرتا ہے اُنکو برائی سے اور حلال کرتا ہے اُنکے لئے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر
ناپاک چیزیں اور اُتارتا ہے اُن سے اُن کے بوجھ اور طوق جو اُنپر تھے **ف** نبی امی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مراد ہیں۔ یعنی اللہ فرماتا ہے کہ اگرچہ میری رحمت عام ہے مگر اُن لوگوں پر بالتخصیص میری رحمت ضرور ہے جو
متقی ہیں اور زکوٰۃ دینے والے ہیں اور اللہ کی آیتوں پر ایمان لانے والے ہیں اور جنکی یہ صفات ہیں
وہ یہی ہیں جو نبی امی کی پیروی کرنے والے ہیں اور اگر یہ سمجھا جاوے کہ یہ سب حضرت موسیٰ سے خطاب ہے
تو راقم الحروف کے نزدیک معنی اسکے یہ ہونگے کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے گناہ گوسالہ پرستی کی
مغفرت طلب کی تھی اُسکے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ میری رحمت سب پر عام ہے مگر امت محمد سے
خاص ہوگی رحمت عام سے مراد یہ ہے کہ اے موسیٰ تیری دعا قبول کرکے میں اُنکے گناہ معاف کرونگا مگر
شرط یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کریں جیسا کہ سورۂ بقر میں مذکور ہوچکا اگرچہ یہ بھی رحمت ہے اسلئے
کہ عذاب اخروی سے نجات ملی مگر اسکے ساتھ دنیا کا عذاب بھی شامل ہے اور امت محمد کے لئے جو
اللہ نے توبہ مقرر کی ہے اسمیں یہ مشکل بھی نہیں بلکہ فقط نادم ہوکر گناہ کا چھوڑنا کافی ہے اور یہ رحمت
خاص ہے (میں اس امر کا ظاہر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ تاویل میں نے صرف اپنی رائے سے
لکھی ہے کسی اور تفسیر میں نہیں دیکھی ہے پس اگر اس تاویل میں کوئی غلطی ہو تو وہ میری غلطی ہے) رسول کے
معنی ہیں اللہ کا بھیجا ہوا۔ نبی کے معنی ہیں اللہ کے احکام کی خبر دینے والا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

اول اللہ نے رسول کہا اسلئے کہ اسکی نسبت اللہ کی طرف ہے یعنی اللہ کا رسول پھر نبی کہا اسلئے کہ اسکی نسبت بندون کی طرف ہے یعنی بندون کو احکام الٰہی کی خبر دینے والا پھر اُمّی فرمایا اُمّی اسکو کہتے ہین جسنے ظاہری لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو یہی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ انہون نے لکھنا پڑھنا نہین سیکھا تھا اور اللہ نے جو انکو ایسی حالت مین رکھا اسمین یہ مصلحت تھی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھے پڑھے ہوتے تو کفار یون سمجھتے کہ قرآن کے مطالب کتب سابقہ مین دیکھ کر لکھ لئے ہین اور جب بے لکھے پڑھے آدمی نے قرآن پیش کیا تو اسکی نسبت یہ گمان نہین ہو سکتا۔ دوسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے لفظون کو بار بار پڑھتے تھے اور الفاظ وہی ہوتے تھے کچھ تغیر و تبدل نہین ہوتا تھا اور ممکن نہین کہ بے لکھا پڑھا آدمی جو تقریر زبانی ایک مرتبہ بیان کرے اسکو دوبارہ بغیر تغیر الفاظ کے بیان کر سکے بلکہ جب ایک مضمون کو دوبارہ بیان کریگا پہلے الفاظ ضرور بدل جائینگے البتہ لکھا پڑھا آدمی یہ کر سکتا ہے کہ لکھکر یاد کرلے پس باوجود ناخواندہ ہونے کے قرآن کی اتنی بڑی عبارت کا بغیر تغیر الفاظ کے بار بار پڑھنا خاص معجزہ رسول کا تھا۔ علما نے لکھا ہے کہ اُمّی ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کمال تھا اور انکے سوا اورون کیلئے عیب ہے جیسے تکبر کی صفت اللہ کے لئے کمال ہے اور دوسرون کے لئے عیب ہے۔ پھر اللہ نے نبی امی کی صفت یہ بھی بیان کی وہ یعنی اہل کتاب اُن کی صفت توریت و انجیل مین بھی لکھی ہوئی پاتے ہین یعنی اُن کی بشارت توریت اور انجیل مین بھی موجود ہین اور اہل کتاب کو پہلے سے معلوم تھا اور وہ پیغمبر عرب کے منتظر تھے پھر اللہ نے اپنے رسول امی کی یہ صفت بیان کی کہ وہ نیکی کا حکم کرتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے چنانچہ رسول نے جتنے کامون کے ادا کرنے کا حکم کیا ہے سب مین خوبیان ظاہر ہین اور جتنے کامون سے منع کیا ہے اسکی برائیان بھی کھلی ہوئی ہین پھر رسول امی کی یہ صفت بیان کی کہ وہ پاک چیزون کو حلال کریگا اور خبیث چیزون کو حرام کریگا اسکے معنی بعض مفسرین نے یہ لئے ہین کہ جو چیزین مفید ہین اُن کو حلال کریگا علماے مفسرین نے لکھا ہے کہ اسمین شک نہین کہ شریعت مین جن چیزون کا کھانا حرام کیا گیا

وہ بدن انسان کے لیے مضر ہیں اور جو چیزیں حلال کی گئیں ہیں وہ بدن انسان کے لیے نافع ہیں اور بعض کے
نزدیک طیبات سے وہ چیزیں مراد ہیں جو بالطبع لذیذ اور خوشگوار ہیں اور خبائث سے وہ چیزیں
مراد ہیں جن سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے مگر اس قاعدہ سے وہ لذیذ چیزیں مستثنیٰ ہیں جو خاص
کسی وجہ سے حرام ہو گئیں اور بعض کا قول یہ ہے کہ طیبات سے وہ چیزیں مراد ہیں جو اللہ نے حلال کی ہیں
اور خبائث سے وہ چیزیں مراد ہیں جو اللہ نے حرام کی ہیں پس معنی یہ ہوئے کہ اُن چیزوں کو حلال کرتا
ہے جو اللہ نے حلال کی ہیں اور اُن چیزوں کو حرام کرتا ہے جو اللہ نے حرام کی ہیں یعنی حلت اور حرمت
اپنی رائے سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ہے اور اس میں یہودیوں کا اور مشرکین مکہ کا رد ہو گیا جو اپنی
طرف سے جانوروں کو حلال حرام کر لیا کرتے تھے۔ پھر اللہ نے نبی امی کی صفت یہ بیان کی کہ وہ اُن کے
بوجھ اور طوق اُتار دیگا جو پہلے سے تھے یعنی دین کو آسان کر دیگا اور جو سختیاں ان شریعت موسوی اور
عیسوی میں تھیں اُن کو موقوف کر دیگا مثلاً اگلی شریعتوں میں یہ حکم تھا کہ اگر کپڑے کو نجاست لگ جائے تو
جہاں تک نجاست کا اثر ہوا تھا کپڑا کاٹ ڈالو اور شریعت محمدی میں یہ حکم ہے کہ پانی سے دھو لینا کافی ہے
بلکہ بعض کا قول تو یہ ہے کہ بدن پر بھی نجاست لگ جاتی تو پہلی شریعتوں میں یہ حکم تھا کہ اتنی کھال کاٹنی
پڑتی تھی۔ قتل خطا میں بھی قصاص تھا جو اس شریعت میں معاف ہو گیا۔ توبہ کے واسطے پہلی شریعتوں میں
قتل ہونا شرط تھا اور اس امت میں صرف ندامت کافی ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ہر ایک صفت جدا جدا
ہے اور بعض کا قول ہے کہ توریت و انجیل میں یوں لکھا پاتے ہیں کہ نبی امی کی یہ صفتیں ہوں گی —

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ پس جو
لوگ (نبی امی) پر ایمان لائے اُنہوں نے اس نبی کی تعظیم کی اور مدد کی اور اس روشنی کے تابع ہو
جو اس نبی امی کے ساتھ اُتری ہے وہی مراد پانے والے ہیں ف نور سے قرآن مراد ہے

اور نبی کے ساتھ نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ نبوت کے ساتھ نازل ہوا ہے قرآن کو نور اس وجہ سے
کہا کہ نور کی صفت یہ ہے کہ خود بھی ظاہر ہو اور دوسری چیز کو بھی ظاہر کرے یہ دونوں صفتیں قرآن میں بھی
موجود ہیں اسلئے کہ اسکا حق اور منزل من اللہ ہونا اسکے اعجاز سے ظاہر ہے اور دوسری چیز کو یعنی
اللہ کے احکام کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اس آیت میں اللہ نے ان بنی اسرائیل وغیرہ کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانے میں تھے یہ سمجھایا کہ نجات انہیں کو ملیگی جو اس نبی پر ایمان لاوینگے اور آپکی تعظیم اور تائید کرینگے
اور قرآن پر عمل کرینگے۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ
جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ
إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ کہدے (اے محمد) کہ اے لوگو میں اللہ کا
پیام لانے والا ہوں تم سب کی طرف وہ اللہ جسکے لئے آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی ہے نہیں کوئی
عبادت کے لائق مگر وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ف اب اللہ اپنے نبی امی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے خطاب کرتا ہے کہ اے محمد تو کہدے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں اس سے
معلوم ہو گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عرب سے مخصوص نہ تھی بلکہ تمام دنیا کے لئے تھی اور
پیغمبر [illegible]
اور یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو مکلف ہیں یعنی بالغ اور مجنون نہیں [illegible] رسول کی خبر پانے کے بعد کوئی
شخص [illegible] نجات نہیں پا سکتا اسلئے کہ جب اللہ کی [illegible] اللہ کی صفتیں [illegible]
میں [illegible] رسول ہوں [illegible] آسمانوں [illegible] نہیں زندہ کرتا
اور [illegible] اللہ کی [illegible]
[illegible] نہیں نکل سکتے اور چونکہ اسکے سوا کسی کی [illegible] عبادت کے لائق
[illegible] کا اختیار ہے پس وہ تم کو قیامت کے [illegible] اعمال کی سزا دیگا

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر جو نبی امی ہے جو تصدیق کرتا ہے اللہ کی اور اُسکے کلامون کی تاکہ تم ہدایت پاؤ **ف** یعنی جب مین ایسے اللہ کا رسول ہون جسکی صفتین بیان ہو چکین تو تم اللہ پر اور اُسکے رسول امی پر ایمان لاؤ اور یہہ بھی ظاہر کر دیا کہ مین وہ رسول ہون جو نبی امی ہے جسکی خبر اور اُسکے پیروی کرنے والون کی فضیلت توریت و انجیل مین لکھی ہوئی ہے اور امی کے لفظ مین اس معجزہ کی طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ بے پڑھا آدمی جو ایسی کتاب اور ایسا دین پیش کرتا ہے یہ بیشک اللہ کی طرف سے ہے اس لئے کہ ایسی کتاب تصنیف کرنا جسمین تمام امم سابقہ اور انبیاے سابقین کے حالات ہین اور ایسا دین بنانا اور اُس کتاب کی عبارت بغیر تغیر الفاظ کے پڑھ سنانا ایسے شخص کا کام نہین پھر یہہ فرمایا کہ وہ نبی اللہ کی اور اُسکے رسولون کی تصدیق کرتا ہے یعنی اُنکا قول اُسکے عمل سے مطابق ہے یہ نہین کہ تم کو جو کچھ سکھاتا ہو اُسپر خود اعتقاد نہ رکھتا ہو اللہ کے کلامون سے مراد قرآن اور توریت و انجیل وغیرہ کتب سابقہ ہین ایمان کے حکم کے بعد نبی کی پیروی کا بھی حکم کیا پیروی دو قسم ہے ایک یہہ کہ اُنکا قول ماننا اور جو کچھ وہ حکم کرین اُسپر عمل کرنا اور جس کام سے منع کرین اُسکو چھوڑنا۔ دوسرے اُنکے فعل کا اتباع کرنا یعنی جو کام رسول کرتے تھے وہی اختیار کرنا مگر اس حکم سے وہ افعال مستثنیٰ ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخصوص تھے اس آیت مین اللہ نے یہ حکم کر دیا کہ ہدایت کا طریقہ یہی ہے کہ نبی امی پر ایمان لاؤ اور اُسکی پیروی کرو اسکے سوا اور کوئی نجات کا طریقہ نہین ہو سکتا **ف** نبی امی کا ذکر ان محرف کتابون مین بھی موجود ہے جو آجکل نصاریٰ کے ہاتھ مین ہین اشعیا نبی کی کتاب کا ترجمہ جو کلکتہ مین سنہ ۱۸۴۴ء مین چھپا ہے اُسکے باب ۴۲ مین یہہ عبارت ہے۔

(۱۳) خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا (۱۶) اور اندھون کو اس راہ سے جسے وہ نہین جانتے

لیجاویگا (۱۷) تب وے پیچھے ہٹینگے اور نہایت پشیمان ہوں گے جو کہ ڈھلی ہوئی مورتون کا بہروسہ کرتے ہین
اور ڈھالے بتون کو کہتے ہین تم ہمارے الہ ہو (۱۹) اندھا کون ہے مگر میرا بندہ اور کون ایسا بہرا ہے جیسا
میرا رسول ہے جسے بھیجا کون مسلم کا سا اندھا اور عبد اللہ کا سا اندھا ہے۔

اس عبارت مین لفظ (اندھا) اور (بہرا) کسی ایسے لفظ کا ترجمہ ہے جو امی کے معنی ظاہر کرتا تھا۔
یہ ترجمہ مطبوعہ کلکتہ موجود ہے اور بجنسہ اسکی عبارت یہی ہے مگر پادریون نے جو اور ترجمے چھاپے
تو اس عبارت کو بالکل اڑا دیا۔

جناب حکیم مولوی سید محمد حسن صاحب امروہوی نے اپنے رسالہ شوکت اسلام مین اسی مقام کا ترجمہ
شاید عربی سے کیا ہے اور وہ نسخہ کتب خانہ کالج اجمیر مین موجود ہے انکے ترجمہ کی عبارت یہ ہے
(۹) اور مین نئی باتین بتاتا ہون اس سے پیشتر کہ واقع ہون (۱۰) خداوند کے لیے ایک نیا گیت گاؤ
اے تم جو سمندر پر گذرتے ہو اور تم جو اسمین بستے ہو اے بحری ممالک اور انکے باشندو تم زمین پر سرا سر اسی کو
محمد کہو (۱۲) بیابان اور اسکی بستیان قیدار کے آباد دیہات آواز بلند کرینگے سلع کی بستی والے ایک
گیت گائین گے پہاڑون کی چوٹیون سے للکارین گے (۱۳) خداوند کا جلال ظاہر کرینگے اور بحری ممالک مین
اسکی ثناخوانی کرینگے خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اسکائیگا وہ چلائیگا
ہان جنگ کے نعرے بلائیگا وہ اپنے دشمنون پر بہادری کریگا (۱۴) مین بہت مدت سے چپ رہا ہون مین
خاموش ہو رہا اور آپ کو روکتا رہا پر اب مین اس عورت کی طرح جسے درد زہ ہو چلاؤنگا اور ہانپونگا
اور زور سے ٹھنڈی سانس بھی لونگا (۱۵) مین پہاڑون اور ٹیلون کو ویران کر ڈالونگا اور ان کے
سبزہ زارون کو خشک کر دونگا اور انکی ندیان بستی کے لائق زمین بنادونگا اور تالابون کو سکھا دونگا
(۱۶) اور اندھون کو اس راہ سے جسے وہ نہین جانتے لیجاونگا مین انہین ان راستون پر جنسے وہ
آگاہ نہین لیچلونگا مین انکے روبرو تاریکی کو روشنی اور اونچی نیچی جگہون کو میدان کردونگا مین ان سے

سلہ یہ وہ زمانہ ہے جو قبل ظہور عہد داؤد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ میں فترت کا زمانہ ہے ۱۲

پیروی کریگا اور انکی نصرت کریگا (۱۸) وہ سمجھتے ہیں اور نہایت پشیمان ہوں جو کہ دی ہوئی مورتون کا
یہ سمجھتے ہیں اور نہایت ہو سکے بتون کو کہتے ہیں کہ تم ہمارے اللہ ہو ۔

(۱۸) سوا اسکے ہر واہ بتا کو اسے اللہ ہو (۱۹) اندھا کون ہے میرے بندے کی مثل اور کون ہے
میرے رسول کی مثال جسے میں بھیجونگا اندھا کون ہے میرے شبیہ والے کی مثال اندھا کون ہے
میرے عبداللہ والے کی مثال ۔

یہ دونون فقرے اگرچہ ایک ہی مقام کے ہیں مگر ان دونوں کی اصلیں مختلف ہیں بہرحال (انہ ا)
ترجمہ امی کا دونون میں موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام (عبداللہ) بھی موجود ہے

وَمِن قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ

اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ہے کہ حق کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں

ف یہ بیان اُن بنی اسرائیل کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مذہب یہود کو
چھوڑ کر مسلمان ہوگئے تھے جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ بیان اُن بنی
اسرائیل کا ہے جو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں تھے اگرچہ دین موسوی کی اصلی ہدایت پر قائم رہے تھے اور چونکہ اللہ نے بنی اسرائیل کے کافروں کا
ذکر کیا ہے انکے مقابلہ میں [illegible] نیک بندوں کا بھی ذکر کیا ان دونوں قولوں کے سوا اس آیت کی تفسیر میں ایک تیسرا قول
نہایت عجیب ہے چنانچہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں ایک خبر عجیب لکھی ہے وہ یہ ہے کہ ابن جریج سے
روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھکو یہ خبر ملی ہے کہ جب بنی اسرائیل نے انبیا کو قتل کیا اور کافر ہوگئے تو
انکے بارہ خاندان تھے ایک خاندان بنی اسرائیل کی ان حرکتوں سے بیزار ہوا اور انہوں نے اللہ سے
دعا مانگی کہ انکو ان سرکشوں سے جدا کر دے تو اللہ نے انکے لیے زمین میں ایک سرنگ کھول دی وہ
اس سرنگ کے راستے سے نکل گئے اور ملک چین کے پرے پہونچ گئے صاحب تفسیر کبیر نے اس
روایت پر اعتراض کیا ہے

وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا

اُمَمًا ط اور تقسیم کیا ہمنے انکو بارہ خاندان مین گروہ گروہ **ف** یعنی بنی اسرائیل کے ہمنے بارہ خاندان بنا دئے تھے بارہ خاندان حضرت یعقوب کے بارہ بیٹون کی اولاد تھی **وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا** ط اور وحی بھیجی ہمنے موسیٰ کی طرف جبکہ پانی مانگا اُس سے اُسکی قوم نے کہ مار اپنا عصا پتھر مین تو جاری ہوگئے اُسمین سے بارہ چشمے **ف** اس آیت کی مفصل تفسیر البقرہ مین گذرچکی یہ قصہ اُسوقت کا ہے جب بنی اسرائیل تیہ مین تھے اور پانی میسر نہ تہا تو سب نے حضرت موسیٰ سے پانی نہ ملنے کی شکایت کی حضرت موسیٰ نے اللہ کی وحی کی بموجب ایک پتھر مین عصا مارا اُسمین سے بارہ پر موافق عدد بارہ خاندانون کے جاری ہوگئے وہ پتھر اُنکے ساتھ رہتا اور بوقت ضرورت عصا مارکر اُس سے پانی نکال لیتے **قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ** ط بیشک جان لیا ہر گروہ نے اپنے پینے کا پانی **ف** یعنی بارہ چشمے جاری ہوگئے اور ایک ایک چشمہ ایک ایک خاندان کے لیے مقرر ہوگیا **وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى** ط اور سایبان بنا دیا ہمنے اُنپر بادل اور اُتارا ہمنے اُنپر من و سلویٰ **ف** ان سب مضمونوں کی تفسیر سورۂ بقرہ مین گذرچکی من سے مراد ترنجبین ہے اور سلویٰ کوئی پرندہ جانور تہا **كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ** ۝ کہا او پاکیزہ چیزون مین سے جو دینا ہمنے تمکو اور نہین ظلم کیا اُنہون نے ہمپر اور تھے وہ کہ اپنی جانون پر ظلم کرتے تھے **ف** یعنی ہمنے من و سلویٰ اُنکو دیکر حکم کیا کہ یہ طیبات کھاؤ اور اُسکے سوا اور بھی بہت سی نعمتین دین یعنی پتھر سے پانی جاری ہو جاتا تہا اُنکو دھوپ

ہو جاتی تھی اُنکے کپڑے کبھی میلے نہیں ہوتے تھے سر پر بادل کا سایبان تھا تاکہ دہوپ کی تکلیف
نہو یہ سب واقعات تیہ کے ہیں مگر اِن تمام نعمتوں کا بنی اسرائیل نے شکر ادا نہ کیا بلکہ ناشکری کی
اور اُن کی ناشکری سے کوئی مضرت ہمکو نہیں پہونچی بلکہ وہی مستحق عذاب بنے وَاِذْ قِیْلَ
لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ
شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓــٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اور جبکہ
کہا ہمنے سکونت کرو اس گاؤں میں اور اُسمیں سے کہاؤ جہاں چاہو اور کہو استغفار اور داخل ہو
دروازے میں سجدہ کرتے ہوے تو بخشدینگے ہم تمہاری خطائیں زیادہ کردینگے ہم نیکیوں کو
ف یہ قصہ اُسوقت کا ہے کہ جب بنی اسرائیل چالیس برس تک میدان تیہ میں سرگردان
رہ چکے اُسکے بعد اون کو حکم بیت المقدس میں جانیکا ہوا قریب ہو مرنیکے اُسکے نزدیک بیت المقدس
ہے وہاں قوم عمالقہ تھے اُنپر جہاد کرنے کا حکم ہوا تھا اور اللہ نے یہہ بھی حکم کیا کہ جب اُنپر فتح پا کر بیت المقدس
کے دروازہ میں داخل ہو تو اُسکی فتح کے شکر میں سجدہ کرو اور گناہوں کی مغفرت مانگو ہم تمہارے گناہ بخشدینگے
اور جو لوگ نیکی کرنے والے ہیں اُنکے اجر بڑہا دینگے یعنی ایک نیکی کے بدلے بہت سی نیکیوں کا ثواب
دینگے ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہہ عادت تھی کہ فتح کے بعد
اُسکے شکر میں خشوع وخضوع آپ کا بہت بڑھ جاتا تھا اور نوافل بھی پڑہا کرتے تھے چنانچہ فتح بدر کے بعد
جب مدینہ میں داخل ہوے تو غسل فرما کر آپ نے آٹھ رکعت نوافل پڑہے تھے جسکو بعض نے
صلوٰۃ ضحی سمجھا ہے اور بعض صلوٰۃ فتح کہتے ہیں اور سورۂ اِذَا جَآءَ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ
اللہ نے فتح مکہ کے بعد تسبیح اور استغفار کا حکم کیا اسی طرح بنی اسرائیل کو یہ حکم ہوا تھا کہ فتح کے بعد
بیت المقدس کے دروازہ میں داخل ہو تو شکر کا سجدہ کرو اور گناہوں سے مغفرت مانگ —

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝

تو بدل ڈالا اُنھون نے جو اُنمین ظالم تھے (اس حکم کو) اُس قول سے جو مخالف تھا اُس بات کے جو اُنسے
کہی گئی تھی تو بھیجا ہمنے اُنپر عذاب آسمان سے بعوض اُن ظلمون کے جو وہ کرتے تھے ف
یعنی اُنکو تو یہہ حکم ہوا تھا کہ اس فتح کی خوشی مین سجدہ کرو اور مغفرت کی دعا مانگو مگر اُنھون نے ذکر اور دعا
مغفرت کو چھوڑکر دنیا کی چیزین مانگین اور اللہ نے جو عبادت اور دعاے مغفرت کا حکم کیا تھا اُسکی تعمیل
نہ کی اور اللہ نے جو مغفرت اور اجر کا وعدہ کیا تھا اُسکی اُنھین کچھ بھی قدر نہوئی اور ثواب آخرت کی ذرا پروا
نہ کی بلکہ بجاے حطۃ کی حنطۃ کہا یعنی ذخیرہ کے واسطے گیہون طلب کرنے لگے اور اللہ کی رزاقی پر اعتقاد
نہ کیا جو اُس جنگل مین ہر روز اُنکو منّ و سلویٰ دیتا تھا۔ اس نافرمانی اور ناشکری کی وجہ سے ہمنے
اُنپر آسمان سے عذاب نازل کیا یعنی اُنپر ایسی وبا آئی کہ ایک ساعت مین ستّر ہزار مر گئے

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ

اور پوچھ اُنسے اُس بستی کا حال جو دریا کے کنارہ پر تھی جبکہ وہ نافرمانی کرتے تھے ہفتہ کے حکم مین جبکہ
آجاتی تھین اُنمین مچھلیان اُن کے ہفتہ کے دن اوپر آکر اور جس دن ہفتہ نہین ہوتا تھا تو مچھلیان اُن مین نہین
آتی تھین ف اب اللہ اپنے پیغمبر کو حکم کرتا ہے کہ تم اہل کتاب سے اُن بنی اسرائیل کا حال
پوچھو جو سمندر کے کنارہ رہتے تھے اور اللہ نے اُن کو سنیچر کے دن کی تعظیم کا حکم کیا تھا کہ اس دن
شکار مت کیا کرو مگر اُنھون نے جب دیکھا کہ ہفتہ کے دن مچھلیان اوپر تیرتی پھرتی تھین اور ہفتہ کے سوا
اور کسی دن نہین آتین تو اُنھون نے اللہ کے اس حکم مین نافرمانی کی یہہ قصہ داؤد علیہ السلام کے

زمانہ میں ہوا تھا اُس بستی کا نام ایلہ تھا جو سمندر کے کنارہ پر تھی مفصل تفسیر اسکی سورہ بقر میں گذر چکی یہ
حکم ہوا کہ اہل کتاب سے یہ قصہ پوچھو اس سے مقصود یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو یہ بات یاد آجاوے کہ
جسطرح اُن لوگوں پر سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا اور وہ مسخ ہو کر بندر ہو گئے تھے
اسی طرح اب جو وہ اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اور دین اسلام قبول نہیں کرتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
صفات جو توریت اور انجیل میں مذکور ہیں اُنکو چھپاتے ہیں کہیں ایسا سرکشی اور نافرمانی کے
وبال میں ان پر عذاب نازل ہو **كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ**
اسی طرح اُنکا امتحان کرتے تھے ہم اُن کے فسق کی وجہ سے **ف** وہ لوگ پہلے سے
فاسق تھے اور سنیچر کے دن شکار کرنے کے سوا اور نافرمانیوں میں پہلے سے مبتلا تھے اس فسق کی
اللہ نے انکو ایسے سخت امتحان میں مبتلا کیا کہ ہفتہ کے روز شکار سے منع کیا اور اسی دن مچھلیاں پانی
کے اوپر تیرنے لگتیں اور ہفتہ کے سوا اور دن نظر نہیں آتی تھیں یہ سخت امتحان اُنکے فسق کی
وجہ سے ہوا۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے اللہ اُسکے لئے دین و دنیا
آسان کرتا ہے اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ اُسکو دین و دنیا میں سخت امتحان میں مبتلا
کرتا ہے۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک لفظ (کذلک) پہلی آیت سے متعلق ہے یعنی (ویوم لا
یسبتون لا تاتیھم کذلک) یعنی جس دن ہفتہ نہیں ہوتا تھا تو اسطرح مچھلیاں نہیں آتی تھیں۔
وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ
مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا اور جبکہ کہا
ایک گروہ نے اُن میں سے کیوں نصیحت کرتے ہو ایسی قوم کو اللہ انکو ہلاک کرنے والا ہے
یا سخت عذاب دینے والا ہے **ف** بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسوقت اُس قوم کے
تین گروہ ہو گئے تھے ایک گروہ اس نافرمانی میں مبتلا ہوا تھا۔ دوسرا گروہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے

اور قائم تہا اور نافرمانون کو اس حرکت سے منع کرتا تہا ۔ تیسرا گروہ درمیانی تہا جو اس جرم کا مرتکب نہین ہوا کہ

درمیان نے نافرمانون کو اس حرکت سے منع بہی نہین کیا بلکہ وہ ناصحین کو نصیحت سے منع کرتے تھے اور یون کہتے تھے

کہ تم ان کو کیون نصیحت کرتے ہو یہ ہرگز نہ مانینگے اور اس نافرمانی کا وبال انپر ضرور آئیگا یا تو اللہ ان کو

دنیا مین سخت عذاب نازل کرکے ہلاک کر دیگا اور اگر ان پر دنیا مین عذاب نازل ہوا تو آخرت مین سخت عذاب مین

مبتلا ہونگے ۔ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

اونہون نے کہا کہ (ہم ان کو نصیحت کرتے ہین) تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لئے اور شاید

وہ پرہیزگار ہو جاوین ف جنہون نے نصیحت کو منع کیا انکو ناصحین نے یہ جواب دیا کہ ہم ان کو دو سبب سے

نصیحت کرتے ہین ایک یہ کہ ہمین قیامت کے دن ہمسے یہ مواخذہ ہو کہ تم نے امر معروف مین کمی کی تہی اور اس مواخذہ

کے جواب مین ہمارا یہ عذر پیش ہو سکے کہ جہانتک ہمسے ہو سکا ہم منع کرتے رہے اور دوسرا سبب نصیحت کا یہ ہے

کہ شاید وہ سمجھ جاوین اور راہ راست پر آ جاوین اور اللہ کے حکم کی اطاعت اختیار کرین اور [illegible]

ایسے ہی ہم کہتی فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىِٕيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ

پس جب بہول گئے نصیحت کو جو دی گئی تہی انکو تو ہم نے بچا لیا [illegible] کو جو منع کرتے تہے برائی سے اور پکڑا ظالمون کو بُرے

عذاب مین انکے فسق کی وجہ سے ف نصیحت کے بہولنے سے یہان مراد [illegible]

اور عمل نہین کیا جو نصیحت کی ان بہلون کو کہ [illegible] کیا اور لغو [illegible]

پس درحقیقت وہ ایسے ہو گئے تہے کہ نصیحت کو اسطرح چہوڑ دیا جیسے بہولنے والا چہوڑ دیتا ہے ۔ یعنی جب انہون

نصیحت نہ مانی تو اللہ نے انکے فسق کی وجہ سے انپر سخت عذاب نازل کیا اور جنہون نے نصیحت کی تہی

انکو نجات دی اور اون ظالمون کے عذاب اور ناصحین کی نجات کا ذکر کیا اور تیسرا فرقہ درمیانی جو ساکت تہا

اوسکے ذکر سے سکوت کیا ۔ بعض جنہون نے ان لوگون کے [illegible] کی بابت کہا ہے [illegible]

سکوت کیا نہ برائی کی نہ بھلائی انکی حالت سے بھی سکوت رہا ۔ با ایں ہمہ ائمہ مفسرین میں اختلاف ہے ۔
اور درمیانی فریق کی جو ساکت رہا تھا کیا حالت رہی وہ بھی عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے یا عذاب سے بچ گئے
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ علی بن طلحہ نے ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ وہ بستی ایلہ تھی جو
مصر اور مدینہ کے درمیان میں سمندر کے کنارہ پر واقع تھی اللہ نے اونپر سنیچر کے دن مچھلیاں پکڑنا حرام کیا تھا ۔
اور اسی دن مچھلیاں کثرت سے خود بخود کنارہ پر آجاتی تھیں اور جب وہ دن گذر جاتا تو پھر مچھلیاں اونکے قابو میں نہ
آتی تھیں ایک مدت تک یہی حالت رہی پھر کچھ لوگوں نے سنیچر کے دن مچھلیاں پکڑنا شروع کیں ایک فریق نے اس
نافرمانی سے منع کیا اور کہا کہ سنیچر کے دن مچھلیاں مت پکڑو اس دن اللہ نے شکار حرام کر دیا ہے مگر وہ فریق جو
نہ مانا کیونکہ نصیحت سے اونکی سرکشی اور بڑھتی ۔ ایک مدت تک یہی حالت رہی پھر تابعین میں بعض نے نصیحت بند کی
اور دوسرے نصیحت کرنے والوں سے کہا کہ ان نافرمانوں کی تقدیر میں عذاب ہی مقرر ہو چکا ہے یہ ہرگز نہ مانیں گے
انکو نصیحت بے سود ہے اس فریق کو بھلا پایا اور اس فریق سے جنہوں نے نصیحت جاری رکھی تھی اون نافرمانوں پر زیادہ
غصہ تھا اور اوسی غصہ کے جوش میں سخت بیزار ہو کر اونہوں نے نصیحت بند کی اور دوسروں سے بھی نصیحت کرنے کو
منع کیا دوسرے فریق نے جو نصیحت پر قائم تھے یہ جواب دیا کہ ہم اس لئے نصیحت جاری رکھتے ہیں کہ امر معروف ہے
کی کرنے کا حکم ہے تاکہ موافذہ نہ ہو اور شاید اللہ ان کو توبہ نصیب کرے ۔ یہ دونوں فریق تابعین میں سے تھے اور جب اللہ
کا عذاب آیا تو ان دونوں فریقوں نے نجات پائی اور فقط وہ فریق عذاب میں مبتلا ہوا جو مرتکب نافرمانی کا تھا ۔ اسی پر
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حماد بن زید نے بواسطہ داؤد بن حسین روایت کی ہے کہ عکرمہ کہتے تھے کہ ابن عباس کا اول یہ قول تھا
کہ مجھے معلوم نہیں کہ جو فریق نصیحت سے منع کرتا تھا اوس نے نجات پائی یا نہیں ۔ مدت تک وہ اسی قول پر قائم
رہے آخر میں نے اونکو سمجھا دیا کہ اوس فریق نے نجات پائی تو اس کے انعام میں مجھکو اونہوں نے ایک حلہ عنایت کیا
پھر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبد الرزاق نے بطریق ابن جریج کے عکرمہ سے یہ روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایک
روز میں ابن عباس کے پاس گیا قرآن انکی گود میں تھا اور وہ رو رہے تھے ۔ اس حالت کو دیکھ کر دل میں نے

اونکے پاس جانے مین تامل کیا پھر جب دیکھا کہ اونکی یہی حالت رہی تو آخر مین اونکے پاس گیا تو مین نے پوچھا کہ
اللہ مجھکو آپ پر فدا کرے آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے تو ابن عباس نے کہا یہ ورق مجھکو رولاتے ہین وہ
ورق سورۂ اعراف کے تھے پھر ابن عباس نے پوچھا کہ تو ایلہ کو جانتا ہے مین نے کہا ہان جانتا ہون تو
ابن عباس نے کہا کہ اوسمین یہود کا ایک گروہ تھا اونپر ہفتہ کے دن مچھلیان آتی تھین اور اونکا شکار آسان
ہوتا تھا اور دن نہ آتی تھین بڑی محنت اور مشقت سے پکڑی جاتی تھین۔ ایک مدت تک یہی حالت رہی
پھر شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ اللہ نے ہفتہ کے دن مچھلیون کے کھانے سے منع کیا ہے پکڑنے سے منع نہین
کیا۔ چنانچہ ایک گروہ نے یہ رائے ٹھہرائی کہ ہفتہ کے دن مچھلیان پکڑو اور دوسرے دن کھاؤ۔ دوسرے
گروہ نے کہا کہ جسطرح ہفتہ کے دن کھانا منع ہے اسی طرح پکڑنا اور شکار کرنا بھی منع ہے یہی اختلاف تھا کہ جمعہ کا دن
گذر گیا ہفتے کی صبح کو ایک گروہ مع اپنی عورتون اور بچون کے شکار کے لئے پہونچا دوسرا گروہ جو مانع تھا اون سے
جدا ہوکر داہنی طرف چلا گیا۔ اور تیسرا گروہ اون سے جدا ہوکر بائین طرف چلا گیا۔ اور ساکت رہا۔ جو گروہ داہنی
طرف چلا گیا تھا اوس نے کہا کہ ایسا کام کیون کرتے ہو جس سے اللہ کا عذاب نازل ہو۔ جو لوگ بائین طرف تھے
اونھون نے کہا کہ تم ایسے لوگون کو کیون نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرے گا یا عذاب شدید مین مبتلا کریگا
اس کے جواب مین داہنی طرف کے گروہ نے کہا کہ اگر یہ لوگ ہماری نصیحت مان لینگے اور شکار سے باز رہینگے
تو بہت اچھا ہے بسبب اس کے کہ عذاب سے بچ جاوینگے اور اگر نہ مانینگے تو ہماری نصیحت اللہ کے سامنے
ہماری طرف سے عذر ہو جاوے گی۔ پھر داہنی طرف کے گروہ نے شکار کھیلنے والے نافرمانون سے کہا کہ اے
خدا کے دشمنو آج رات مین تم پر عذاب نازل ہوگا اور صبح تک زمین مین دہنس جاوگے یا کہین پتھر برسینگے یا اور
کوئی اور عذاب آویگا۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو وہ شکار کھیلنے والے بندر ہوگئے وہ اپنے قرابت والون کے
پاس جاتے تھے اور اون کے قرابت والے اونکو نہین پہچانتے تھے مگر وہ اونکے کپڑے سونگھتے تھے
اور روتے تھے۔ اور جب صبح فریق اون سے کہتا تھا کہ ہمنے تو پہلے ہی منع کیا تھا تو وہ

صرف ہلاک کا اشارہ ہے کہتے ہیں کہ اول پہلے کہا تھا ابن عباس نے بعد اس کے جب یہ آیت انجینا الذین ینہون عن السوء واخذنا الذین ظلموا

بعذاب بئیس) پڑہی اور کہا کہ الذین ینہون (بچاؤ ان کو) جس فریق نے نصیحت کی تھی وہ عذاب سے بچ گئے تھے

اور یہ کیا معلوم ہوا کہ جو فریق ساکت رہا تھا اس کا کیا حال ہوا اور ہماری بڑی یہ حالت ہے کہ ہم لوگوں کو گناہ کر

تے دیکھتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں ۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا کہ اے ابن عباس اللہ مجھ کو

تمہارا فدیہ بنا دے ۔ کیا تم یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ ساکت فریق بھی اون لوگوں کو برا جانتا تھا اور شکار کرنے

والوں سے جدا ہو گیا اور اون سے یہ کہا تھا کہ اون نافرمانوں کو کہ اللہ ہلاک کرے گا انہیں کیوں نصیحت کرتے

ہو یہ سنکر ابن عباس سمجھ گئے اور اون کے انعام میں مجہ کو دو کپڑے دئے اور ساکت فرقہ کے بچ جانے کا حکم کیا ۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جو لوگ ساکت تھے وہ بھی عذاب میں مبتلا ہوئے تھے ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ قول بھی

ابن اسحاق نے بواسطہ عکرمہ ابن عباس سے نقل کیا ہے ۔ ابن عباس کہتے تھے کہ وہ لوگ تین فرقے تھے ایک فرقہ

اس نافرمانی میں مبتلا ہوا دوسرا فرقہ نصیحت کرتا تھا تیسرا فرقہ نصیحت سے منع کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ (لم

تعظون قوما اللہ مہلکہم) عذاب سے صرف اوسی فرقہ نے نجات پائی جو منع کرتا اور ناصح تھا اور اوس کے سوا

دونوں فرقے جو باقی تھے وہ سب ہلاک ہوئے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اگرچہ ابن عباس سے یہ روایت سند

جید سے ثابت ہے مگر پہلے ... کہ آخر میں ابن عباس نے اس قول کو چھوڑا دوسرا قول اختیار کیا

فلما عتوا عن ما نہوا عنہ قلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین

پس جب انکار کیا انہوں نے اون کے (چھوڑنے سے) جس سے وہ منع کئے گئے تھے تو ہم نے اونکو

حکم کیا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل حالت میں ف یعنی نافرمانی کی وجہ سے ہم نے اون کو بندر بنا دیا ۔ یہ جو اللہ

فرمایا کہ ہم نے اون سے کہا کہ بندر ہو جاؤ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اونکو مسخ کر کے بندر بنا دیا یہ مراد نہیں

کہ بندر بننے کا حکم کیا تھا کیونکہ بندر بننا اون کے اختیار میں نہ تھا ۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ سچ مچ

بندر بن گئے تھے اور اون کے دُم بھی تھی ۔ اور بندر بننے کے بعد تین دن میں سب ہلاک ہو گئے نہ وہ

کلام کرتے تھے مگر صورت بدل گیا پایا قرآن میں اس کی تفصیل اور عذاب الٰہی سے جو شخص مسخ ہوتا ہے اس کا
یہی حال ہوتا ہے ۔ ابن کثیر نے تفسیر میں ابن جریر سے سدی سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ لوگ اول
سے دریا کے کنارے گڑھے کھود لیتے تھے اور ہفتہ کے دن [illegible] پانی آنے کی گزرگاہ
بنا دیتے تھے ہفتہ کے دن اس راہ کو جاری کر دیتے تھے اور پانی ان گڑھوں میں آ جاتا تھا
اس کے ساتھ مچھلیاں بھی آ جاتی تھیں اور پانی لوٹتا نہ تھا کی وجہ سے نکل نہیں سکتی تھیں اتوار کے
دن ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے تھے [illegible] جو لوگ ان کے پکڑنے سے منع کرتے تھے ان سے کہتے تھے
کہ ہم نے [illegible] ہفتہ کے دن [illegible] پکڑا اور [illegible] کہتے تھے کہ [illegible]
[illegible] ان کو [illegible] اس روایت سے معلوم ہوا کہ [illegible]
[illegible] آخر الامر [illegible]
[illegible] بیان کیا ہے [illegible]
امام ابو عبداللہ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
کہ [illegible] قول ہے کہ اس روایت [illegible] سند [illegible] کیا ہے
اور [illegible] اگر کسی کو [illegible] ہو کہ [illegible]
پھر [illegible] سے کیا ہوا [illegible]
انھیں کی حالت کی مناسب [illegible] عذاب [illegible] ان کی طبیعت اور [illegible]
[illegible] انسانی حیثیت کی [illegible]
فطرت اور طبیعت کے خلاف ہے ۔ اس آیت کی تفسیر [illegible] قول [illegible]
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن ابی حاتم اور ابن جریر [illegible] نقل کیا ہے

کہ اُنکے جسم بندر کی صورت کے نہیں بنے تھے بلکہ دل مسخ ہو گئے تھے اور اُن کا بندر ہو جانا اللہ نے بطور مثال کے بیان کیا ہے جیسے اللہ نے اہل کتاب کو گدھے سے تشبیہ دی ہے اور یوں فرمایا ہے کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ اس قول کی بموجب مسخ باطنی ہوا تھا ظاہری نہیں ہوا تھا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ قول غریب ہے اور خلاف ظاہر ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مجاہد نے جو یہ کہا کہ اُنکے دل مسخ ہو گئے تھے اسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے اُن کے دلوں پر مُہر لگا دی تھی اور وہ حق کے سمجھنے کے لائق نہیں رہے تھے جیسے بندر میں سمجھنے کی لیاقت نہیں ہوتی پھر اسی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ مسخ باطنی مراد لینا بہت بعید نہیں اسلئے کہ جو شخص اپنی جہالت کی وجہ سے کسی ظاہر اور کھلی ہوئی بات کو نہیں سمجھتا اُسکو عرف میں گدھا اور بندر کہا کرتے ہیں اور اس وجہ سے یہ معنی بھی مطابق عرف کے ہیں اور اسکے ماننے میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی مگر جب مسخ ظاہری بھی اللہ کی قدرت کے مقابلے میں ممکن ہے محال نہیں پھر کوئی ایسی تاویل خلاف ظاہر اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۚ اور جبکہ خبر دی تیرے رب نے کہ البتہ مسلط کریگا اُن پر قیامت تک اُس شخص کو جو پہونچا دے گا اُنہیں سخت عذاب **ف**

مراد اس سے یہود ہیں جنہوں نے دین کو بدل دیا اور سرکش اور نافرمان ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اپنی گمراہی پر قائم رہے اور ایمان نہ لائے اور اُن میں جو مسلمان ہوگئے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت تک وہ ذلیل رہینگے اور ہمیشہ اُن پر کوئی ایسا زبردست مسلط ہوگا جو اُنکو سخت تکلیف پہونچاتا رہے گا چنانچہ جب یہود کی حالت دیکھی جاتی ہے تو اللہ کی اس خبر کی بیشک تصدیق ہوتی ہے کبھی اُنکو سلطنت کسی ملک کی نصیب نہیں ہوئی ہمیشہ زیر دست بادشاہوں کے پسے رہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ خود حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے اون پر جزیہ مقرر کیا تھا جو سات برس تک یا تیرہ برس تک لیا اور سب سے پہلے جزیہ کا طریقہ انہین کی ایجاد ہے پھر یونانی اور کسرانی اور کلدانی بادشاہ انکو سخت مجبور کرتے رہے تمام انکے ملک کو غارت کیا اور انکے جوانون کو قتل کیا عورتون بچون کو قید کر لیا اور ان پر جزیہ مقرر کیا چنانچہ اسوقت سے مجوس کو جزیہ دیتے تھے اور یہی جزیہ زمانہ اسلام تک وہ مجوس کو دیتے رہے پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بھی جب انہون نے ہدایت قبول نہ کی تو ایک قبیلہ بالکل قتل کیا گیا دوسرا جلاوطن ہوا اور جزیہ مقرر ہوا اسکے بعد بھی اسوقت تک ان کو کوئی شوکت اور قوت نصیب نہین ہوئی نہ انکا کوئی خاص ملک ہے ہمارے زمانہ مین شاہ روس نے انکو سخت مصیبت مین مبتلا کیا کئی لاکھ یہودی ملک روس سے جلاوطن کر دئے اور جو اس ملک مین باقی ہین وہ بڑی بڑی مشکلون مین مبتلا ہین اور جو وہان سے نکالے گئے ہین ان کو اور ملک والے بھی قبول نہین کرتے بلکہ ایسے مظلوم سمجھے ہوئے ہین اب روس مین جو آفت یہودیون پر آج کل آئی ہے یہ قرآن کی خبر سچی ہوئی اور قیامت تک وہ ہمیشہ اسی ذلت مین رہینگے اور آخر مین یہودی دجال کے ساتھ ہونگے اور مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر ان کو قتل کرینگے یہ سب خبر منجملہ اخبار غیب کے ہے اور مطابق واقع ہونے کے سبب سے حقیت قرآن کی دلیل ہے اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ

بیشک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ف یعنی اللہ جلد عذاب کرنے والا ہے چنانچہ یہودیون کو یوم آخرت سے پہلے دنیا مین بھی ذلت کے عذاب مین مبتلا کر دیا اور ہمیشہ اسی طرح کوئی نہ کوئی بادشاہ ان پر مسلط ہوتا رہتا ہے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اسکی رحمت اور بخشش انکے لئے ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرین اور ایمان لاوین چنانچہ اہل کتاب مین سے جو مسلمان ہو گئے تھے وہ اس ذلت سے بچ گئے وَقَطَّعْنٰهُمْ

فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ
دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ اور تفرق کر دیا ہمنے اُن کو زمین میں گروہ گروہ اُنھیں سے صالحین
ہیں اور اُن میں سے اسکے خلاف ہیں ف یعنی یہودیوں کو ہمنے ایک جگہ جمع نہ کیا بلکہ ٹکڑے
ٹکڑے کرکے تمام جہان میں پھیلا دیا تاکہ ایک دوسرے کی مدد نکر سکیں اور قومی اتفاق سے
شوکت نہ حاصل کریں چنانچہ آج تک یہودیوں کا کوئی ایک ملک خاص نہیں بلکہ تھوڑے تھوڑے
ہر ملک میں ہیں اور جب ایک ملک والوں پر کوئی آفت آتی ہے تو دوسرے ملک والے کچھ اسکی
مدد نہیں کر سکتے صالح تھے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت موسیٰ کے زمانے میں اور اُنکے بعد ہدایت
حق پر قائم تھے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو اُن پر ایمان لائے اور زمانہ اسلام میں
مسلمان ہوگئے۔ حاصل یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں سے بعض صالحین تھے بعض غیر صالح۔
وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ
اور امتحان کیا ہمنے اُن کا نعمتوں میں اور مصیبتوں میں تاکہ وہ (حق کی طرف) رجوع کریں ف
یعنی ہمنے یہودیوں کو کبھی نعمتیں دیں تاکہ اُسکے شکر میں اللہ کو یاد کریں کبھی مصیبتیں دیں تاکہ اُسکے
دور ہونے کے لئے اللہ کی طرف رجوع کریں ہر طرح اُن کو اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع دیا اور
اور کوئی عذر اُنکے لئے باقی نہ چھوڑا مگر وہ نہ سمجھے اور سرکشی سے باز نہ آئے فَخَلَفَ مِنْۢ
بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ
عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ
اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ط پھر قائم ہوئے اُنکے بعد
بُرے جانشین کہ وارث ہوئے کتاب کے اور اختیار کرتے ہیں مال اس کمینی دنیا کا اور کہتے ہیں
بخشا جاوے گا ہمارے لئے اور اگر آتا ہے مال اُسکی مثل تو لے لیتے ہیں ف یعنی حضرت

موسیٰ کے بعد تو بنی اسرائیل میں بعض اچھے تھے بعض برے مگر انکے بعد برے لوگ کتاب یعنے
توریت کے وارث ہوے اس سے وہ علماے یہود مراد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانے میں تھے انکا حال اللہ نے یوں بیان کیا کہ وہ دین کے مقابلہ میں دنیا کو اختیار کرتے ہیں
اور رشوت لیکر خلاف کتاب حکم کرتے ہیں اور جب رشوت لیتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارے
اس گناہ کو بخشدے گا حالانکہ اس گناہ کو چھوڑتے نہیں جب دوبارہ اسیقدر دنیا کا مال ان کو
رشوت میں پیش کیا جاتا ہے تو پھر قبول کر لیتے ہیں یعنی کبیرہ گناہ پہ انکو اصرار ہے توبہ نہیں
کرتے تھے اور اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا گناہ بخشا جاے گا مسلمانوں کا یہ قول ہے
کہ مرتکب کبیرہ اگر بے توبہ مر جاے تو اللہ کو اختیار ہے کہ چاہے بخشے چاہے عذاب کرے مگر
یہود توبہ نہیں کرتے تھے اور اپنے گناہوں کی مغفرت کا یقین رکھتے تھے اور پھر رشوت لینے کو
تیار تھے أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا
يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ
کیا نہیں لیا گیا انپر عہد کتاب میں کہ نہ کہیں اللہ پر مگر حق اور پڑھ لیا ہے انہوں نے جو کتاب میں ہے
ف یعنی توریت میں یہ حکم تاکید کے ساتھ موجود ہے کہ اللہ پر بجز حق کے کچھ نہ بولو
اور جس چیز کو اللہ نے حلال کہا ہے اسکو حرام مت کہو اور جس چیز کو حرام کہا ہے اسکو
حلال مت کہو اور اس حکم کو علماے یہود کتاب میں پڑھتے ہیں پھر بھی رشوت لیکر خلاف حق
حکم دیتے ہیں اور بعض کے نزدیک [illegible]
اور مغفرت کا یقین رکھتے ہیں وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ
يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ اور دار آخرت اچھا ہے ان کے لئے
جو پرہیزگار ہیں کیا تم سمجھتے نہیں ف یعنی جو لوگ دنیا کی طمع میں مبتلا ہوتے ہیں اور

رشوت لیکر خلاف حق حکم کرتے ہین وہ اپنی آخرت خراب کرتے ہین حالانکہ اہل تقوی کے لیے آخرت کا
گھر اس دنیا سے بہتر ہے کیا تم اتنی بات بھی نہین سمجھتے جو دنیا کی طمع مین اپنی آخرت خراب
کرتے ہو وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ط
اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ اور جو لوگ مضبوط پکڑتے ہین کتاب کو اور
قائم کرتے ہین نماز کو ہم برباد نہین کرتے نیکون کا اجر ف یعنی آخرت کی بھلائی متقیون کے
لئے ہے اور اُن کے لئے ہے جو اللہ کی کتاب کو مضبوط پکڑتے ہین یعنی اُسکے احکام کے
پابند ہین اور نماز کو قائم کرتے ہین پھر اللہ فرماتا ہے کہ ہم نیکی کرنے والون کے عمل برباد نہین
کرتے ضرور اُن کی نیکی کا اجر دیتے ہین اس بیان سے پہلے مضمون کی تاکید ہوگئی۔ اگرچہ احکام
کتاب مین اقامت صلوۃ بھی شامل تھی مگر اُس کی تخصیص اسلئے کی کہ ایمان کے بعد تمام عبادت مین
نماز کا مرتبہ بڑا ہے وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ
ظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ط اور جبکہ اُٹھایا ہمنے پہاڑ اُنکے اوپر گویا کہ وہ چھت تھا
اور جان لیا اُنہون نے کہ وہ اُن پر گرنے والا ف ابن کثیر نے لکھا ہے کہ نسائی نے ابن
عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم توریت کے
احکام قبول کرو تو وہ احکام بنی اسرائیل کو سخت معلوم ہوئے اور اُسکے قبول کرنے سے
انکار کیا تو اللہ نے پہاڑ کو سائبان کی طرح اُنکے سر پر پہونچا دیا اسکی تفسیر مین ابن عباس نے
کہا ہے کہ فرشتون نے پہاڑ کو اُٹھا کر اُنکے سر پر پہونچا دیا مفصل قصہ اس کا سورہ بقرہ مین
گذر چکا خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۵ (اور کہا ہمنے) پکڑو جو دیا ہے ہمنے تمکو مضبوطی اور یاد رکھو
اسکو جو اسمین ہے تاکہ تم (برائی سے) بچو ف یعنی موسیٰ کے واسطہ سے ہمنے

اُن سے یون کہا کہ ہمنے جو تمکو توریت دی ہے اسکو مضبوط پکڑ لو یعنی اُسکے احکام کی پابندی کا پکا عہد کرو اور جو کچھ اُسمین ہے اُسکو عمل کرنے کے لیئے یاد کر لو تاکہ بُرائیان تم سے چھوٹ جائین ورنہ یہہ پہاڑ تمہارے سر پر گرتا ہے اور اگر تم اس پر عمل کروگے تو برائیان تم سے چھوٹ جائین گی اور تمہارے سب کام نیک ہو جائینگے **ف** مفسرین نے لکہا ہے کہ بنی اسرائیل نے یہہ حالت دیکھکر احکام توریت کو قبول کر لیا اس لیئے پہاڑ اُن پر گرنا ملتوی ہو گیا۔ اس زمانہ مین بعض لوگ جو امور خوارق سے انکار کرتے ہین وہ پہاڑ کا زمین سے اُکھڑکر ہوا مین معلق ہو جانا اور سائبان کی طرح بنی اسرائیل کے سر پر آجانا تسلیم نہین کرتے بلکہ یون کہتے ہین کہ نتق کے معنے ہلا دینے کے ہین اور ظلہ کے معنی سایہ ڈالنے والی چیز کے ہین بنی اسرائیل جو خدا کے حکم سننے کو گئے تھے کوہ طور کے نیچے کھڑے ہوئے تھے پہاڑ اُن کے سر پر نہایت اونچا اُٹھا ہوا تھا وہ اُسکے سایہ کے تلے تھے اور طور بسبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلہ مین تھا جس کے سبب وہ گمان کرتے تھے کہ اُنکے اوپر گر پڑیگا اس حالت کو خدا ے تعالیٰ نے سورہ بقر مین یون کہا وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ اور سورہ اعراف مین یون بیان کیا وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ۔ اس مین کوئی عجیب بات نہین۔

یہہ تقریر منکرین خوارق کی ہے مگر یہہ اُنکی غلط فہمی بلکہ قرآن کی تحریف ہے قرآن کے الفاظ اس معنی کو ہرگز قبول نہین کرتے بلکہ وہی معنی ثابت ہوتے ہین جو تمام مفسرین نے لکھے ہین اور اس کی چند وجوہ ہین

اول یہہ کہ سورہ بقر مین اللہ نے یون فرمایا ہے وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ اور بلند کیا تمہارے اوپر طور کو بلندی کوہ طور کو پہلے ہی سے حاصل تھی مگر اللہ نے یہہ فعل جو بنی اسرائیل سے کہا کہ ہم نے تمہارے اوپر طور کو بلند کیا یہہ سیاق اس بات کی دلیل ہے کہ یہہ بلندی اُس دائمی بلندی کے علاوہ تھی جو خاص بنی اسرائیل

کہے لیے گئی اس لئے کہ صیغہ فعل کسی بات کا نیا نیا ہونا ثابت کرتا ہے۔

دوسرے یہ کہ نتق کے معنی فقط اٹھانے کے نہیں بلکہ ہلا کر جدا کرنے یا اکھاڑ کر پھینکنے کے ہیں قاموس اور صراح وغیرہ کتب لغت اور تفسیر کبیر میں اسکی تحقیق لکھی ہوئی ہے پس سورۂ اعراف میں جو اللہ نے نتقنا فرمایا ہے اسکی اصل معنی موافق لغت کے یہ ہیں کہ زمین سے جدا کرکے اونچا کر دیا۔

تیسرے ظلہ کے معنی فقط سایہ دار اٹھنے والی چیز کے نہیں بلکہ ظلہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ چھت یا سائبان کی طرح سر کے اوپر چھا جاوے تفسیر کبیر میں ظلہ کی جو مثالیں لکھی ہیں وہ یہ ہیں سقف بیت یعنی گھر کی چھت سحاب یعنی بادل۔ جناح حائط یعنی چھجا۔ سید احمد خان نے غلطی سے جناح حائط کے معنی اٹھا دار کی دیوار کے سمجھ لئے۔ حائط کے معنی دیوار کے ہیں اور نفائس اللغات میں لکھا ہے کہ چھجے کو عربی میں جناح کہتے ہیں اور فارسی میں باران گیر۔ اور اس صورت میں اصلی معنی آیت کے یہ ہوئے کہ پہاڑ کو اکھیڑ کر اٹھا لیا انکے اوپر کر دیا جیسے چھت ہوتی ہے۔

چوتھے یہ کہ کوہ طور کا آتش فشاں ہونا ثابت نہیں ہوا فقط اس آیت کے معنی بدلنے کے لئے اسکو آتش فشاں فرض کیا گیا ہے۔

پانچویں یہ کہ بالفرض اگر کوہ طور آتش فشاں پہاڑ ہوتا اور اس وقت آتش فشانی کی وجہ سے اس میں حرکت ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ بنی اسرائیل اسکے سایہ میں ٹھہر سکتے بلکہ جس پہاڑ کی ایسی حالت ہوتی ہے اسکے قریب دور تک کوئی جاندار نہیں جا سکتا۔

چھٹے یہ کہ تنزیل قرآن کے وقت سے اس وقت تک کسی نے اس آیت کے یہ معنی نہیں لکھے جو حضرات نیچریہ کہتے ہیں پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تیرہ سو برس سے جتنے صحابہ اور تابعین اور علمائے مفسرین گذرے ہیں وہ سب غلطی پر تھے اور آج ایک شخص پر اس آیت کے اصلی معنے ظاہر ہو گئے۔ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ

ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ۝ اور جبکہ نکال تیرے رب نے بنی آدم سے (یعنی) اُنکی پشتون سے اولاد اُن کی اور گواہ بنایا اُنکو اپنی جانون پر (یہہ کہکر) کہ کیا مین تمہارا رب نہین ہون اُنھون نے کہا کہ ہان تو رب ہے (تاکہ ایسا نہو) کہ تم کہہ دو قیامت کے دن کہ ہم اس سے بیخبر تھے - أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝ یا تم یون کہہ دو کہ یہی ہے کہ شرک ہمارے باپ دادا نے پہلے سے کیا تھا اور ہم اُن کی نسل ہین اُنکے بعد ہوئے (اے اللہ) کیا تو ہلاک کرتا ہے ہمکو اُس گناہ پر جو بدکارون نے کیا تھا -

ف بیضاوی نے ترجمہ یون کیا ہے کہ بنی آدم کی پشتون سے اُنکی اولاد نکالی -

شہاب نے حاشیہ بیضاوی مین لکھا ہے کہ اخراج سے مراد نکالنا اور موجود کرنا ہے اول مین بنی آدم فرمایا پھر اُسکی تفسیر مین من ظہورہم فرمایا اس سے یہہ حاصل ہوا کہ بنی آدم سے اُنکی اولاد کو اسطرح نکالا کہ اُنکی پشتون سے درجہ بدرجہ سب روحین نکالین جو قیامت تک پیدا ہونگی پھر اُن روحون سے اللہ نے یون خطاب کیا کہ کیا مین تمہارا رب نہین ہون انھون نے کہا ہان اے اللہ تو ہمارا رب ہے شہدنا کے معنی ہین (ہم گواہ ہین) اگر یہہ قول اللہ کا مانا جاوے تو معنی یہ ہونگے کہ اللہ فرماتا ہے کہ ہم اولاد آدم کے قول پر گواہ ہو گئے اور [illegible] اور اگر یہہ قول اولاد آدم کا مانا جاوے تو مطلب یہی ہے کہ بنی آدم نے کہا کہ اے اللہ ہم تیری ربوبیت کی گواہی دیتے ہین اس صورت مین تقولوا شہدنا کا یہ ہوگا اللہ فرماتا ہے کہ یہہ اقرار تمسے اس لئے لیا کہ قیامت کے دن اُنکو یہہ عذر نہو کہ اے اللہ ہم تیری ربوبیت سے بیخبر تھے اور یہہ عذر بھی نہ چلے کہ شرک ہمارے باپ دادا نے

ایجاد کیا تھا ہم اُسکے موجد نہ تھے بلکہ فقط مقلد تھے اس عذر کے مقبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کی
ہدایت معلوم ہو چکی تھی اسمیں تعجب کیوں کی آدم کی اولاد آدم کی پشت سے نکلی ہوگی پھر بنی آدم کی ذریت بنی آدم کی
پشت سے نکلی ہوگی مگر آیت میں آدم کا ذکر نہیں اسکی وجہ مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ بنی آدم سے
مجازاً کل نوع انسان مراد ہے جسمیں آدم بھی شامل ہیں اور بعض کا قول ہے کہ آدم کے ذکر کی
ضرورت نہ تھی اسلئے کہ بغیر ذکر آدم کے بھی یہ بات ظاہر ہے کہ آدم کی اولاد آدم کی پشت سے
نکلی ہوگی آدم سے لیکر آخر تک تمام اولاد آدم اپنے اپنے باپ کی پشت سے اُسی ترتیب کے
ساتھ نکلی جس طرح دنیا میں پیدا ہوئی وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَ
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ اور اسی طرح تفصیل کرتے ہیں ہم آیتوں کی اور تاکہ وہ رجوع
کریں ف یعنی میثاق الست کی تفصیل جو ہم نے بیان کی اسکی وجہ یہ ہے کہ ہماری عادت
یہ ہے کہ ہر امر کو اسی طرح تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں اسکے علاوہ دوسری وجہ یہ ہے کہ
شاید عہد میثاق کی خبر سنکر کفر کو چھوڑیں اور حق کی طرف رجوع کریں ۔ اس مقام پر اول یہودیوں کو
وہ باتیں یاد دلائیں جو ان سے مختص تھیں اور پھر عہد میثاق یاد دلایا جس میں یہود اور ان کے سوا
سب انسان شامل تھے ۔ اس آیت میں دو باتیں ہیں ایک اولاد آدم کا نکالنا دوسرے
اُن سے عہد لینا ۔ پہلی بات یعنی اولاد آدم کو آدم کی پشت سے نکالکر اُنکے سامنے پیش کرنا
بہت سی صحیح حدیثوں میں بھی مذکور ہے بلکہ بعض محدثین نے اس مضمون کے متواتر ہونے کا دعویٰ
کیا ہے ۔ امام مالکؒ نے موطا میں اور اُنکے سوا اور بہت سے محدثین نے روایت کی ہے کہ حضرت
عمر بن الخطابؓ سے کسی نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں سنتا تھا
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سوال ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا پھر آدم کی پشت پر ہاتھ رکھا اور اس سے آدم کی ذریت نکالی

پھر اللہ نے کہا کہ ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا کیا ہے اُنکے اعمال بھی مطابق عمل اہل
جنت کے ہونگے پھر اللہ نے دوبارہ آدم کی پشت پر ہاتھ رکھا اور اُنکی ذریت نکالی اور کہا کہ ان کو
میں نے نار کے لئے پیدا کیا ہے اُنکے عمل بھی مطابق اہل نار کے ہونگے سائل نے کہا کہ یا رسول اللہ
پھر عمل کرنے سے کیا فائدہ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جس بندے کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے اُسکو
عمل اہل جنت کی توفیق دیتا ہے اور وہ اعمال اہل جنت پر ہی مرتا ہے اور اللہ اُسکو جنت میں
داخل کرتا ہے اور جب کسی بندے کو اللہ نار کے لئے پیدا کرتا ہے تو اُس سے اہل نار کے
کام کراتا ہے پھر وہ اعمال اہل نار پر مرتا ہے اور اللہ اُسکو نار میں داخل کرتا ہے۔
اور دوسری بات یعنی عہد لینا بھی بعض روایتوں میں مذکور ہے امام احمدؒ وغیرہ بہت سے
محدثوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ نے عرفہ کے دن مقام نعمان میں یہ عہد لیا اور کل اولاد کو آدم کے سامنے ڈالدیا پھر
اُنسے کلام کیا یہ بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ آخر تک پڑھی
اور ابن جریر اور نسائی وغیرہ بہت سے محدثین نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے آیت وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ پڑھکر فرمایا کہ اللہ نے ذریت کو آدم کی پشت
سے اسطرح نکالا جیسے سر کے بالوں میں سے کنگھی نکل آتی ہے پھر اُنسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہا
ان دونوں روایتوں کی سند کے سب طرق کو نقل کرنے کے بعد ابن کثیر نے ترجیح اس امر کو
دی ہے کہ پہلی روایت میں ابن عباس کا قول ہے اور دوسری میں عبداللہ بن عمر کا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان دونوں قولوں کی نسبت صحیح نہیں اسکے علاوہ اور
بہت سے آثار صحابہؓ سے عہد کا مضمون نقل کیا ہے۔ پھر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ چونکہ عہد کا بیان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اسوجہ سے بعض سلف و خلف کا یہ قول ہے کہ اس

آیت میں عہد سے اور گواہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ اللہ نے انسان کی فطرت توحید کی مطابق بنائی
ہے چنانچہ دین حق کی نسبت اللہ نے فرمایا ہے فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا اور یہی
مضمون صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر ماں باپ اسکے اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں
اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کہتا ہے کہ
میں نے بندوں کو مائل بحق پیدا کیا ہے مگر شیاطین آکر انکو دین سے پھیر لیتے ہیں اور جو چیزیں
میں نے ان پر حلال کیں تھیں انپر حرام کر دیتے ہیں۔ ابن جریر نے ایک صحابی سے روایت کی ہے
جو بنی سعد میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار غزوات میں
شریک ہوا تھا لوگوں نے جب جنگی جوانوں کو قتل کر دیا تو بچوں کو پکڑ لیا یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
معلوم ہوا تو آپ کو ناگوار ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ لوگ بچوں کو پکڑتے ہیں ایک
شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا وہ مشرکین کے بچے نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تم میں کے جو اچھے لوگ ہیں وہ بھی مشرکین کی اولاد ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ نہیں ہے کوئی بچہ
مگر وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور جب تک اسکی زبان کھلے اسی حالت پر رہتا ہے پھر اسکے ماں باپ
اسکو یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں حسن بصریؒ نے اس روایت کو ذکر کر کے کہا کہ واللہ قرآن میں
خدا نے فرمایا ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ الخ اس حدیث کی امام احمد
نے بھی روایت کی ہے اس حدیث کے ساتھ جو حسن بصریؒ نے اس آیت کو پڑھا اس سے
معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں جو اللہ نے عہد میثاق کا ذکر کیا ہے اس سے فطرت مراد ہے
حاصل اسکا یہ ہوا کہ اللہ نے جو اولاد آدم کو انکی پشت سے نکالا تو انکی عقل ایسی بنا دی کہ دلائل
ربوبیت کے انکی سمجھ میں آگئے اور انکی حالت ایسی ہو گئی کہ اگر ان سے یہ پوچھا جاتا کہ تمہارا

رب کون ہے تو وہ اللہ کو اپنا رب بناتے پس اللہ نے یہہ جو فرمایا کہ ہمنے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہا
اور اُنھون نے اُسکے جواب مین بَلٰی کہا اور گواہی دی یہہ درحقیقت اُنکی حالت کی مثال ہے یعنی
اُنکی فطرت اللہ نے ایسی بنا دی تھی کہ اگر اُنسے اللہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہتا تو وہ قَالُوا بَلٰی شَهِدْنَا جواب دیتے
پس واقع مین الفاظ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ اور قَالُوا بَلٰی شَهِدْنَا کا سوال و جواب نہین ہوا تھا بلکہ یہہ تمثیل اُنکی
حالت کی ہے اور یہہ گفتگو زبان مقال سے نہ تھی بلکہ زبان حال سے تھی اور اگرچہ دنیا مین کافرون نے
شیطان کے بہکانے اور باپ دادون کی تقلید سے مقتضائے فطرت کو چھوڑا اور شرک مین
مبتلا ہوے لیکن مرنے کے بعد پھر اُنکی سمجھ مقتضائے فطرت کے مطابق ہو جاویگی چنانچہ یہہ جو
اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمنے اسواسطے اپنی ربوبیت کا عہد اُنسے لیا کہ قیامت کے دن اُن پر حجت ہو
اور کوئی عذر اُنکا مقبول نہو اسکا یہی مطلب ہے کہ قیامت کے دن اُنکی فطرت اُن پر حجت ہوگی اور چونکہ اللہ کی
ربوبیت کا اقرار اصل فطرت مین ڈالا گیا تھا اسلیئے یہہ عذر مقبول نہوگا کہ ہم بیخبر تھے یا ہم نے باپ
دادا کی تقلید کی تھی —

اگرچہ ابن کثیر نے مفسرین سلف وخلف کا قول بھی لکھا کہ عہد میثاق سے فطرت مراد ہے اور حسن بصری
کی طرف بھی اس قول کو منسوب کیا اور اکثر متاخرین نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے
اور بہت سے شکوک اور شبہات سے بھی اس قول مین سلامتی ہے مگر اسمین شک نہین کہ اس قول مین
آیت قرآنی کی ایسی تاویل کرنا پڑتی ہے جو خلاف ظاہر ہے ۔ اکثر محدثین کا قول یہی ہے کہ فی الواقع
عہد مقالی ہوا تھا چنانچہ ابن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے اقوال پہلے مذکور ہو چکے ہین قولون کو
بعض راویون نے مرفوع حدیث بتایا ہے فتح البیان مین ابن انباری کا یہہ قول نقل کیا ہے
کہ صحابہ اور اکابر اہل علم کا اس آیت کی تفسیر مین یہہ قول ہے کہ اللہ نے آدم اور بنی آدم کی
پشت سے سب انسانون کو نکالا اُنکے جسم چیونٹیون کی برابر تھے اُنکو عقل اور گویائی دی اور اُنھون نے

الست بربکم کے جواب میں اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا اگرچہ کہ اس وقت سے دنیا میں پیدا
ہونے کے وقت تک بہت سی حالتیں بدلیں اسلئے وہ عہد اب یاد نہ رہا۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے
کہ وہ کہتے تھے کہ مجھے وہ عہد جو اللہ نے لیا تھا وہ مجھکو یاد ہے اور سہل بن عبد اللہ
تستری کا بھی یہی قول تھا یہانتک تقریر ابن انباری کی ہے۔
اس قول پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ جب وہ یاد نہ رہا پھر حجت کیونکر ہو سکتا ہے اسکا جواب
علما نے یوں دیا ہے کہ انبیا نے اس عہد کو یاد دلا دیا اسلئے بھولجانے کا عذر باقی نہ رہا اور
انکا یاد دلانا ایسا ہوگیا کہ گویا وہ عہد یاد تھا۔ بعض نے یوں جواب دیا ہے کہ جو مضمون قرآن سے
ثابت ہوا ہے اسکو ماننا چاہئے اور اسپر جو شبہات وارد ہوتے ہیں انکا جواب اللہ پر
چھوڑنا چاہئے بعض کا قول یہ ہے کہ یہ آیت متشابہات سے ہے بعض کا قول ہے
کہ اس آیت میں جو بنی آدم کی پشت سے انکی ذریت کے ظاہر کرنیکا ذکر ہے اس سے یہی
توالد و تناسل مراد ہے جو دنیا میں بواسطہ نطفہ کے ہوتا ہے اور چونکہ نطفہ پشت سے نکلتا ہے
اس لئے اللہ نے فرمایا کہ بنی آدم کی پشت سے ذریت ظاہر کی اور اللہ نے جو انسان کو ایسی
عقل سلیم دی ہے کہ اگر اللہ کی قدرت کی دلیلوں کو جو ہر چیز میں ظاہر ہیں غور کرے
اللہ کی توحید اور اسکی ربوبیت بہت اچھی طرح اسپر ظاہر ہو جاوے۔ اسی مضمون کو بطور
مثال کے عہد میثاق کی صورت میں بیان کیا ہے پس انسان کو عقل سلیم دینا تو اسکا اپنے اوپر
گواہ بنانا ہے اور ہر چیز میں اپنی قدرت اور توحید کی دلیلیں پیدا کرنا الست بربکم کہنا ہے اور
انسان کا ان دلائل پر غور کرنا اور اس سے اللہ کی توحید اور ربوبیت کا سمجھنا بلیٰ شہدنا کہنا ہے
اور عالم ارواح میں جو ذریت آدم کی ظاہر کرنے کا ذکر احادیث میں ہے وہ ایک دوسرا مضمون ہے
جسکو اس آیت کی تفسیر میں دخل نہیں ۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ذریت پشت آدم سے نکالی گئی تھی اور اسی وقت عہد میثاق لیا گیا تھا
انہیں میں اختلاف ہے کہ یہ قصہ کس وقت ہوا تھا۔ کلبی کا قول ہے کہ یہ قصہ حضرت آدمؑ کے جنت میں
داخل ہونے سے پہلا ہے اور یہ عہد مکہ اور طائف کے درمیان لیا گیا تھا۔ ایک قول
یہ ہے کہ جنت میں ہوا تھا یہ قول حضرت علیؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ
ہے کہ حضرت آدمؑ کے زمین پر آنے کے بعد سراندیپ میں ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں
کہ ارواح آدمؑ اور بنی آدمؑ کی پشت سے [illegible]
[illegible] اور عہد میثاق کے [illegible]
نکالی گئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان تمام مفسرین کا خیال [illegible]

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ

[illegible] اُس شخص کا حال جسکو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ نکل گیا اُن سے پس [illegible]
اُسکے شیطان تو ہو گیا وہ گمراہوں سے ف [illegible]
اُس شخص کا حال بیان کر جسکو ہم نے اپنی آیتیں دیں یعنی اپنی کتاب کا علم دیا تھا مگر
اُن آیتوں پر عمل نہ کیا اور اُنکے اثر سے جدا ہو گیا تب [illegible] شیطان [illegible] ہوا اور وہ شخص
گمراہ ہوا۔ مقصود اس سے یہ ہو کہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اہل کتاب [illegible] کی کتابیں
جو انکو ملی ہیں [illegible] اُنپر عمل نہیں کرتے [illegible] اس شخص کی
سی یعنی جسنے علم پر عمل نہ کیا تو اُسکا نتیجہ [illegible] ہے۔
اب مفسرین کا اختلاف ہے کہ وہ شخص کون تھا [illegible] کوئی خاص شخص مراد
نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے [illegible]

اور اس علم سے نکلجا دے تو شیطان اُسکو اپنا تابع بنالیتا ہے اور وہ گمراہ ہوتا ہے
لیکن اکثر کا قول یہ ہے کہ کوئی خاص شخص مراد ہے ابن کثیر نے ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ
اور مجاہدؒ اور عکرمہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ شخص بلعم باعور تھا - اب اس مین اختلاف ہے
کہ بلعم باعور کون تھا - ابن عباسؓ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک شخص یمن کا تھا اللہ نے
اُسکو اپنی آیتین دین تھین مگر اُسنے اُن آیتون کو چھوڑا - مالک بن دینار کا قول یہ ہے
کہ وہ شخص علماے بنی اسرائیل مین سے تھا اور مستجاب الدعوات تھا جب مشکل پیش
آتی تھی تو اُس سے لوگ دعا منگوایا کرتے تھے حضرت موسیٰ نے اُسکو بادشاہ مدین کے
پاس بھیجا تھا کہ اُسکو سمجھا دے کہ کفر و شرک کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ کا دین اختیار کرے
مگر بلعم باعور نے اسکے خلاف کیا یعنی بادشاہ مدین نے اُسکو بہت سا مال اور جاگیر دیکر
اُسکے لالچ مین وہ خود مرتد ہوگیا یعنی حضرت موسیٰ کے دین حق کو چھوڑ کر بادشاہ مدین کا دین
اختیار کر لیا - علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بلعم باعور قوم جبارین سے
تھا جن پر حضرت موسیٰ کو جانے کا حکم ہوا تھا چنانچہ اُسوقت تمام اُسکی برادری کے لوگون نے بلعم سے
کہا کہ موسیٰ مین قوت طبیعت ہے اور اُنکے ساتھ بڑا لشکر ہے اگر ہم پر غالب ہوگا تو ہمین
ہلاک کر دیگا تو اللہ سے دعا کر کہ موسیٰ کو اور اُسکے ساتھیون کو ہماری طرف سے پھیر دے
بلعم نے کہا اگر مین اللہ سے یہ دعا مانگون کہ موسیٰ کو اور اُسکے ساتھیون کو پھیر دے تو میری
دنیا اور آخرت برباد ہو جاوے گی مگر اُسکی قوم نے نمانا اور اپنے قول پر اصرار کرتے رہے
آخر بلعم نے دعا مانگی اُسوقت اللہ نے جو قبولیت بلعم کو حاصل تھی اُس سے نکال لی - اور اللہ
نے جو فرمایا فَانْسَلَخَ مِنْهَا اسکے بھی معنی ہین - اور سدی کا یہ قول ہے کہ جب چالیس برس
وادی تیہ کے بنی اسرائیل پر ختم ہو چکے تو یوشع بن نون کو اللہ نے نبی مقرر کیا اور جبارین

قصہ بلعم باعور کا بیان -

بلانے کا حکم کیا چنانچہ سب بنی اسرائیل نے یوشع کی تصدیق کی اور بیعت کی مگر بنی اسرائیل میں سے
ایک شخص جس کا نام بلعم تھا اور وہ عالم تھا اور اسم اعظم جانتا تھا منکر ہوا اور قوم جبارین میں جا ملا اور آیت
میں اسی کا بیان ہے۔ بلعم کی نسبت یہ چند روایتیں وہ ہیں جو ابن کثیر نے نقل کی ہیں ان کے سوا
اور بھی روایتیں بلعم کی نسبت تفسیر ابن کثیر اور دیگر تفاسیر میں منقول ہیں۔ اور ابن کثیر نے لکھا ہے
کہ بسند صحیح عبد اللہ بن عمرو سے یہ منقول ہے کہ اس آیت میں امیہ بن ابی الصلت کا بیان ہے
انہوں نے امیہ بن ابی الصلت کا بیان اس لئے سمجھا کہ اسکی حالت اسی طرح کی تھی جس طرح اس آیت میں
مذکور ہے اسکو انبیاء سابقین کی شریعتوں کا بہت علم تھا لیکن اس علم سے اسکو کچھ [illegible]
کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور سب [illegible] اسکو معلوم ہو گئے اور
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقی بھی ہوا مگر ایمان نہ لایا بلکہ مشرکین کا شریک رہا اور وہ شاعر بھی تھا اور
اشعار میں مشرکین کی طرح [illegible] کہا کرتا تھا اور مکہ کے [illegible] جو بدر میں قتل ہوئے تھے انکا اس نے
مرثیہ تصنیف کیا تھا۔ [illegible] اشعار توحید کے [illegible] اس سے منقول ہیں مگر [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے [illegible] شعر ایمان لائے مگر اسکا دل ایمان نہیں لایا۔ [illegible]
بیضاوی میں لکھا ہے کہ امیہ بن ابی الصلت کا [illegible] نام [illegible]
وہ [illegible] کا [illegible] اور اسکے دل میں [illegible]
اسلئے اسکو [illegible] فرمایا وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ
لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ [illegible]
تو اسکو بلندی دیتے ان آیتوں کے سبب سے لیکن وہ زمین کی طرف مائل ہوا اور [illegible]
کی پیروی کی ف زمین کی طرف مائل ہونے سے مراد یہ ہے کہ [illegible] دنیا
کی طرف مائل ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ [illegible] اعمال [illegible]

مرتبہ اس علم کی وجہ سے بلند کر دیتے مگر ہم نے اسکی ہدایت نہ چاہی اس لئے وہ دین چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہوا اور اس نے اللہ کی نافرمانی کر کے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی مطلب یہ ہے کہ ہدایت کرنا اور گمراہ کرنا ہمارا کام ہے اگر ہم چاہتے تو اسکو ہدایت کرتے مگر ہم نے اسکو توفیق نہ دی اس لئے اسکی ایسی حالت ہو گئی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص علم حاصل کر کے عمل نہ کرے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ کو اسکا گمراہ کرنا منظور ہے۔ اور علم سبب ہدایت نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی مشیت سبب ہدایت ہے — **فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ** ط تو حال اسکا مثل حال اس کتے کے ہے اگر تو اس پر مشقت ڈالے تو زبان لٹکاتا ہے اور اگر مشقت نہ ڈالے تو زبان لٹکاتا ہے ف

بیضاوی میں لکھا ہے کہ لہث کے معنی یہ ہیں کہ زبان باہر نکال دے اور سانس چڑھا ہوا ہو — کتے کے سوا جتنے جانور ہیں وہ جب پیاسے ہوتے ہیں یا تھکتے ہیں تب زبان باہر نکال کر ہانپتے ہیں مگر یہ کتا ہر حالت میں زبان نکال کر ہانپتا ہے خواہ اسے پیاس کی یا تھکنے کی شدت پڑی یا نہ پڑی اللہ پاک نے اس آیت میں عالم بے عمل کو کتے کی حالت سے تشبیہ دی جو نہایت حقیر اور ذلیل جانور ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ علم دین دیوے اور وہ اس علم سے نکلجاوے اور اس پر عمل نہ کرے اور نفسانی خواہشوں کا تابع ہو جاوے وہ ایسا شقی ہوتا ہے کہ پھر اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا خواہ اسکو کوئی تنبیہ کرے یا نہ کرے وہ ہر حالت میں اپنے گناہوں پر مصر رہتا ہے جیسے کتے کی عادت ہوتی ہے کہ ہر حالت میں زبان لٹکا کر ہانپتا ہے خواہ اسکو کوئی تھکا دے یا نہ تھکا دے پس جسطرح کتے کا زبان لٹکا کر ہانپنا حاجت اور ضرورت کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اسکی اصلی عادت اور مقتضائے طبیعت یہی ہے اسی طرح جو شخص اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھاوے اور دین پر دنیا کو اور نفسانی خواہشوں کو مقدم سمجھے اسکی طبیعت ہی نافرمانی اور میل دنیا اور ترک دین کی ہو جاتی ہے

خواہ اُسکو دنیا کی حاجت ہو یا نہو ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝
یہ مثال اُن لوگون کی ہے جنھون نے جھٹلایا ہماری نشانیون کو تو بیان کر قصون کو تاکہ وہ غور
کرین ف یعنی ہمنے بلعم باعور کا قصہ بیان کیا کہ اللہ نے اپنی نشانیان اُسکو دی تھین
مگر اُسنے اُن نشانیون سے کام نہ لیا اور اُن سے جدا ہو گیا اور اُسکی حالت کتے کی سی ہو گئی
کہ زبان لٹکا کر ہانپنا اُسکی سرشت ہو جاتی ہے خواہ کوئی مشقت اُسپر پڑے یا نہ پڑے یہی مثال اُن
لوگون کی ہے جو اللہ کی نشانیونکو جھٹلاتے ہین اے پیغمبر تو اس طرح کے قصے یہودیونکو سناتا
کہ وہ اپنی حالت پر غور کرین اسلیئے کہ یہودیون کی بھی حالت ایسی ہی تھی اللہ نے انکو توریت دی
جسمین نبی اُمّی کی خبر مذکور تھی وہ پہلے سے لوگون کو خبر دیتے تھے کہ نبی اُمّی کا زمانہ بہت قریب ہے
جب نبی اُمّی ظاہر ہوئے تو وہ منکر ہو گئے اور تکذیب کرنے لگے سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ
الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنفُسَهُمْ كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝
بُرے ہین مثال مین وہ لوگ جنھون نے جھٹلایا ہماری نشانیون کو اور وہ اپنی ہی جانون پر ظلم کرتے
ہین ف یعنی جنھون نے سمجھ بوجھ کر ہماری آیتون کو جھٹلایا اُن کی مثال بُری ہے جسکی تفصیل
پہلے ہو چکی اور وہ جو ہماری آیتون کی تکذیب کرتے ہین اسمین اُن کی جان کے سوا کسی اور کو مضرت
نہین پہونچتی اسکا وبال اُنھین کی جانون پر پڑیگا پس وہ اپنی ہی جانون پر ظلم کرتے ہین
مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ جسکو اللہ ہدایت کرے وہی ہدایت پانیوالا ہے اور جسکو
اللہ گمراہ کرے وہی لوگ ہین خسارہ پانے والے ف یہ مضمون قرآن مین جا بجا مذکور ہے
کہ ہدایت پانا اللہ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے بغیر اللہ کے ارادہ کے کسیکو کوئی ہدایت

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۵

اور بیشک ہم نے پیدا کئے ہیں جہنم کے لئے بہت سے جن اور انسان ان کے دل ہیں ان دلوں سے سمجھتے نہیں اور انکی آنکھیں ہیں ان آنکھوں سے وہ دیکھتے نہیں ان کے کان ہیں ان کانوں سے وہ سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں وہی ہیں غفلت والے۔

ف یعنی بہت سے جن اور انس کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور انکے پیدا ہونے کی پہلے ہی تقدیر الٰہی میں مقرر ہو چکا ہے کہ وہ جہنمی ہیں اگرچہ ان کے دل ہیں مگر وہ اپنے دلوں سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے کہ حق کو نہیں پہچان سکتے اور اللہ کی ربوبیت کی جو دلیلیں ہیں ان پر غور کا ان کو موقع نہیں ملتا ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھ نہیں سکتے یعنی اللہ کی مخلوقات پر نظر ڈال کر نہیں سمجھ سکتے کہ یہ سب عجائبات مخلوقات جو پیش نظر ہیں ان سب کا پیدا کرنے والا کوئی ایسا صانع ہے جو ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے اور اپنے اختیار سے سب چیزیں پیدا کرتا ہے اور پھر جب چاہتا ہے تو انکو فنا کر دیتا ہے وہی ایک صانع عبادت کے لائق ہے اسکے سوا کوئی معبود ہونے کا مستحق نہیں انکے کان ہیں مگر ان سے یہ کام نہیں لے سکتے کہ اللہ کی آیتیں اور انبیاء کے ارشاد اور علماء کے وعظ سنکر سمجھیں اور حق کو قبول کریں انکی حالت ایسی ہے جیسے چوپا جانور ہوتے ہیں اسلئے کہ انسان میں اور چوپایوں میں عقل کا فرق تھا جب انسان نے اپنی عقل سے کام نہ لیا تو انسان اور بے عقل جانور دونوں برابر ہو گئے بلکہ وہ چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اسلئے کہ چوپائے تو اسی واسطے نہیں سمجھتے کہ انکو سمجھنے کے لئے عقل نہیں دی گئی اور انسان باوجود

عقل سے کہ سمجھا جا سکتا ہے اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب کوئی راہبر ان کے سامنے موجود ہو تا اللہ نے ان کے لئے
انبیاء راہبر موجود ہیں اور پھر ان کی ہدایت کو ہی اپنانا چاہئے اپنے دشمن سے اور مخلوق کی پرستش
سے بچنا چاہئے ورنہ انسان کافر بن کر دشمن شیطان سے مل جاتا ہے اور کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے جو
اس کو سخت عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ اس آیت میں اللہ نے یہ بیان فرمایا کہ ہدایت پانا اور گمراہ
ہو جانا اللہ کا کام ہے [illegible] اور انسان اللہ نے جہنم میں داخل ہونے کے لئے پیدا
کئے ہیں [illegible] ہدایت [illegible] اور اپنی خواہش اور عقل [illegible] جن کا کام
نہیں [illegible]۔ دوسری جگہ اللہ نے منافقوں اور کافروں کے حق میں فرمایا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں انہیں سے اس کو
پکارو [illegible] اس سے پہلے [illegible] اللہ نے اپنے ذکر کی طرف توجہ
دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ کے اچھے نام ہیں انہیں سے اللہ کو پکارو اور اس سے کہ
[illegible] اللہ کی
ذات مراد ہوتی ہے [illegible] جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں۔ بعض الفاظ ایسے
ہو سکتے ہیں [illegible] کہ ان الفاظ سے اللہ کو پکارنا ناجائز ہے
اور [illegible] مثلاً یوں کہنا کہ اے کتوں کے پیدا کرنے والے یا اے سور کے پیدا کرنے والے

بلکہ اللہ کو یون پکارنا چاہیئے کہ اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اے تمام جہان کے پیدا کرنیوالے علما نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اللہ کے نام اپنی طرف سے بنانے نہین چاہئین وہ نام لینے چاہئین جو خدا اور رسول نے بتا دئے ہین مثلاً اللہ کو معلم او رسخی کہنا جائز نہین حالانکہ یہ صفتین اللہ مین پائی جاتی ہین صحیحین مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ننانوے نام ہین نہین یاد کریگا ان کو کوئی مگر وہ جنت مین داخل ہوگا - اللہ فرد ہے اور فرد کو پسند کرتا ہے حاصل یہ ہے کہ ان نامون کے یاد کر لینے والے کو اجر مین جنت ملیگی قسطلانی وغیرہ شارحین بخاری نے لکھا ہے کہ یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ بار بار انکو پڑھا کرے حدیث مین لفظ وتر مذکور ہے جسکا ترجمہ یہان فرد کیا ہے وتر کے معنی طاق کے ہین اور جب اللہ کی نسبت یہ لفظ بولا جاتا ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ (ایسا واحد جسکا کوئی مثل نہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننانوے کے عدد کی حکمت یہ بتا دی کہ اللہ عدد طاق کو پسند کرتا ہے اسکی وجہ علما نے یہ لکھی ہے کہ عدد طاق اللہ کو اسلیے پسند ہے کہ اسکو معنی توحید اور فردانیت سے مناسبت ہوتی ہے اس حدیث کے یہ معنی نہین کہ اللہ کے نام ننانوے ہین اس سے زیادہ نہین بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ کو اپنے نامون مین سے ننانوے نام زیادہ پسند ہین صحیحین کی حدیثون مین یہ مذکور نہین کہ وہ ننانوے نام کونسے ہین البتہ ترمذی کی حدیث مین سب نام جمع کئے ہین - مگر ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے اور بیہقی نے لکھا ہے کہ اس روایت کے سوا اور کسی روایت مین سب نام مذکور نہین مگر اور محدثین نے لکھا ہے کہ طریقہ ترمذی کے سوا اور طریقون مین بھی ننانوے نامون کا مجموعہ مذکور ہے لیکن ان مختلف روایتون مین ان نامون مین بھی اختلاف ہے - یعنی بعضے نام ایسے ہین کہ ایک روایت مین ہین اور دوسری روایت مین انکے بدلے اور نام مذکور ہین - بعض محدثین کا قول یہ ہے کہ جن روایتون مین یہ نام مذکور ہین وہ راویون نے اپنی طرف سے قرآن سے نکالکر بڑھا

دیتی ہیں۔ رسول کا قول نہیں۔ بعض محدثین نے اس قول کو رد کیا ہے اور ان سب ناموں کو
اسی ترتیب سے قول رسول مانا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ قرآن میں اسماء حسنیٰ کا ذکر چار جگہ
ہے ایک اسی سورت میں۔ دوسرے سورۂ بنی اسرائیل میں۔ تیسرے سورہ طٰہٰ میں۔
چوتھے سورہ حشر میں وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ
سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اور چھوڑ دو ان کو جو کجی کرتے ہیں
اللہ کے ناموں میں قریب ہے کہ سزا پاویں گے اسکی جو عمل کرتے تھے ف
یعنی جو لوگ اللہ کے ناموں میں کجی کرتے ہیں انکو اور انکے طریقہ کو تم چھوڑ دو اللہ انکو سزا
دیگا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ کے ناموں میں کجی کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو نام
اللہ سے مخصوص ہیں وہ غیروں کے نام رکھنا جیسے کفار عرب نے مسیلمہ کذاب کا نام رحمٰن
رکھ لیا تھا اور کفار مکہ نے اللہ سے لات اور عزیز سے عزیٰ اور منان سے منات بنایا۔
دوسری صورت اللہ کے ناموں میں کجی کی یہ ہے کہ اللہ کے لیے نام رکھنا جنکی اجازت
نہیں جیسے نصاریٰ اللہ کو مسیح کا باپ کہتے ہیں یا مثلاً اللہ کو کیڑوں کا پیدا کرنے والا
یا سوئر کا پیدا کرنے والا کہنا تیسری صورت اللہ کے ناموں میں کجی کی یہ ہے کہ اللہ کو
ایسے نام سے پکارے جسکے معنی معلوم نہوں وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ
بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۝ اور ان میں جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ایک ایسا
گروہ ہے جو ہدایت کرتے ہیں حق کی اور انصاف کرتے ہیں حق کے ساتھ ف
یعنی جسطرح اللہ کی مخلوق میں سے وہ گروہ ہے جو جہنم کے لیے پیدا ہوا ہے جسکا پہلے
بیان ہو چکا اسی طرح اللہ کی مخلوق میں وہ گروہ ہے جو جنت کے لیے پیدا ہوا ہے ان کے
اعمال اہل جنت کے سے ہیں انکی صفت اللہ نے یہ بیان فرمائی کہ وہ حق کی ہدایت کرتے ہیں

اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں یعنی اوروں کو حق کی طرف بلاتے ہیں اور جب کوئی حکم دیتے ہیں تو حق کے مطابق انصاف کا حکم دیتے ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ربیع بن انس نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ حق پر قائم رہا کرینگے اسوقت تک کہ حضرت عیسیٰ نازل ہوں جب کبھی نازل ہوں۔ اور صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمیشہ میری امت میں ایک گروہ حق پر قائم رہیگا اور وہ لوگ غالب رہیں گے ان کے مخالف انکو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اسوقت تک کہ قیامت قائم ہو

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو رفتہ رفتہ ہلاک کردینگے ہم انکو وہاں سے کہ وہ جانتے بھی نہ ہونگے ف [illegible] یعنی ہم ایک عذاب [illegible] ہلاک انکے [illegible] سامان غفلت [illegible] نہیں ہوتا [illegible] دنیا کی فراخت [illegible] اور زیادہ سرکشی ہو جاتے ہیں پھر انکو زیادہ عذاب کا مستحق بناکر اسی غفلت میں ہلاک کرتے ہیں اسی واسطے یہ کہا جاتا ہے کہ جب کسی سرکش پر دنیا کی فراخت دیکھو تو جان لو کہ اللہ کی طرف سے استدراج ہے

وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ اور ڈھیل دیتا ہوں میں انکو البتہ میری گھات مضبوط ہے ف اللہ فرماتا ہے کہ ہم عذاب میں جلدی نہیں کرتے بلکہ مہلت دیتے ہیں جس سے کافر یہ خیال کرکے اور زیادہ سرکشی میں مبتلا ہوتا ہے اور سامان عذاب اپنے لئے بہت کچھ بڑھا لیتا ہے۔ پھر اللہ فرماتا ہے کہ میری گھات مضبوط ہے یعنی دنیا کی فراخت دیکر سامان سرکشی اور غفلت بڑھا دینا یہ تو ایک مضبوط گھات ہے

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا ۗ مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ ۚ
کیا اُنہوں نے غور نہیں کیا کہ اُن کے صاحب میں کچھ جنون نہیں ہے ف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شرک سے منع کیا اور تمام اہل مکہ شرک میں مبتلا تھے
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو ایک اچنبھا اور تعجب کی بات سمجھ کر کہنے لگے
کہ انہیں جنون ہو گیا ہے اسلئے اللہ فرماتا ہے کہ اُنہوں نے اچھی طرح سوچا نہیں اگر وہ غور کرتے
تو سمجھ جاتے کہ پیغمبر میں ذرا جنون نہیں اسلئے کہ وہ تو اللہ کی طرف بلاتے ہیں توحید سکھاتے ہیں
قرآن کا معجزہ پیش کرتے ہیں کہ اہل مکہ باوجود اہل زبان ہونے کے اسکے مقابلے سے عاجز تھے
اگر ان سب باتوں پر غور کرتے تو وہ سمجھ جاتے کہ یہ باتیں ہرگز جنون کی نہیں إِنْ هُوَ
إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا ظاہر ف یعنی پیغمبر کا مجنون
نہ ہونا بلکہ اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا ہونا ظاہر ہے مخفی نہیں بلکہ ایسی کھلی ہوئی بات ہے
کہ غور کرنے والوں کو اُن کے نذیر ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہتا أَوَلَمْ يَنظُرُوا
فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ
اللَّهُ مِن شَيْءٍ لا کیا اُنہوں نے نظر نہیں کی حکومت میں آسمانوں کی اور زمینوں کی
اور اُسمیں جو پیدا کی ہے اللہ نے کوئی چیز ف یعنی کفار جو تکذیب کرتے ہیں اور پیغمبر کو
جنون بتاتے ہیں کیا اُنہوں نے اس امر میں غور نہیں کیا کہ زمین و آسمان میں اسکی کیسی بادشاہت ہو رہی ہے
اور اُسمیں غور نہیں کیا کہ ایک ایک چیز اللہ نے کیسی عجیب پیدا کی ہے اگر ان سب پر غور کرتے تو اُنکو معلوم ہو جاتا کہ جس کی
بادشاہت زمین و آسمان میں ہے اور جسنے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہے وہی وحدہ لا شریک عبادت کی لائق ہے اور سمجھ جاتے کہ
پیغمبر کو جنون نہیں بلکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں حق ہے وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَدِ
اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۖ (اور اسمیں اُنہوں نے نظر نہیں کی) کہ شاید قریب آ گئی ہو

اجل انکی ف یعنی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں اور موت کا کوئی وقت مقرر نہیں شاید موت قریب ہو
اگر وہ اس امر پر غور کرتے تو حق کی طلب میں بہت جلدی کرتے اور فوراً نجات کا طریقہ ڈھونڈتے
اور انکو خوف غالب ہوتا کہ کہیں گمراہی میں نہ مر جائیں فَبِأَيِّ حَدِيثٍ
بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝ اب کس بات پر اسکے بعد ایمان لاوینگے —
ف یعنی قرآن میں اس طرح کھولکر انکو سمجھا دیا گیا اگر اس پر بھی ایمان نہیں لاتے
تو قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لاوینگے مطلب یہ ہوا کہ جب قرآن کے ایسے واضح بیان
پر ایمان نہ لاتے تو وہ کوئی بات سنکر ایمان لانے والے نہیں گویا اللہ نے خبر دیدی کہ ان میں
قابلیت سمجھنے کی نہیں وہ اسی انکار پر اڑے رہینگے یا مراد یہ ہے کہ مخلوقات پر غور کرنے اور موت کو
قریب سمجھنے کی جو نصیحت انکو سمجھائی گئی اگر اس پر بھی ایمان نہ لاوے تو اس کے بعد کون سی
بات پر ایمان لاوینگے یعنی سب سے زیادہ حق کی ظاہر کرنے والی اور ڈرانے والی اور کون سی
بات ہو سکتی ہے مَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۚ وَيَذَرُهُمْ
فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ جسکو اللہ گمراہ کرے اسکے لیے
کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور (اللہ) چھوڑتا ہے انکو اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہیں ف
یعنی ہدایت کرنا اور گمراہ کر دینا اللہ کا کام ہے جسکی تقدیر میں اللہ نے گمراہی مقرر کی ہو اسکو کوئی
بھی ہدایت نہیں کر سکتا اور ایسے شخص کی اللہ غفلت اور بڑھا دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں سرگردان
اور پریشان رہتا ہے يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ
مُرْسَاهَا ۖ تجھسے سوال کرتے ہیں قیامت سے کہ کب ہوگا ظہور اسکا ف
قریش چونکہ قیامت کے منکر تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قیامت کا
ذکر کیا تو ہر دو دن سے کہ دوبارہ زندہ ہونے پر حد سے زیادہ تعجب کرتے تھے کہ یہ معاملہ کب ہوگا

اور قیامت کتنے دنون کے بعد آوے گی۔ چنانچہ اس مضمون کو دوسری جگہ یون ارشاد
فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ کب یہ وعدہ پورا ہوگا اگر تم سچے ہو قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا
عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ط تو کہہ اسکی خبر ہے
مگر میرے رب کے پاس اور نہین ظاہر کر سکتا قیامت کو وقت قیامت مین مگر وہی ف اللہ نے
پیغمبر سے کہدیا کہ کفار جو پوچھتے ہین کہ قیامت کب آوے گی اس کا جواب تم یہہ دو کہ قیامت کا
وقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہین اور جب قیامت کا وقت آجاوے گا اُس وقت وہی اسکی
قیامت کو ظاہر کریگا اور کسی کو خبر نہوگی کہ اب قیامت کا وقت آگیا۔ جیسا وہی مین لکھا ہے کہ
حاصل اسکا یہہ ہے کہ وقوع قیامت تک قیامت کا وقت مخفی رہے گا کسی پر ظاہر نہو گا۔
ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ط بھاری ہے آسمانون مین
اور زمین مین ف سموات اور ارض سے مراد اہل سموات اور اہل ارض ہین جسمین
فرشتے اور جن اور انسان سب شامل ہین مطلب یہہ ہے کہ آسمان والون اور زمین والون پر
یہہ امر شاق ہے کہ قیامت کا وقت کیون مخفی رہا اور اسکو کیون ظاہر نکیا گیا یا مراد یہہ ہے کہ
قیامت کا آنا سب پر بھاری ہے یعنی سب کو قیامت کا خوف ہے لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا
بَغْتَةً ط نہین آویگی تم مین قیامت مگر یکایک ف یعنی پہلے سے اسکا وقت
کسیکو معلوم نہوگا یکایک قیامت قائم ہو جاوے گی ف بخاری مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت اسطرح آجاوے گی کہ کپڑا بیچنے والے نے اپنا تھان
کھولا ہوگا وہ بیچ نہ چکے گا اور تھان کو لپیٹ نہ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جاوے گی کوئی شخص اپنے
جانور کا دودھ دوہ چکا ہوگا وہ پی نہ سکے گا کہ قیامت قائم ہو جاوے گی۔ کوئی شخص اپنا حوض درست کر
پانی بھرتا ہوگا وہ جانور کو پانی پلا نہ سکے گا کہ قیامت آجاوے گی کسی شخص نے لقمہ منہ تک

اٹھا لی ہو گا وہ کہا نہ سکے گا کہ قیامت آ جاے گی ۔ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا سوال کرتے ہیں تجھسے گویا تو واقف ہے اس سے ف ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ضحاک نے ابن عباس سے یہ نقل کیا ہے کہ حفی کے معنی عالم کے ہیں اور معمر نے بھی بعض مفسرین سے اسی کو نقل کیا ہے اور اسی معنی کو ابن کثیر نے اوسکے بتایا ہے اور صاحب بیضاوی نے بھی اسی کو اظہار کیا ہے کہ حفی کے معنی دوست ہیں تو معنی یہ ہوے کہ تجھسے قیامت کا سوال کرتے ہیں گویا تو اونکا دوست ہے یعنی تجھکو دوست سمجھکر وہ پوچھتے ہیں کہ ان کو قیامت کا وقت بتا دے تاکہ پہلے سے وہ ہوشیار ہو جاویں قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ تو کہدے کہ نہیں ہے علم اس کا مگر اللہ کے پاس اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ف

پھر اس مضمون کو اللہ نے بغرض تاکید مکرر ذکر کیا مطلب یہ ہے کہ تو ان سے کہدے کہ علم اسکا اللہ کے سوا اور کسی کے پاس نہیں مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ علم اسکا اللہ سے مخصوص ہے اسکے سوا کسی کو معلوم نہیں اسی جہالت کی وجہ سے تجھسے سوال کرتے ہیں صحیحین میں ہے کہ جبرئیل ایک اعرابی کی صورت میں بغرض تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور انہوں نے ایمان اور اسلام اور احسان کے سوال کے بعد یہ بھی پوچھا کہ قیامت کب آوے گی تو آپ نے فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ واقف نہیں ۔ [illegible] اکثر مسلمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا وقت وقت پوچھا کرتے تھے تو آپ صاف فرما دیتے کہ اسکا وقت اللہ کے سوا کسیکو معلوم نہیں اور کبھی اس سوال کو فضول سمجھکر کسی حکمت کی بات کی طرف متوجہ کر دیتے تھے ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے بلند آواز سے پوچھا کہ اے محمد قیامت کب آوے گی

تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ قیامت بیشک آنے والی ہے مگر تو نے قیامت کے لئے کیا سامان کیا
ہے؟ اُسنے کہا کہ نہ تو میں نے بہت نماز پڑھی ہے نہ بہت روزے رکھے ہیں مگر اللہ اور
رسول کو زیادہ دوست رکھتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اسی کے
ساتھ ہوتا ہے جسکو دوست رکھے اس حدیث کو سنکر سب مسلمان ایسے خوش ہوئے کہ کبھی
نہوئے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ گنوار لوگ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو پوچھا کرتے کہ قیامت کب آویگی تو
آپ اُن میں سے جو نوعمر ہوتا اُسکی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہا تو
بڑھاپے سے پہلے تمہاری قیامت آجائیگی اس جواب میں
صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
وفات سے ایک مہینہ پہلے یہ فرمایا تھا کہ تم مجھسے قیامت کا سوال کرتے ہو اسکا علم اللہ کے سوا
کسی کے پاس نہیں اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اب زمین پر کوئی ایسا ذی روح نہیں ہے
کہ اس پر سو برس پورے گذریں۔ امام احمد نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں معراج کی رات ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ سے ملا
اور ہم سب میں قیامت کا تذکرہ ہوا اول سب نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف رجوع کیا
انہوں نے کہا کہ قیامت کے وقت کا مجھکو کچھ علم نہیں۔ پھر موسیٰ سے پوچھا انہوں نے بھی کہا
کہ مجھکو اس کا علم نہیں ہے پھر سب نے عیسیٰ سے پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ قیامت کا وقت تو
اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں مگر اللہ نے مجھسے یہ عہد کیا ہے کہ دجال نکلیگا اور میرے پاس
دو ڈالیاں ہونگی جس وقت دجال مجھکو دیکھیگا اس طرح پگھل جاویگا جیسے رانگ پگھلتا ہے تو اللہ
اُسکو میرے دیکھنے سے ہلاک کر دیگا۔ پھر یہ حال ہوگا کہ درخت اور پتھر بھی پکاریں گے کہ

اے مسلمان میرے پیچھے کافر چھپا ہے تو آ اور اسکو قتل کر اس طرح اللہ سب کافرون کو قتل کردے گا اور مسلمان اپنے گھرون کو واپس آوینگے اسکے بعد یاجوج ماجوج نکلین گے اور وہ شہرون مین گھسکر ہر چیز کو ہلاک کرینگے اور جس پانی کو دیکھین گے سب پانی پی جاوین گے تب لوگ میرے پاس آسکے انکی شکایت کرینگے تب مین اللہ سے دعا مانگون گا تو اللہ اُن کو ہلاک کردے گا جب وہ مرینگے اور اُنکے بدن سڑینگے تو تمام زمین مین بدبو ہوجاوے گی پھر اللہ مینہ برساوے گا جو اُنکی آلایش کو بہاکر سمندر مین ڈالدے گا۔ اس روایت کے نقل کرنے کے بعد ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اولی العزم رسولون کو بھی قیامت کا وقت معلوم نہ تھا اور سب نے آخر مین حضرت عیسیٰ کی طرف رجوع کیا اُنھون نے قیامت کی علامتین بتائین اسلیے کہ وہ اس اُمت کے آخر مین نازل ہونگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو جاری کرینگے اور دجال کو قتل کرینگے اور اللہ اُنکی دعا کی برکت سے یاجوج ماجوج کو ہلاک کرے گا۔ قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللَّهُ ط تو کہدے کہ مجھے اختیار نہین ہے اپنی جان کے نفع اور نقصان کا مگر جو چاہے اللہ۔ ف اللہ اپنے پیغمبر سے کہتا ہے کہ اے محمد تو کہدے کہ نہ مجھکو یہ قدرت ہے کہ اپنی جان کو کچھ نفع پہونچا سکون نہ یہ قدرت ہے کہ کوئی ضرر دور کرون مین کچھ نہین کرسکتا مگر وہی جو اللہ چاہے وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوٓءُ ج اور اگر مین غیب جانتا ہوتا تو بہت جمع کرلیتا مال اور نہ چھوتی مجھے کوئی برائی ف یعنی مجھکو یہ خبر نہین کہ آیندہ کو کیا ہونے والا ہے اگر یہ خبر ہوتی تو بہت سا مال جمع کرلیتا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہان خیر سے مال مراد ہے اور ایک روایت مین یون ہے کہ اگر مجھے غیب کی خبر ہوتی

تو یہ معلوم ہو جایا کرتا کہ اس چیز کی تجارت میں فائدہ ہوگا اسمیں نقصان ہوگا اور اس صورت میں جو تجارت
کرتا اسمیں فائدہ ہوتا کبھی نقصان نہوتا اور میرے پاس بہت سا مال جمع ہو جاتا اور کبھی فقیری آتی
اور آفتوں جو مصیبت آنے والی ہے اس سے بچنے کی پہلے سے فکر کر لیتا۔ اِنْ اَنَا اِلَّا
نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ میں نہیں ہوں مگر ڈرانے والا
اور خوشخبری سنانے والا مومنوں کو ق یعنی میں نہ اپنی جان پر نفع پہونچانے یا
نقصان دور کرنے کی قدرت رکھتا ہوں نہ مجھکو غیب کی خبر ہے میں ایک عبد ہوں اللہ میرا یہ کام ہے
کہ اللہ نے مجھکو اس لیے پیغمبر کیا ہے کہ مومنوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤں اور جنت کی
بشارت دوں اگرچہ رسول کا ڈرانا اور بشارت دینا سب کے لئے عام تھا مومنوں سے
تخصیص نہ تھی مگر اس آیت میں مومنوں کی تخصیص اسلئے کی گئی کہ رسول کے ڈرانے اور بشارت
دینے سے فائدہ حاصل کرنے وہی تھے جو حکم ازلی میں مومن مقرر ہو چکے تھے اور جن کی تقدیر میں
ایمان نہ تھا وہ رسول کے وعدہ اور وعید سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کرتے تھے اسلئے اُن کو
ڈرانا اور نہ ڈرانا اور بشارت دینا اور نہ دینا برابر تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں مومنین کا
ذکر فقط بشارت سے متعلق ہو یعنی ڈرانے والا سب کے لئے ہوں اور بشارت دینے والا
فقط مومنین کے لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ میں غیب کی باتیں نہیں جانتا
اسکے معنی یہ ہیں کہ بغیر اللہ کے بتائے نہیں جانتا اور جو باتیں اللہ نے بتا دیں ہیں وہ معلوم
ہیں چنانچہ اکثر غیب کی باتوں کی پیغمبر نے بطور معجزہ خبر دی تھی۔
جو اکثر لوگ رسول سے قیامت کی خبر پوچھا کرتے تھے اور قیامت کی خبر منجملہ غیب کی تھی اسلئے
اللہ نے پیغمبر کو حکم دیا کہ تم کہدو کہ میں غیب نہیں جانتا پھر مجھے قیامت کی خبر کیونکر معلوم ہوگی
اور اگر مجھے غیب کی خبریں معلوم ہوا کرتیں تو اپنے واسطے بہت سے فائدے حاصل کر لیتا

اور کبھی کوئی نقصان مجھکو نہ پہونچتا حالانکہ میں اپنی جان کے واسطے کسی نفع کی قدرت نہیں رکھتا ہوں
اور نہ کوئی نقصان دور کر سکتا ہوں مگر جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اس سے تم سمجھ لو
کہ مجھکو غیب کی خبر نہیں۔ تفسیر کبیر میں کہا ہے کہ اہل مکہ کہا کرتے تھے کہ اے محمد ہمکو
ارزانی اور گرانی کے ساون کی خبر نہیں بتا دیتا کہ ارزانی کے سال میں ہم غلہ خرید لیں اور
گرانی کے سال میں اسکا نرخ آتا تو کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سفر میں ہوتے تھے اور مدینہ میں یا الہام کے معلوم ہوتی کہ خبر دیتے تھے کہ مدینہ میں فلانا
شخص مرگیا اسی اونٹ کے واسطے کوئی خبر دیتا اور جو تھے اور اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی
پھر بھی واقع ہوتا تھا کہ آپکا اونٹ کھو جاتا تھا اور آپکو اسکی تلاش ہوتی تھی کہ کہاں
گیا اور صحابہ کو کلام ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر بتا دیتا تھا سمجھ کر کہتے تھے کہ آپکو
یہ خبر کیوں نہیں کہ اونٹ کہاں ہے بعد بہت کچھ معلوم ہو گیا کہ مدینہ میں کیا ہوا اور کسی اونٹ کا
کیا ہوا اکثر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیب کی خبریں پوچھا کرتے تھے اور بہت سا
مال و دولت طلب کیا کرتے تھے اسلئے اللہ نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ تم کہدو کہ میرا
کسی چیز پر اختیار ہے نہ مجھکو غیب کی خبر ہے جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جتنی بات
اللہ مجھے بتا دیتا ہے وہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ میں ایک بندہ ہوں بندہ کی قدرت بہت
کم تھوڑی ہوتی ہے اور علم بھی تھوڑا ہوتا ہے اور یہ صفت تو صرف حق ہی کی ہے کہ وہ جاننے والا اور
ہر چیز پر قدرت رکھتا اور ہر چیز کا علم ہونا یہ اللہ کی شان ہے کسی بندہ کو یہ مرتبہ حاصل
نہیں ہو سکتا هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ
وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا
حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا ... وہ اللہ ایسا ہے کہ اسنے

پیدا کیا تمکو ایک جان سے اور بنایا اُسی میں سے اُسکا جوڑا تاکہ اُس سے مانوس ہو تو جب ملا بی بی کو
تو وہ حاملہ ہوئی ہلکا حمل خفیف تو گذری اُسیپر فَلَمَّآ أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا
لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ تو جب بھاری ہو گئی وہ
تو اُن دونوں نے اللہ سے دعا مانگی جو اُن دونوں کا رب ہے کہ اگر تو ہمکو تندرست بیٹا دیگا تو
ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے **ف** حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ اللہ نے تمکو
ایک مرد سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس سے اُس کی بی بی بنائی تاکہ وہ مرد اپنی بی بی سے مانوس ہو جب
اُس مرد نے اپنی بی بی سے مجامعت کی تو اُسکو حمل رہا مگر اول اول وہ ہلکا تھا وہ حاملہ اپنی حالت پہ
چلتی پھرتی رہی کچھ معلوم نہوا جب کئی مہینے کے بعد حمل بھاری ہوگیا تو اُن دونوں میاں بی بی نے اللہ سے
دعا مانگی کہ اگر تندرست بیٹا پیدا ہوگا تو ہم اللہ کا شکر کرینگے فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا
لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ج تو جب دیا اُن دونوں کو اللہ نے تندرست بیٹا
تو ٹھہرانے لگے اُن دونوں نے اللہ کے شریک اُس بیٹے میں جو اللہ نے اُن دونوں کو
دیا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ لیس برتر ہے اللہ اُن سے کہ
وہ شریک کرتے تھے **ف** یعنی اللہ کی شان اس سے برتر ہے کہ اُسکے ساتھ
کوئی شریک کیا جاوے مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں کسکا قصہ مذکور ہے امام احمد
اور ترمذی نے اس آیت کی تفسیر میں بواسطہ حسن بصری کے سمرہ سے روایت کی ہے کہ جب
حوا حاملہ ہوئیں تو ابلیس نے بار بار اُنکے پاس آنا شروع کیا اور اُس وقت تک حوا کی اولاد زندہ
نہیں رہتی تھی ابلیس نے حوا سے کہا کہ اس کا نام عبد الحارث رکھو تو زندہ رہیگا یہی نام حوا نے
اُس بچہ کا رکھا اور یہ کام شیطان کے وسوسہ اور حکم سے ہوا ترمذی نے اس حدیث کو غریب
کہا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ عمر بن ابراہیم کے سوا کسی اور نے اسکی روایت مرفوعاً نہیں کی اور دوسری

سند سے جو یہ روایت آئی ہے اُسمین اسکی نسبت رسول کی طرف نہین - ابن کثیر نے کہا ہے
کہ حاکم نے بھی مستدرک مین عبدالصمد سے اسکی روایت کی ہے اُس روایت مین اسکو قول رسول نقل
کیا ہے اور حاکم نے اُسکو صحیح الاسناد کہا ہے اسی طرح ابن ابی حاتم اور حافظ ابن مردویہ نے بھی
اپنی تفسیر مین عمر بن ابراہیم کے طریقہ سے رسولؐ تک اسکی روایت کی ہے - پھر ابن کثیر نے اس
حدیث مین تین علتین بتائی ہین ایک یہ کہ عمر بن ابراہیم قابل احتجاج نہین - دوسرے یہ کہ سمرہ کبھی
اسکو رسول کا قول بتاتا ہے اور بعض طریقون سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمرہ کا قول ہے - تیسرے یہ
کہ حسنؒ بصری جو اس روایت کے راوی ہین وہ خود اس روایت کو نہین مانتے اور ابن جریر نے حسنؒ
بصری سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ قصہ آدم کا نہین کسی اور کا ہے اور دوسری روایت ابن جریر نے
حسنؒ بصری سے یہ نقل کی ہے کہ اس آیت مین اُن مشرکین کا بیان ہے جو ذریت آدم مین ہوسے
تیسری روایت ابن جریر نے حسنؒ بصری سے یہ نقل کی ہے کہ اس آیت مین یہود و نصاریٰ کا بیان
ہو کہ اللہ نے اُنکو اولاد دی اور اُنھون نے اپنی اولاد کو یہود و نصاریٰ بنایا - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ
روایتین حسنؒ بصری سے سند صحیح مروی ہین پس اگر حسنؒ بصری پہلی حدیث کو قول رسول سمجھتے تو اُسکو
کیون چھوڑتے اور اسکے خلاف کیون وہ تین اقوال اُن سے کیون منقول ہوتین وہ سب سے بہتر تفسیر اس
آیت کی وہی ہے جو حسن بصری سے منقول ہوئی کہ اسمین اولاد آدم کا ذکر ہے نہ آدم کا اور پہلی روایت
کا قول رسول ہونا تو مسلم نہین بعض صحابہ سے جو منقول ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ شاید اہل کتاب سے
ماخوذ ہوں اس لیے کہ آدم نبی معصوم تھے اُن سے شرک کا سرزد ہونا ممکن نہین - بیضاوی نے اس
روایت کو نقل کرکے یہ لکھا ہے کہ اس قسم کے امور انبیا کی شان کے لائق نہین - تفسیر کبیر مین
لکھا ہو کہ بہت وجوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ صحیح نہین اول یہ کہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ برتر ہو
اُس سے جو شریک کرتے ہین اس مین شرک کرنے والون کو جمع کے صیغہ سے ذکر کیا جس سے ثابت

ہوتا ہے کہ شرک کرنے والے بت تھے اور آدم و حوا فقط دو تھے دوسرے یہ کہ اس کے بعد
اللہ نے فرمایا ہے کہ (کیا اُن بتوں کو اللہ کا شریک بتاتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے
اور خود مخلوق ہیں) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت میں اُن لوگوں کا بیان ہے جو بتوں کو
پوجتے تھے ابلیس کا اس میں ذکر ہی نہیں ہوا تیسرے یہ کہ اگر ابلیس کا شریک کرنا مقصود ہوتا
تو لفظ (مَا) کی جگہ (مَن) ہوتا اسلئے کہ جاندار کے لئے (مَن) آتا ہے نہ (مَا) اور ابلیس
جاندار ہے چوتھے یہ کہ آدم ابلیس کو بہت اچھی طرح پہچانتے تھے اور تمام اسماء اللہ نے آدم کو
سکھادئے تھے پس انکو ضرور معلوم ہوگا کہ ابلیس کا نام حارث بھی ہے پھر وہ ایسی حرکت کیوں
ہونے دیتے پانچویں یہ کہ ہم میں سے بھی کوئی آدمی اس طرح کسی کے بہکانے میں نہ آسکے گا تو
آدم جو نبی تھے اور بہت سا علم انکو حاصل تھا اور ابلیس کے وسوسہ کا تجربہ انکو پہلے ہو چکا تھا —
چھٹے یہ کہ اگر یہ مراد ہے کہ آدم نے یہ نام رکھ دیا تھا اور کوئی معنی اس سے مقصود نہ تھے تو
شرک نہ ہوا اور اگر یہ مراد ہے کہ اس لفظ سے آدم کی مراد یہ تھی کہ یہ بچہ حارث کا طفیلی یا مملوک ہو تو
لازم آوے گا کہ معاذ اللہ آدم شیطان کو بھی خالق سمجھتے تھے اس سے بڑھکر [illegible]
آدم علیہ السلام کی نسبت ایسا اعتقاد نہیں ہوسکتا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آدم [illegible]
کسی طرح منسوب نہیں ہوسکتا آستیہ اس آیت کی معنی کی نسبت علماء کے بہت سے اقوال ہیں [illegible]
یوں کہ اللہ فرماتا ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے تم سب کو ایک ذات سے پیدا کیا ہے [illegible]
[illegible] انسان [illegible]
سکے اسی کی جنس کا جوڑا پیدا کیا اور اس صورت میں ذکر آدم و حوا کا نہیں [illegible]
[illegible] انکا بیان ہے پھر اللہ فرماتا ہے کہ جب میاں بی بی آپس میں ملتے ہیں اور [illegible]
[illegible] ہوتا ہے تو میاں بی بی دونوں یہ دعا مانگتے ہیں کہ [illegible]

شکر کرینگے اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اسکو بتون یا ستارون کیطرف منسوب کرتے ہین مثلاً
عبد العزی یا عبد الشمس نام رکھتے ہین تو اللہ اس شرک سے پاک ہے دوسرا قول یہہ ہے کہ یہہ خطاب
خاص اُن قریش سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین تھے اُن سے مخاطب
ہوکر اللہ فرماتا ہے کہ اللہ نے تمکو ایک ذات سے پیدا کیا ہے اسلئے کہ وہ سب ایک شخص کی اولاد مین
تھے جسکا نام قصی تھا اور اُسی کی قوم کی اللہ نے قصی کو بی بی دی جو عرب قریشی تھے جب حمل رہا تو قصی نے
اور اُسکی بی بی نے تندرست بچہ کی دعا مانگی جب اولاد ہوئی تو اُن دونون نے ایک بیٹے کا نام عبد مناف
دوسرے کا عبد العزی تیسرے کا عبد قصی۔ چوتھے کا عبد اللات رکھا اور اللہ نے جمع کے صیغہ
جو فرمایا فتعالی اللہ عما یشرکون۔ اسمین وہ دونون اور اُنکے بعد جو مشرک ہوئے سب مراد
ہین۔ تیسرا قول یہہ ہے کہ مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ حضرت آدم و حوا بھی بتون کو پوجتے تھے
اور اُنھین سے مرادین مانگتے تھے اُنکے رد کے لئے اللہ فرماتا ہے کہ اُنہون نے تو اللہ سے
دعا مانگی تھی کہ اگر تو ہمین تندرست بیٹا دیگا تو ہم تیری نعمتون کا شکر کرینگے یہان تک حضرت آدم و حوا کا
قصہ تھا اسکے بعد جو اللہ فرماتا ہے (جعلا له شرکاء) یہ بطور استفہام کے ہے یعنی جب اللہ نے
آدم و حوا کو فرزند عطا کیا تو کیا اُنہون نے شرک کیا یعنی ہرگز شرک نہین کیا اور یہہ شرک کی بات
جو آدم کو مشرک بتلاتے ہین یہ جھوٹے ہین اللہ اُن کے شرک سے پاک ہے یہ خود ہی
شرک کرتے ہین اور آدم کیطرف بھی شرک کی نسبت کرتے ہین چوتھا قول یہہ ہے کہ یہہ قصہ آدم و حوا کا
ہے مگر یہہ جو اللہ نے فرمایا ہے کہ (جعلا له شرکاء فیما آتاهما) اسمین (جعلا) سے (جعل اولاد
هما) اور (فیما آتاهما) سے (فیما آتی اولادهما) مراد ہے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو
اُسکا قائم مقام بنایا گیا ہے جیسے (واسئل القریة) مین (واسئل اهل القریة) مراد ہے
اس صورت مین اسکے معنی یہہ ہوئے کہ آدم و حوا کی اولاد نے اللہ کے شریک مقرر کر لئے

اس میں جو اللہ نے آدم و حوا کی اولاد کو عطا کیا حاصل یہ ہوا کہ آدم و حوا نے شرک نہیں کیا تھا بلکہ آدم و حوا کی اولاد نے اپنے بچوں کے ناموں میں شرک شروع کیا۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اول سے آخر تک آدم و حوا کا قصہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حالت حمل میں ان دونوں نے یہ دعا مانگی تھی کہ اگر اللہ تندرست بچہ دے گا تو اس بچہ کو اللہ کی عبادت کے لیے وقف کر دینگے مگر جب وہ بچہ تندرست پیدا ہوا اور کام کے لائق ہوا تو کسی وقت تو اسکو اللہ کی عبادت کا حکم کرتے تھے اور کبھی اپنی خدمت لیتے تھے یہ امر اگرچہ ہمارے حق میں جائز ہے مگر چونکہ مقربین کا امتحان سخت ہوتا ہے اور ذرا ذرا سی بات کی گرفت ہوتی ہے چنانچہ مشہور ہے کہ بعضے افعال جو ابرار کے حق میں نیکی سمجھے جاتے ہیں مقربین کے حق میں گناہ ہوتے ہیں پس حضرت آدم و حوا کے اسی فعل کو اللہ نے شرک کہا۔

چھٹا قول یہ ہے کہ اول سے آخر تک اس آیت میں آدم و حوا کا قصہ مذکور ہے اور جو قصہ حدیث میں مذکور ہوا وہ صحیح ہے مگر انہوں نے جو بچہ کا نام عبد الحارث رکھا تو یہ سمجھا تھا کہ یہ بچہ اس شخص حارث کی دعا سے زندہ رہے گا اور مرض سے محفوظ رہے گا اور عبد سے انکی مراد مملوک یا غلام نہیں بلکہ جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ (جو کوئی تجھکو ایک حرف سکھا دے میں اسکا عبد ہوں) اسی طرح انہوں نے یہ سمجھا کہ حارث نے جو دعا مانگی یہ اسنے احسان کیا اور اس احسان کی وجہ سے اس بچہ کو عبد حارث کہا جیسے یوں کہدیں کہ یہ تمہارا خادم ہے اور یہ نہ سمجھتے تھے کہ یہ حارث شیطان ہے مگر اللہ نے حضرت آدم سے اسی فعل کی گرفت کی اور اسکو شرک بتایا اسلئے کہ مقربین سے ذرا سی بات کی بھی گرفت ہوتی ہے۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں اسی کو ترجیح دی ہے ساتواں قول یہ ہے کہ عبد الحارث نام رکھنا حدیث میں حوا کی طرف منسوب ہے نہ آدم علیہ السلام کی طرف اور ممکن ہے کہ اسکی بابت جب حضرت آدم کو اطلاع ہوئی ہو تو انہوں نے منع کیا ہو اور حوا نے توبہ کی ہو مگر اللہ نے حوا کے اس فعل کو ان دو میں ذکر کیا اور تثنیہ کی ضمیر جو ذکر کیں اور کلام عرب میں

یہ استعمال بھی شائع ہے کہ تثنیہ کی ضمیر سے واحد مراد لیتے ہیں اور اُسکی مثالیں قرآن میں بھی موجود ہیں
مثلاً اللہ نے فرمایا ہے (یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ) مِنْهُمَا کی ضمیر تثنیہ کی ہے اور مراد اُس
سے فقط بحر شور ہے اسلئے کہ موتی اُسی سے نکلتے ہیں اسی طرح اللہ نے فرمایا ہے (لَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا
فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ) اس آیت میں عَلَيْهِمَا تثنیہ کی ضمیر ہے اور مراد اُس سے فقط شوہر ہے واللہ اعلم
بالصواب أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ
کیا شریک کرتے ہیں اُس کو جو کچھ نہیں پیدا کر سکتا اور وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں ف
یعنی اُن بتوں وغیرہ کو اللہ کا شریک کرتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں اور
اتنا نہیں سمجھتے کہ عبادت کے لائق وہ ہے جو خالق ہو نہ وہ جو مخلوق ہو وَلَا يَسْتَطِيعُونَ
لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ اور نہ اُنکے لیے کچھ مدد کر سکتے
ہیں اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں ف یعنی جن بتوں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں وہ نہ تو
ان بت پرستوں کی کچھ مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں اگر کوئی ان بتوں کو توڑے تو وہ
بت اُسکو دفع نہیں کر سکتے پھر ایسے بت پرستش کے قابل کیونکر ہو سکتے ہیں وَإِنْ تَدْعُوهُمْ
إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ اور اگر بلاؤ تم اُنکو ہدایت کی طرف تو تمہاری
پیروی نہ کرینگے ف یعنی اے مسلمانو مشرکین ایسے بتوں کی پرستش کرتے ہیں جو
کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں اور نہ بت پرستوں کی مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں
ایسی بتوں کی مشرکین عبادت کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ جن بتوں کی یہ حالت ہو وہ کیونکر عبادت
کے لائق ہو سکتے ہیں اور اگر تم ان مشرکین کو ہدایت کی طرف یعنی دین اسلام کی طرف بلاؤ تو
تمہاری پیروی نہیں کرینگے اس تفسیر کی بموجب یہ خطاب مسلمانوں سے ہوا - بیضاوی نے یہی
قول اختیار کیا ہے اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ خطاب مشرکین سے ہے یعنی اے

مشرکین اگر تم ان بتوں کو پکارو اور اُن سے یہ کہو کہ ہدایت کا راستہ بتاؤ تو وہ تمہیں جواب بھی نہ دینگے
پس یہ کیسے معبود ہیں جو ہدایت کا راستہ بھی تمکو نہیں بتا سکتے مولوی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے
یہ تفسیر اختیار کی ہے کہ اے مشرکین اگر تم ان بتوں کو کسی بھلائی کی طرف بلاؤ تو وہ جواب بھی نہ دینگے
مثلاً اُن سے کہو کہ کھانا کھالو یا پانی پی لو تو نہ وہ کھائینگے نہ پئینگے سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ
أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ۝ برابر ہے تم پر کہ پکارو تم اُن کو یا چپ رہو
ف اگر مسلمانوں سے خطاب مانا جاوے تو مطلب یہ ہوگا کہ ان مشرکین کے حق میں علم الٰہی میں
یہ مقرر ہو چکا ہے کہ یہ دوزخ میں جائینگے کبھی ایمان نہ لائینگے اب خواہ تم اُنکو ہدایت کی طرف بلاؤ
یا خاموش رہو سب برابر ہے وہ کسی طرح ہدایت قبول نہ کرینگے اور اگر مشرکین سے خطاب مانا جاوے
تو مطلب یہ ہے کہ اے مشرکین خواہ تم ان بتوں کو پکارو یا چپ رہو برابر ہے وہ نہ کچھ سن سکتے ہیں
نہ کچھ جواب دے سکتے ہیں پھر ایسے بت کیونکر پرستش کے لائق ہو سکتے ہیں جن کو اتنا بھی حس نہیں
إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ
بیشک جن کو پکارتے ہو تم اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تمہاری طرح ف یعنی جیسے تم
اللہ کے قبضہ میں ہو اسی طرح وہ بھی اللہ کے قبضہ میں ہیں پھر تم انکی پرستش کیوں کرتے ہو
خطاب مشرکین سے ہے فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ۝ اب تم انکو پکارو تو چاہئیے جواب دیں تمکو اگر تم سچے ہو ف یعنی اے
مشرکین تم جو یہ گمان کرتے ہو کہ ان بتوں میں نفع نقصان پہونچانے کی قدرت ہے اور تمہاری عبادت
کی انکو خبر ہو جاتی ہے اور اپنے پوجنے والوں سے وہ راضی ہوتے ہیں اگر تم اس قول میں سچے ہو
تو چاہئیے کہ جب تم اُن کو پکارو تو تمہاری بات کا جواب دیں پس اس کا تم امتحان کر دیکھو اور اگر
اپنے خیال میں سچے ہو تو اُن سے اپنی بات کا جواب لے لو انہیں تو اتنی قدرت بھی نہیں جو تم [illegible]

تم اگر کوئی پکارے تو جواب دے سکتے ہو اپنی طاقت کی ہو جب اُسکی مدد کر سکتے ہو مگر پھر بت جن کی تم
پرستش کرتے ہو نہ تم کو جواب دے سکتے ہیں نہ کوئی تمہاری مدد کر سکتے ہیں اَلَهُمْ اَرْجُلٌ
يَّمْشُوْنَ بِهَآ کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے وہ چل سکتے ہوں اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ
يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ کیا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑ سکتے ہوں اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ
يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ کیا اُن کے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکتے ہوں اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ
يَّسْمَعُوْنَ بِهَا کیا اُن کے کان ہیں جن سے وہ سن سکتے ہوں ف یعنی تم اپنے پاؤں سے
چل سکتے ہو ہاتھوں سے کسی چیز کو پکڑ سکتے ہو آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو کانوں سے سُن سکتے ہو ان
بتوں میں تو یہ قوتیں بھی نہیں ہیں وہ تو تم سے بھی بدتر ہیں پھر تم کیا سمجھکر اُن کی پرستش کرتے ہو
قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ
(اے محمدؐ) تو کہدے کہ پکارو اپنے شریکوں کو پھر میرے ساتھ کوئی گھات کرو پھر مجھکو مہلت مت دو
ف اللہ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر تو ان مشرکوں سے کہدے کہ اگر تمہارے بت جن کو تم
اللہ کا شریک سمجھتے ہو کچھ قدرت رکھتے ہیں تو تم ان سے مدد لیکر مجھے کچھ ایذا پہونچاؤ اور جہانتک
تم سے ہوسکے مجھکو ذرا بھی مہلت مت دو اور جب تم مجھکو اپنے بتوں سے مدد لیکر ذرا بھی مضرت نہیں
پہونچا سکتے تو یقین کرلو کہ تمہارے بت تم نقصان پہونچانے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے
اِنَّ وَلِيِّ َۧ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ
بیشک میرا کفیل وہ اللہ ہے جسنے اُتاری ہے کتاب اور وہ کفیل ہوتا ہے صالحین کا ف
یعنی میں تم سے نہیں ڈرتا اسی لئے کہ میرا اعتماد اُس اللہ پر ہے جسنے مجھپر قرآن نازل کیا ہے
وہ میرا کفیل ہے تمہارے شر سے میری محافظت کریگا اور اُسکی ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ صالحین کی
حفاظت کرتا ہے اور اُنکو کافروں کے شر سے بچاتا ہے اسلئے میں تمہارے شر سے ذرا بھی

نہیں ڈرتا وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ۝ اور جن کو تم پکارتے ہو اسکے سوا
نہ وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی ذاتوں کی مدد کر سکتے ہیں ف یعنی تمہارے معبود نہ تمہاری
مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں پس مجھے مضرت پہونچانے میں ان سے کیا ہو سکتا ہے
اور مجھے تمہارے بتوں کا کیا خوف ہو سکتا ہے وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى
لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝
اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ سنتے ہی نہیں اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ تیری طرف نظر کرتے
ہوں گے اور وہ دیکھ نہیں سکتے ف یعنی بت تو ایسے ہیں جو کہ [illegible] ہیں کہ اگر تم ان کو کسی
ایسے کام کے لئے پکارو جو ان کے حق میں بھلائی ہے تب بھی وہ نہیں سنتے اور ان کی صورتیں ایسی
تراشی گئی ہیں کہ دیکھنے والا سمجھے کہ میری طرف نظر ڈال رہے ہیں مگر انہیں بصارت نہیں یا مراد یہ ہے
کہ اے [illegible] اگر تم ان مشرکین کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ سنتے ہی نہیں اور [illegible] ان کی یہ حالت ہے کہ وہ
تمہاری طرف نظر کر رہے ہیں مگر وہ حق کو نہیں دیکھ سکتے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ
بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝ تو اختیار کر معافی اور حکم کر بھلائی کا
ساتھ اور درگذر کر جاہلوں سے ف اللہ نے پیغمبر کو حکم دیا کہ کفار پر سختی نہ کریں واسطے
جواب [illegible] سختی مت کر بلکہ ان کی زیادتی کو معاف کر اور تو جو قبول اسلام کا ان کو حکم کرتا ہے [illegible]
[illegible] نرمی [illegible] حکم کر اور جاہلوں سے درگذر کر یعنی اگر وہ جہالت کی باتیں کریں تو تو ان کے
جواب میں جہالت کی باتیں مت کر بلکہ درگذر کر اس آیت میں اللہ نے رسول اللہ صلعم کو ایسا حکم
دیا اخلاق کا کہ جس کے مطابق وہ سب آدمیوں کے ساتھ سلوک کریں۔ ابن جریر نے کہا ہے کہ
ابن جریر نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی ہے کہ جب اللہ کی طرف سے آیت خذ العفو وامر

بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے جبرئیل نے کہا کہ اللہ تمکو یہ حکم کرتا ہے کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اُسکو معاف کرو اور جو شخص تمکو کچھ دینا بند کر دے تم اُسکو دیا کرو اور جو شخص تم سے محبت چھوڑے اور قطع تعلق کرے تم اُسکے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اور ترمذی اور احمد نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو میں نے ابتدا کی اور پھر پوچھا کہ مجھکو وہ اعمال بتائیے جو افضل ہوں تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص تجھ سے قطع رحم کرے تو اس سے صلۂ رحم کر جو تجھکو محروم کرے تو اُسکو عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اس سے درگذر کر۔ بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حر بن قیس ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرب اور اہل مجلس تھے اور جن لوگوں کو قرآن زیادہ یاد ہوتا تھا وہی لوگ عمر کے مصاحب ہوتے تھے خواہ بوڑھے ہوں خواہ جوان اور انہیں سے حضرت عمر مشورہ کیا کرتے تھے ایک مرتبہ حر بن قیس کے چچا عیینہ بن حصین نے حر سے کہا کہ تو عمر سے مجھکو ملا دے چنانچہ حر اُسکو عمر کے پاس لیگیا عیینہ نے عمر سے کہا کہ اے ابن خطاب یہ کیا بات ہے کہ نہ تو ہمکو بہت سا مال دیتا ہے نہ انصاف کے ساتھ حکومت کرتا ہے یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا غصہ آیا کہ اُسکی طرف متوجہ ہوئے اُسوقت حر نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم کیا ہے کہ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ اور یہ شخص جاہلین میں ہے پس اس آیت کو سنکر عمر نے پھر حرکت نہیں کی اور عمر کی یہ عادت تھی کہ کتاب اللہ کے حکم سے تجاوز نہیں کرتے تھے اور قرآن کو سنکر فوراً رک جاتے تھے ابن مردویہ نے قیس بن سعد ... سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو بعد شہادت دیکھا کہ اُنکے کان اور ناک وغیرہ اعضا کاٹ کر کافروں نے صورت بگاڑ دی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کے بدلے ستر کافروں کی صورت بگاڑ دونگا اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی خُذِ الْعَفْوَ

حر بن قیس کا قصہ

لکھا ہے کہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ تمام قرآن میں اس آیت سے زیادہ اور کوئی آیت مکارم اخلاق کی جامع نہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت کا آخری حصہ یعنی جاہلوں سے اعراض کرنے کا حکم آیات حکم جہاد سے منسوخ ہو گیا مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اسکو منسوخ ماننے کی کچھ حاجت نہیں اسلئے کہ اعراض عن الجاہلین کے معنی تو یہ ہیں کہ تم جاہلوں کے ساتھ جاہل مت ہو یعنی اگر وہ بیہودہ باتیں کہیں تو تم بھی انکے جواب میں بیہودہ باتیں مت کہو اور یہ حکم اذن قتال کے مخالف نہیں بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ جاہلوں کی بیہودہ باتوں کا جواب نہ دیں مگر اسلام کے دین کو غالب کرنے کے لئے ان سے قتال کریں وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ اور اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تو اللہ سے پناہ مانگ بیشک وہ ہے سننے والا جاننے والا۔

ف پہلی آیت میں جاہلوں سے درگذر کرنے کا حکم ہو چکا ہے اب اللہ فرماتا ہے کہ اگر جاہلوں کی باتوں سے درگذر کرنا تجھے مشکل ہو اور شیطان وسوسہ ڈالکر تجھے اشتعال اور غصہ دلاوے تو اسکا علاج یہ ہے کہ تو اللہ سے پناہ مانگ اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے وہ تیری دعا کو سنیگا اور تیری حالت کو معلوم کر کے تیری دعا کو قبول کرے گا اور غصہ کی بلا سے تجھے نجات دے گا۔ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بھی شیطان وسوسہ ڈالتا تھا حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا شیطان مجھپر ایمان لے آیا ہے یہاں حکم بطور شرط کے ہے یعنی اگر شیطان کا وسوسہ ظاہر ہو تو پناہ مانگ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ صورت واقع ہوئی ہو جیسا اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال برباد ہو جائیں گے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی کبھی رسول سے بھی شرک واقع ہوا ہو اگرچہ اس آیت میں خطاب بظاہر رسول سے ہے مگر درحقیقت

تمام امت کی تعلیم ہی مقصود ہے پس جو خطاب بظاہر رسول سے ہے وہ اصل میں تمام امت سے خطاب ہے مطلب یہ ہوا کہ سب مسلمانوں کو یہ چاہیے کہ معافی کا طریقہ اختیار کریں بھلائی اور نرمی کے ساتھ حکم کریں جاہلوں کی بیہودگی پر تحمل کریں اور اگر شیطان وسوسہ ڈالکر غصہ دلادے تو اللہ سے پناہ مانگیں اور غصہ کے دفع کرنے میں اللہ سے استعانت کریں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عبدالرحمن بن زید سے منقول ہے کہ جب آیت خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ غصہ کا کیا علاج ہوگا اسوقت آیت وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ نازل ہوئی۔

انسان کا ظاہری دشمن تو انسان ہوتا ہے اسکا علاج اللہ نے اس آیت میں بتایا کہ معافی اور تحمل کا طریقہ اختیار کرو اور انسان کا باطنی دشمن شیطان ہوتا ہے اسکا علاج اللہ نے بتایا کہ اللہ سے پناہ مانگو۔ شیطان کے دفع کرنے کیلئے اللہ سے پناہ مانگنے کا حکم قرآن میں تین جگہ ہے ایک اس آیت میں دوسرے سورہ قد افلح المؤمنون میں تیسرے سورہ حم السجدہ میں۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخص آپس میں لڑنے لگے اور دونوں میں سے ایک شخص کا منہ جوش غضب میں سرخ ہو گیا تھا اور وہ دوسرے شخص کو برا کہتا تھا آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر یہ شخص اس کلمہ کو کہے تو اسکا غصہ دفع ہو جاوے وہ کلمہ یہ ہے أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ شیطان کے دفع میں اللہ سے پناہ مانگنے کے معنے یہ ہیں کہ اللہ سے التجا کی جائے کہ شیطان دشمن کے شر سے بچاوے۔ اس میں درحقیقت اپنی عاجزی کا اقرار ہوتا ہے کہ میں بندہ ضعیف اپنی قوت سے شیطان موذی کو دفع نہیں کر سکتا اور اللہ کی قدرت سے استعانت کی جاتی ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اللہ سے پناہ مانگنے کے یہ معنے ہیں کہ اللہ کی عظمت اور اسکی نعمتوں کو یاد کرے اور اللہ کے

غضب یا اُسکے عذاب کا ہی دھیان کرے اور ان دونوں کو یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُسکا حکم ماننے کی طرف متوجہ ہوگا اور جوشِ غضب جو اللہ کی نافرمانی کی طرف کھینچتا تھا فرو ہو جاوے گا اللہ نے جو سمیع علیم فرمایا سمیع کے لفظ سے اشارہ یہ ہے کہ انسان نے جو زبان سے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہا اُسکو اللہ نے سُن لیا اور علیم سے اشارہ یہ ہے کہ اسکے معنی کا جو دل میں تصور کیا اُسکو اللہ نے جان لیا یعنی جو کچھ زبان سے استعاذہ ہو اُسکا اثر دل میں ہی چاہیے صرف زبانی قول کا فائدہ بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَيْفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝

بیشک جو پرہیزگار ہیں جب چھیڑتا ہے اُن کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے تو یاد کرتے ہیں پس یکایک وہ بینا ہو جاتے ہیں ف پہلی آیت میں اللہ نے حکم دیا تھا کہ جب شیطان وسوسہ ڈالے تو اللہ سے پناہ مانگا چاہیے جو کہ پہلے سے تحمل اور درگذر کا حکم تھا اُس کے مقابلہ میں وسوسہ شیطان سے یہاں غضب مراد لیا گیا تھا اگر یہ وسوسہ ہر گناہ کو شامل ہو سکتا ہے اب اللہ اُسی حکم کی اور زیادہ تاکید کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو لوگ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اُن کے دل میں جب شیطان کسی گناہ کا وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ گناہ غضب ہو یا اور کوئی فعل حرام ہو تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں جس کی وجہ سے اُنکی آنکھیں کھل جاتی ہیں یعنی عقل درست ہو جاتی ہے اور اس گناہ کی برائی سمجھ میں آجاتی ہے اللہ کی یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی قدرت اور غضب اور عذاب سخت کو یاد کرکے یہ دھیان کرتے ہیں کہ اس گناہ سے اللہ ناراض ہوگا اور اُسکا عذاب ایسا سخت ہے جسکا تحمل کسی طرح ممکن نہیں اور اسوجہ سے وہ اُس گناہ سے باز رہتے ہیں۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عمرو بن جامع کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ایک جوان مسجد میں عبادت کیا کرتا تھا حسب اتفاق ایک

عورت نے اسکو اپنی طرف بلایا اور زنا کی خواہش دلائی ایک مدت تک وہ عورت اسی کوشش میں
رہی اور اس جوان کو بہکاتی رہی آخر بمقتضاے بشریت اس جوان کے دل میں بھی وسوسہ پڑا اور
قریب تھا کہ اس عورت کے گھر میں داخل ہو جاے استنے میں اس جوان کو یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ
اتَّقَوْا الخ یاد آگئی تو وہ اس آیت کو یاد کرتے ہی غش کھا کر گرا جب ہوش ہوا تو پھر اس آیت کو یاد کیا اور مر گیا حضرت عمر
رضی اللہ عنہ اسکی تعزیت کیلئے اس جوان مرحوم کے باپ کے پاس گئے رات میں اسکو دفن کر دیا
تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسکی قبر پر تشریف لیگئے اور اپنے ساتھیوں کو شریک کر کے نماز پڑھی
پھر حضرت عمرؓ نے اس جوان کو آواز دی اور فرمایا کہ اے جوان وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ
جوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا کہ اے عمر بیشک میرے پروردگار نے مجھکو دو جنت عطا کی
وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ۝
اور اخوان الشیاطین کو کھینچتے ہیں شیاطین گمراہی میں پھر وہ نہیں تھکتے ف اول
اللہ نے متقیون کا ذکر کیا کہ ان کے دل میں جب شیطان وسوسہ ڈالتا ہے تو وہ اللہ کو یاد
کر کے متنبہ ہو جاتے ہیں اب اسکے مقابلہ میں نافرمانوں کا ذکر کرتا ہے جو اخوان الشیاطین یعنے
شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں شیطانوں کا بھائی انکو اسوجہ سے فرمایا کہ شیطانوں کے
تابع ہوتے ہیں شیاطین جو انکے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں اسکو وہ اخوان الشیاطین
قبول کر لیتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے ہیں ایسے لوگوں کو شیاطین کھینچکر گمراہی میں پہونچا
دیتے ہیں اور پھر وہ گمراہی سے باز نہیں آتے یعنی متقین تو اللہ کو یاد کر کے گناہ سے بچ جاتے
ہیں مگر اخوان الشیاطین کو بہکانا سے نہیں تھکتا یا (لَا یُقْصِرُوْنَ) کی ضمیر شیاطین کی طرف سے
یعنی پھر شیاطین ان کے گمراہ کرنے سے نہیں تھکتے۔ اِخْوَانُهُمْ کی ضمیر شیاطین کی طرف پھرتی ہے
اور شیطان سے جنس شیطان مراد ہے اسیوجہ سے جمع کی ضمیر مذکور ہوئی وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ

بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا اور جب نہیں لاتا تو اُن کے پاس کوئی
آیت تو کہتے ہیں کیوں نہیں بنا لیتا آیت ف یعنی جب کچھ مدت تک قرآن کی کوئی آیت
نازل نہوتی تو مشرکین مکہ یوں کہتے تھے کہ اسے محمد تو اپنی طرف سے آیتیں بنا کر کیوں نہیں پڑھ دیتا
اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ آیت سے مراد معجزہ ہے یعنی مشرکین کہ جنہوں نے
معجزات کو کھیل تماشا بنا لیا تھا اور ہمیشہ رسول سے معجزات طلب کیا کرتے تھے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امور میں حکم الٰہی کے منتظر رہتے تھے تو کافر کہتے تھے کہ اپنی
طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں ظاہر کرتا اور بعض نے اجتبیتہا کے معنے طلب کرنے کے کیے ہیں
یعنی جب معجزہ ظاہر نہوتا تو کافر کہتے کہ اللہ سے معجزہ کیوں نہیں طلب کرتا قُلْ إِنَّمَا
أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي تو کہہ دے کہ اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ میں
اُسی کی پیروی کرتا ہوں جو وحی آتی ہے مجھ پر میرے رب سے ف یعنی اسے محمد کہہ دے
کہ قرآن کی آیتیں میں اپنی طرف سے نہیں بناتا بلکہ جو اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے اور قرآن
کی آیت نازل ہوتی ہے وہی بیان کرتا ہوں اور اگر آیت سے معجزہ مراد ہو تو مطلب یہ ہے
کہ اسے محمد تو کہہ دے کہ معجزہ میں اپنی طرف سے نہیں بنا سکتا بلکہ اللہ کے حکم کا منتظر رہتا ہوں
اور جب اللہ کا حکم ہوتا ہے اُسی وقت معجزہ ظاہر کرتا ہوں بغیر اللہ کے حکم کے معجزہ ظاہر نہیں ہوتا
هَٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ
یہ نشانیاں ہیں تمہارے رب کی طرف اور ہدایت اور رحمت ہیں اُن کے لئے جو ایمان لاتے
ہیں ف یعنی قرآن کی آیتیں میری بنائی ہوئی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے یہ نشانیاں
نازل ہوئی ہیں اور جو لوگ ایمان لانے والے ہیں اُن کے لئے یہ آیتیں رحمت اور ہدایت
ہیں یا معجزہ طلب کرنے والوں سے یوں کہا گیا کہ تم اور معجزہ کیوں طلب کرتے ہو یہی قرآن کا

آیتین بہت بڑا معجزہ ہین یہ آیتین اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہین اور مومنین کے لئے رحمت اور
ہدایت ہین اگر آدمی اسکو بنا سکے تو تم بنا دو وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا
لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اور جب قرآن پڑہا جاوے
تو اسکو سنو اور چپکے رہو تاکہ تمپر رحم کیا جاوے ف اول اللہ نے یہ فرمایا کہ قرآن
مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت ہے اور اسکے بعد یہ حکم دیا کہ جب قرآن پڑہا جاوے تو اُس کو
سنو اور خاموش رہو یعنی خوب متوجہ ہوکر اُس پر غور کرو اسلئے کہ قرآن ہدایت اور رحمت انہین کے
لئے ہوگا جو اسکے مطالب پر غور و فکر کرینگے اور اسکی ہدایتون کو سمجھ کر مانینگے اُسکی مثالون سے
عبرت حاصل کرینگے احکام پر عمل کرینگے اُسمین جنت کا ذکر سنکر اُسکی طلب مین کوشش کرینگے
اور دوزخ کا ذکر سنکر اُس سے بچنے کی تدبیر کرینگے یہ سیدھا سادا مطلب اس آیت کا ہے
مگر فقہا نے جو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑہنا اور نہ پڑہنے کے مسئلہ مین اس آیت سے استدلال
کیا ہے اُسمین بہت اختلاف ہے —
ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ اس آیت مین اللہ نے قرآن کی تلاوت کیوقت
خاموش رہنے کا حکم کیا لیکن جب نماز مین امام جہر سے قرآن پڑہے اُس وقت اس حکم کی اور
زیادہ تاکید ہے اسلئے کہ مسلم نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ امام اسلئے مقرر
ہوا ہے کہ تم اُسکی پیروی کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑہے تو تم
خاموش رہو ابوہریرہؓ سے یہ منقول ہے کہ نماز مین باتین کیا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی
تو سکوت کا حکم ہوا ابن جریر نے ابن مسعودؓ سے بھی یہی نقل کیا اور ایک روایت ابن جریر نے
نقل کیا ہے کہ ابن مسعود نماز پڑہتے تھے اُنھون نے سنا کہ لوگ امام کے پیچھے قراءت کر رہے
ہین جب ابن مسعودؓ نے نماز تمام کی تو سب لوگون کو خوب تاکید سے سمجھایا کہ اللہ کا حکم ہے

کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو تم سنو اور خاموش رہو ابن جریر نے زہری سے روایت کی ہے کہ
کہ انصار میں سے ایک جوان کی یہ عادت تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تو وہ بھی
پڑھتا اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور امام احمد اور اہل سنن نے ابوہریرہ سے یہ روایت
کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ کیا تم میں سے
کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی تھی ایک شخص نے اسکا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میں کہتا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ قرآن میں میرے ساتھ جھگڑا کیا جاتا ہے۔ ترمذی نے
اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ ابو حاتم نے صحیح کہا ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے زہری سے
نقل کیا ہے کہ مقتدیوں کو امام کی قراءت کافی ہے اور اگرچہ امام کی آواز نہ آتی ہو لیکن جب نماز
جہری نہ ہو تو مقتدی اپنے دلوں میں پڑھ لیں لیکن جہری نماز میں امام کے پیچھے کسی کو قراءت جائز
نہیں نہ سراً نہ علانیۃً اسلئے کہ اللہ نے فرمایا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ۔ ان سب اقوال کے نقل کرنے کے بعد ابن کثیر نے لکھا ہے کہ علما کی ایک جماعت کا یہی
قول ہے کہ امام کے پیچھے نماز میں کچھ نہ پڑھے نہ سورۂ فاتحہ نہ کچھ اور قرآن امام مالک کا مذہب یہی
ہے۔ اور قدیم قول شافعی کا بھی یہی ہے۔ اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ اور امام شافعی کا
جدید قول یہ ہے کہ سکتات امام میں سورۂ فاتحہ پڑھ لے۔ اور ایک جماعت صحابہ اور تابعین
وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا یہ قول ہے کہ مقتدی پر قراءت واجب
نہیں نہ نماز سریہ میں نہ جہریہ میں اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جسکے لئے امام ہو اسکے لئے امام
کی قراءت اسکی قراءت ہے۔ یہ حدیث مسند احمد میں جابر سے مرفوعاً مروی ہے۔ اور موطا
مالک میں موقوفاً اور راجح یہی موقوفا ہے۔ امام بخاری نے اس مسئلہ میں ایک خاص رسالہ
لکھا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ امام کے پیچھے نماز سری اور جہری دونوں میں الحمد پڑھنا واجب ہے

واللہ اعلم۔ علی بن طلحہ نے ابن عباسؓ سے آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کی تفسیر میں
روایت کی ہے کہ یہ حکم فرض نماز میں ہی ہے اور عبداللہ بن المغفل سے بھی یہی مروی ہے ابن جریر
نے عبداللہ بن کریز سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک واعظ وعظ کہہ رہا تھا
اور عبید بن عمیر اور عطاء بن رباح آپس میں باتیں کر رہے تھے میں نے اُن دونوں سے کہا کہ تم ذکر
نہیں سنتے اور گناہ اپنے ذمہ لیتے ہو یہ سنکر اُن دونوں نے میری طرف دیکھا اسکے بعد پھر آپس میں
باتیں کرنے لگے میں نے پھر بھی کہا اُنہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور آپس میں باتیں کرنے لگے میں
نے تیسری بار بھی کہا اُنہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور دونوں نے یہ کہا کہ آیت اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ
کا حکم فقط نماز میں ہے اور سفیان ثوری نے مجاہدؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ آیت اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ
کا حکم فقط نماز میں ہے مجاہد کا یہ قول سفیان کے سوا اور طریقوں سے بھی مروی ہے اور عبدالرزاق نے
مجاہدؒ سے روایت کی ہے کہ جو شخص خارج نماز قرآن پڑھے اُسوقت باتیں کرنا جائز ہیں اور
سعید بن جبیر اور ضحاک اور ابراہیم نخعی اور قتادہ اور شعبی اور سدی اور عبدالرحمن بن زید بن
اسلم کا یہ قول ہے کہ اس آیت کا حکم نماز میں ہے اور شعبہ نے مجاہد سے یہ نقل کیا ہے کہ اس آیت کا
حکم نماز اور جمعہ کے خطبہ میں ہے۔ اور ابن جریر نے حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کا
حکم نماز اور ذکر سے مخصوص ہے اور ابن مبارک نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ اس آیت کا
حکم عیدین اور جمعہ کے خطبہ سے اور جہری نماز سے مخصوص ہے اور ابن جریر نے بھی یہی قول اختیار
کیا ہے کہ تلاوت قرآن کے وقت خاموش رہنے کا حکم فقط نماز اور خطبہ میں ہے۔ یہاں تک ترجمہ
تفسیر ابن کثیر کا ہے۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سب فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ خارج نماز بھی
جو شخص قرآن کو خاموش رہ کر سنے گا اُسکو بہت اجر ملیگا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے ایک آیت قرآن کی

سنی اُسکے لیے دونی نیکی لکھی جاوے گی اور جس نے ایک آیت تلاوت کی اُسکے لیے قیامت کے دن نور ہوگا **فقہاے حنفیہ** نے لکھا ہے کہ قرآن کا ہر وقت میں سننا واجب ہے خواہ داخل صلوٰۃ ہو خواہ خارج صلوٰۃ مگر جب کوئی عذر ہو اُسوقت واجب نہیں۔ شامی نے حاشیہ درمختار میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے موقع پر قرآن پڑھے جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہیں تو پڑھنے والا گنہگار ہوگا۔ اگر کوئی شخص قرآن پڑھے اور لوگ سوتے ہوں تو بھی پڑھنے والا گنہگار رہیگا اسلیے کہ وہ لوگ جو قرآن نہ سن سکے اسکا باعث وہ پڑھنے والا ہوا اور اُسنے اُن کو ایذا بھی دی جو سوتے سے جگایا۔ شامی نے شرح منیہ سے نقل کیا ہے کہ قرآن کا سننا فرض کفایہ ہے۔ اگر بعض شخص خاموش ہوکر اُسکو سنتے رہے تو سب کے ذمہ سے گناہ ساقط ہوگیا۔ **وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ ۵** اور یاد کر اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور پستی کے ساتھ جہر کی بات سے صبح اور شام اور مت ہو غافلوں میں سے **ف** یہ حکم ہر ذکر کے واسطے ہے کہ اپنے دل میں اللہ کو عاجزی اور خوف کے ساتھ یاد کرے اور اگر جہر کرے تو فقط اسقدر کہ بلند آواز یعنی بلند آواز سے جو بات کرتے ہیں اُس سے آواز پست ہو۔ حاصل یہ ہے کہ دل میں یاد کرے اور پست آواز سے یاد کرے آواز بلند نہ کرے۔ سب سے پہلے اللہ نے ذکر کا حکم کیا پھر اُسکے ساتھ عاجزی اور خوف کی صفت بیان کی یہ دونوں صفتیں دل کے ذکر کی تاکید کے لئے ہیں اسلئے کہ عاجزی اور خوف دل کا کام ہے جب تک دل سے ذکر نہ کرے گا خشوع اور خضوع حاصل نہیں ہوسکتا اور آخر میں اللہ نے غفلت سے منع کیا یہ بھی اُسی کی تاکید ہے اسلئے کہ زبان سے ذکر کرنا اور دل میں اُسکا غافل ہونا غفلت میں داخل ہے۔ ذکر قلب کے ساتھ اللہ نے ذکر زبانی کا بھی حکم کیا تاکہ زبان اور دل

دونوں مطابق ہو جاویں پس ذکر کی دو قسمیں ہوئیں ایک وہ جو فقط دل سے ہو اور دوسری وہ جو دل اور زبان سے ہو۔ صبح شام کی تخصیص اسلئے کی کہ ان دونوں وقتوں میں ذکر زیادہ افضل ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صبح اور شام کے وقت بندوں کے اعمال کو فرشتے آسمان کی طرف لیجاتے ہیں علاوہ اسکے صبح کا ذکر اسلئے افضل ہے کہ دن کے اعمال میں سب سے پہلے اللہ کا ذکر ہو اور شام کا ذکر اسلئے افضل ہے کہ رات کے اعمال میں سب سے پہلے اللہ کا ذکر ہو۔ قطع نظر اس کے صبح اور شام کا وقت اللہ کی قدرت کی بہت بڑی نشانیاں ہیں کہ تاریکی سے روشنی اور روشنی سے تاریکی ظاہر ہوتی ہے۔ پس اللہ کی اس عجیب نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کو ضرور یاد کرنا چاہیئے۔ اسکے سوا یہ ہے کہ جب رات اور دن کی ابتدا اور انتہا میں اللہ کو یاد کیا تو تمام اوقات پر ذکر محیط ہو گیا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صبح شام کے ذکر کا قرآن میں بہت حکم ہے اور یہ آیتیں معراج سے پہلی ہیں اسوقت صرف صبح شام کی نماز تھی۔ پانچ وقت کی نماز معراج میں فرض ہوئی ہے إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ۩ بیشک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں اسکی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے اور اسکی پاکی بیان کرتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں **ف** سجدہ کرنے سے مطلق عبادت مراد ہے یعنی فرشتے جو باعتبار بزرگی کے اللہ سے قریب ہیں وہ اللہ کی عبادت سے کسی وقت سرکشی نہیں کرتے اور اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں یعنی اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ مقصود یہ ہے کہ انسان کو بھی یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور اسی لیے اس آیت پر سجدہ واجب ہے یعنی ملائکہ کے سجدہ کا ذکر سنکر انسان بھی سجدہ کریں۔ قرآن میں یہ پہلی آیت سجدہ کی ہے اس کے پڑھنے والے اور سننے والے کو بالاجماع سجدہ واجب ہے

صحیح مسلم اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب انسان سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا اس سے دور ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ افسوس کہ اس کو سجدہ کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا پس اسکے لئے جنت ہے اور مجھکو سجدہ کا حکم ہوا میں نے نافرمانی کی تو میرے لئے نار ہے ۔

سُوْرَۃُ الْاَنْفَال

یہ سورت مدنی ہے اور اسمیں پچھتر آیتیں ہیں ۔ اتقان میں لکھا ہے کہ مقاتل کا یہ قول ہے کہ اس سورت میں آیت اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ مکی ہے مگر ابن عباسؓ سے یہ قول صحیح ہوا ہے کہ یہ آیت جسطرح کہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی اسی طرح مدینہ میں بھی نازل ہوئی تھی اور بعض کا قول ہے کہ آیت یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ مکی ہے ۔ اور بزار نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب حضرت عمرؓ ایمان لائے تھے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط تجھسے پوچھتے ہیں غنیمتوں کا حکم ۔ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ج تو کہدے غنیمتوں کا مال اللہ اور رسول کے لئے ہے ۔ یعنی غنیمت کا مال جو جہاد میں حاصل ہوا اسکا رسول کو اختیار ہے کہ اللہ کے حکم کی بموجب جسطرح چاہے صرف کرے [illegible] تفسیر [illegible] میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے ابی امامہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبادہ سے انفال کو پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ آیت ہم اصحاب بدر کے حق میں ہے اور جب مال غنیمت میں ہم جھگڑنے لگے اور ہمارے طور اختلاف پڑا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی تب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں پر غنیمت کا مال بحصہ مساوی تقسیم کر دیا۔ اور نیز امام احمد رح
نے عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ہم غزوہ بدر میں حاضر تھے جب مقابلہ ہوا تو اللہ نے دشمن کو شکست دی مسلمانوں کے
ایک گروہ نے کافروں کا تعاقب کیا انکو بھگاتے تھے اور قتل کرتے تھے۔ دوسرے گروہ نے
مال غنیمت کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک جگہ لا کر جمع کیا۔ تیسرے گروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
حفاظت کی تاکہ دشمن دھوکا دیکر ان پر حملہ نہ کرے رات کو سب لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور مال غنیمت
کی تقسیم میں باہم جھگڑنے لگے جس گروہ نے غنیمت کے مال کو جمع کیا تھا وہ کہنے لگے کہ یہ مال
ہمنے جمع کیا ہے ہمارے سوا اور کسیکا اسمیں حق نہیں جس فریق نے تعاقب کیا تھا وہ کہتے تھے
کہ ہمنے اس مال سے دشمنوں کو ہٹایا اور بھگایا اس لئے یہ سب مال ہمارا حق ہے۔ جس گروہ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کی تھی وہ کہتے تھے کہ ہم نے بڑا ضروری کام انجام دیا ہے
اس لئے ہم حقدار ہیں اسوقت یہ آیت نازل ہوئی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب
مسلمانوں میں وہ مال برابر تقسیم کر دیا اگرچہ ابن کثیر نے اسکے سوا اور بھی بہت سی روایتیں اس
آیت کے سبب نزول میں لکھی ہیں مگر جو روایت مذکور ہوئی الفاظ قرآن سے زیادہ مناسبت
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ لی تو اللہ سے ڈرو اور آپس کے
معاملات درست کرو ف یعنی اللہ سے ڈر کر باہمی جھگڑے دور کرو اور آپس میں صفائی
کرو وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ
اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگر تم ایمان لانے والے ہو ف
یعنی اللہ سے ڈرنا اور آپس میں صلح کرنا اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا مقتضائے ایمان
ہے پس اگر تم ایمان رکھتے ہو تو ان خصلتوں کو اختیار کرو یہ جو فرمایا کہ (اگر تم ایمان والے ہو)

اس سے یہ مراد نہیں کہ اُن کے ایمان میں کچھ خلل تھا بلکہ یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جو مومن ہو وہ ایسی
خصلتیں اختیار کرنا چاہییں اطاعت جمیع امور میں واجب ہے خصوصاً اسکے اموال غنیمت کی تقسیم میں ہے
پس یہاں مقصود یہی ہے کہ غنیمت کی تقسیم میں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کریں اسکو
قبول کرو اور راضی رہو آپس میں صلح کرنے کے فضائل میں ابن کثیر نے یہ روایت نقل کی ہے
کہ حافظ ابو یعلی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بیٹھے ہوئے تھے یکایک آپ ہنسے کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے اسوقت عمر نے پوچھا کہ یا رسول اللہ
میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کس بات نے ہنسایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کہ میری امت کے دو شخص اللہ کے سامنے پیش ہوئے ایک نے کہا کہ اے اللہ میرا حق
جو میرے اس بھائی نے غصب کیا ہے مجھے دلادے اللہ نے اُس غاصب سے کہا کہ اپنے
بھائی کا حق دیدے تو غاصب نے کہا کہ میری نیکیوں سے کچھ باقی نہیں رہا تب مظلوم نے کہا کہ اے اللہ
میرا بوجھ یہ اٹھاوے یہ فرماکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے
اور فرمایا کہ قیامت کا دن ایسا سخت دن ہوگا کہ اس میں لوگ محتاج ہونگے کہ کوئی ان کا
بوجھ اٹھاوے اسوقت اللہ نے طالب سے کہا کہ اپنی نظر اٹھا اور جنت کو دیکھ جب اُس نے
سر اٹھایا تو کہا کہ اے اللہ مجھ کو ایسے شہر نظر آتے ہیں جنکی عمارتیں چاندی سے بنی ہوئی ہیں اور
سونے کے محل نظر آتے ہیں جن میں موتی جڑے ہوئے ہیں یہ کس نبی کے لئے ہیں یا کس صدیق
کے لئے ہیں یا کس شہید کے لئے ہیں تو اللہ نے فرمایا کہ جو اس شخص کے لئے ہیں جو ان کی قیمت
ادا کرے تو اس نے کہا کہ اے اللہ کس کو طاقت ہے کہ ان کی قیمت دے سکے تو اللہ نے فرمایا کہ
تو ان کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ تب اُس شخص نے کہا کہ اے اللہ ان کی قیمت کیا ہے۔ تو اللہ
نے فرمایا کہ تیرے بھائی نے جو تجھ پر ظلم کئے ہیں وہ معاف کردے۔ تب اُس نے کہا کہ اے اللہ

ہین نے معاف کئے۔ تب اللہ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور تم دونون جنت مین داخل ہو جاؤ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ یُصْلِحُ بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ یعنی اللہ سے ڈرو اور آپس مین صلح کرو اس لئے کہ اللہ بھی قیامت کے دن مومنین مین صلح کراوے گا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۵ بیشک ایمان والے وہی ہین کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو اُن کے دل ڈر جاوین اور جب اللہ کی آیتین اُن پر پڑھی جاوین تو اُنکا ایمان بڑھا دین اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہین **ف** یعنی کامل ایمان والے وہی ہین کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو اُن کے دلون مین اللہ کا خوف پیدا ہو۔ اللہ کا خوف دو قسم ہے ایک اللہ کے عذاب کا [illegible] دوسرا [illegible] کے عظمت [illegible] ہو جانا اُس کی ہیبت کہ [illegible] خوف [illegible] کے [illegible] ہر وقت [illegible] خصوصاً جب اللہ کا ذکر ہو تو [illegible] خوف کا اثر [illegible] ظاہر ہو۔ دوسری صفت مومن کی یہ ہے کہ جب اللہ کی آیتین اُن کے سامنے پڑھی جاوین اُنکا ایمان بڑھ جاوے یعنی جو امور [illegible] ایمان ہین مثلاً اللہ کا خوف اور زہد و تقوی اور عبادت کی طرف اُن کی رغبت بڑھ جاوے۔ تیسری صفت مومنین کی یہ ہے کہ اللہ پر توکل کرتے ہین یعنی سب کام اپنے اللہ کی سپرد کرتے ہین اور اللہ کے سوا [illegible] الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۵ ایسے لوگ جو قائم کرتے ہین نماز کو اور ہمین سے جو دیا ہے اُن کو راہ مین خرچ کرتے ہین **ف** چوتھی صفت مومنین کی یہ ہے کہ وہ نماز کے پابند ہون۔ اقامت صلوۃ سے بعض کے نزدیک پانچون وقت کی پابندی

ساتھ ہمیشہ نماز پڑھنا مراد ہے اور بعض کے نزدیک بروایت آداب جماعت اچھی طرح ادا کرنا
پانچویں صفت مومنین کی یہ ہے کہ جو مال ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے زکوۃ اور صدقہ دیتے
ہیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا وہی ہیں مومن سچے
ف یعنی جن مومنوں میں یہ پانچوں صفتیں پائی جاتی ہیں کامل وہی ہیں لَهُمْ دَرَجٰتٌ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ان کے لئے
مراتب ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور رزق بزرگی کا ہے ف
یعنی جن مومنین میں یہ پانچوں صفتیں ہوں گی ان کے لئے اللہ کے پاس بڑے بڑے مرتبے ہیں
مرتبوں میں سے یا تو جنت کے مرتبے یا قرب الٰہی کے مراتب مراد ہیں اور مغفرت سے گناہوں کی
بخشش مراد ہے اور رزق سے جنت کی نعمتیں مراد ہیں کریم اسلئے کہا کہ کرامت اور تعظیم کے ساتھ
ہوں گی۔ خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ رزق کریم سے مراد ہے کہ رزق ان کا کریم
اللہ نے کامل مومنوں کی یہ پانچ صفتیں بیان کیں اول اللہ کے ذکر کے وقت ان کے دلوں
میں خدا کا خوف پیدا ہونا۔ دوسرے قرآن سنکر ان کا ایمان بڑھ جانا۔ تیسرے اللہ پر توکل کرنا یہ
تینوں صفتیں ایسی ہیں جو قلب سے تعلق رکھتی ہیں۔ چوتھے نماز کا پابند ہونا۔ پانچویں اپنے مال میں سے
زکوۃ اور صدقہ دینا یہ دونوں اعمال ظاہری کی قسم میں ہیں پس یہ پانچوں صفتیں باطنی اور
ظاہری دونوں کو شامل ہیں اور جس شخص میں یہ صفتیں جمع ہو جاویں وہ تمام صفات حسنہ سے
موصوف ہو جاتا ہے كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَ
اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ جیسے نکالا تجھ کو
تیرے رب نے گھر سے حق کے ساتھ اور بیشک ایک گروہ اہل ایمان کا
ناخوش تھا ف یعنی تقسیم غنائم کا معاملہ اللہ کے حکم سے

اسی طرح [illegible] ان کی خوشی کے خلاف جیسے کہ گھر سے تیرا نکالنا اور کافروں سے لڑنا اللہ کے [illegible]
حق ہو کر بعض مومنین کو ناخوش لگا۔ یہ آیت غزوۂ بدر میں نازل ہوئی تھی اسکا قصہ یہ ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تھی کہ کفار کا قافلہ بہت سا مال لیکر شام سے آتا ہے
اور قافلہ کا سردار ابوسفیان ہے چونکہ اس قافلہ کا راستہ مقام بدر پر سے تھا (بدر ایک کنوئیں کا
نام ہے) اور مدینہ منورہ سے [illegible] چار منزل ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے [illegible] اس قافلے کے لوٹنے کا قصد کر کے مدینہ سے سفر کیا۔ آپ کے ساتھ
تین سو کئی آدمی تھے جن میں ایک یا دو سوار تھے مگر جاسوسوں نے ابوسفیان کو اس قصہ کی خبر کر دی
اسلئے انہوں نے وہ راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارے کا راستہ اختیار کیا اور مسلمانوں کے قابو سے نکل گیا
اور ادھر [illegible] نے مکہ کو بھی خبر بھیج دی وہاں سے ایک بڑی جنگی جوان لڑائی کے لئے نکلا مسلمان جو قافلے کی
امید میں آئے تھے وہ تو ہاتھ نہ آیا اور اس [illegible] سے مقابلہ پیش آیا [illegible]
[illegible] ناخوش تھے پھر اللہ [illegible] فرمایا [illegible]
[illegible] ان کی ناخوشی کا کچھ [illegible] اور یہ اللہ کی مرضی [illegible]
پوری ہوئی یعنی مسلمان کافروں سے جیتے اور فتح پائی يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ
بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ
يَنظُرُونَ ۝ لڑنے سے [illegible] جس میں [illegible] کرنا [illegible] گیا گویا کہ [illegible] جاتے
تھے موت کی طرف اور وہ دیکھ رہے تھے [illegible] یعنی کہ [illegible] قریش سے لڑنا پسند نہیں
کرتے تھے اور [illegible] جدال سے تعبیر کیا اور حق یہی تھا کہ
لشکر قریش سے مقابلہ کریں اور ان کی [illegible] فرمایا کہ امر حق میں جھگڑنے
لگے تھے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اکثر اجلہ صحابہ مثل ابوبکر و عمر اور سعد بن عبادہ کی

کی رائے تھی کہ لشکر قریش سے مقابلہ بہتر ہے اسلئے اُس فریق پر جو اس رائے میں مخالف تھا یہ
ظاہر ہوگیا تھا کہ ہماری رائے غلط ہے اور حق یہی ہے کہ مقابلہ کیا جائے مگر پھر بھی اُنکو مخالفت تھی
اور یہ لڑائی ایسی ناگوار تھی کہ گویا اُن کو قتل کرنے کے لئے زبردستی لیے جاتے ہیں اور دیکھ رہے
ہیں کہ اُنکی موت کا سامان سامنے موجود ہے ان لوگوں کی مخالفت نافرمانی کے طور پر نہ تھی بلکہ وہ
یہ جانتے تھے کہ ہماری فوج بہت تھوڑی ہے اور جو سامان ہونا چاہیے تھا وہ [illegible]
آنحضرت [illegible] اسلئے پورا سامان ساتھ تھا دشمن کی فوج کثیر تھی اور تمام سامان سے درست تھی اسلئے
بمقتضائے بشریت [illegible] وقت میں لڑائی کو پسند نہیں کرتے تھے [illegible]
[illegible]
پھر جماعت مہاجرین و انصار [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
آئی اور [illegible] ہماری کیا رائے ہے [illegible] ہم میں دشمن سے لڑنے کی
طاقت نہیں [illegible]
رائے میں ہماری کیا [illegible]
وہ نہیں کہنے جو قوم موسیٰ [illegible] تو اور تیرا رب جاؤ [illegible]
ہم یہاں بیٹھے ہیں یہ قول سنکر [illegible]

کہا تو یہ کہنا ہمارے حق میں مال غنیمت سے بہتر تھا اسی قصہ میں آیت کما اخرجک ربک الخ نازل ہوئی

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ

اور جس وقت وعدہ کرتا تھا تم سے اللہ ایک کا دو گروہوں میں سے کہ بیشک وہ تمہارے لئے ہے اور تم پسند کرتے تھے کہ جو قوت والا نہیں وہ تمہارے لئے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ غالب کرے حق کو اپنے احکام سے اور کاٹ دے جڑ کافروں کی تاکہ سچا کر دے حق کو اور جھوٹا کر دے باطل کو اور اگرچہ ناخوش ہوں گنہگار ف یعنی اے مومنو اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ نے تم سے وعدہ کیا کہ ان دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر تم کو فتحیابی ہوگی اور تم یہ پسند کرتے تھے کہ تم کو وہ قافلہ جس میں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آوے۔ لشکر قریش جو صاحب قوت ہے اس سے مقابلہ نہ ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ حق یعنی دین اسلام کو غالب کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ دین حق کی حقیت اور دین باطل کا بطلان کھل جاوے اگرچہ مجرم یعنی مشرک غلبہ اسلام کو پسند نہ کرتے ہوں لیکن چونکہ اللہ کو غلبہ اسلام مقصود تھا اسی لئے قافلہ نکل گیا اور مشرکین کے لشکر سے تمہارا مقابلہ کرا دیا اور تمکو فتح دی اسی لڑائی میں کافروں کی جڑ اکھڑ گئی اور دین حق غالب ہو گیا۔

اللہ کے کلمات سے اللہ کے وہ احکام مراد ہیں جو اس واقعہ کے متعلق بذریعہ وحی کے احکام ہوئے یا وہ احکام مراد ہیں جو فرشتوں کو مسلمانوں کی مدد کرنے کا حکم کیا یا احکام تقدیری مراد ہیں۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ

تھے تم اپنے رب سے تو دعا قبول کی تمھارے لئے کہ مین مدد کرونگا ہزار فرشتون سے پیچھے پیچھے آنیوالے
ف اللہ اسوقت کو یاد دلاتا ہے جب مسلمانون نے دیکھا کہ مشرکین کے لشکر سے
خواہ مخواہ لڑنا پڑیگا اسوقت اپنا ضعف اور کافرون کی قوت دیکھکر اللہ سے مدد کی دعا مانگی
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا مانگی چنانچہ صحیح مسلم مین عمر رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ مشرکین کا شمار غزوہ بدر کے دن ایکہزار تھا اور مسلمان تین سو تیرہ آدمی تھے
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو قبلہ رو ہوکر دونون ہاتھ پھیلائے اور
اللہ سے دعا مانگنا شروع کی کہ اے اللہ اپنا وعدہ پورا کر اے اللہ جو تو نے مجھسے وعدہ کیا ہے
وہ مجھکو دے - اے اللہ اگر تو مسلمانون کے اس لشکر کو ہلاک کردیگا تو پھر زمین مین کوئی
تیری عبادت کرنے والا نہ رہیگا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مین مشغول رہے تھے
کہ آپ کی چادر کاندھون پر سے گر گئی پھر ابوبکر آئے اور آپکی چادر اٹھا کر آپکے کاندھون پر ڈالی
اور آپکو پیچھے سے تھام لیا اور کہا کہ یا رسول اللہ بس اتنی دعا آپکی کافی ہے اللہ اپنا
اپنا وعدہ پورا کریگا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی - اللہ فرماتا ہے کہ مینے تمہاری دعا قبول کر لی
یعنی جب تم نے دعا مانگی تو ہم نے یہ کہا کہ ہم ہزار فرشتون سے تمھاری مدد کرینگے مردفین
کے معنی یا تو یہ ہین کہ وہ فرشتے آگے پیچھے تھے یا یہ معنی ہین کہ وہ فرشتے لشکر اسلام کے پیچھے
تھے - اگرچہ ایکہزار فرشتے نازل ہوئے تھے گر وعدہ تھا کہ اگر کافرون کی تعداد بڑھ جاویگی
تو ملائکہ تین ہزار آجائینگے اور اگر اس سے بھی زیادہ مشرکین کی فوج ہوگی تو ملائکہ پانچہزار ہونگے
چونکہ غزوہ بدر سے پہلے مسلمانون نے کافرون پر غلبہ نہین پایا تھا اور کفر کی شوکت بہت بڑی
قوت اور مسلمانون کا ضعف دیکھ چکے تھے اسلئے بمقتضا بشریت کافرون کی ہیبت بہت چھا گئی
تھی باوجودیکہ بدر مین ایکہزار کافرون کی فوج مع سازو سامان کے مقابل تھی اور مسلمان فقط تین سو تیرہ

آدمی بے سامان تھے اسلئے اور زیادہ ہیبت کا موقع تھا۔ ممکن تھا کہ اللہ مسلمانون کے
دلون سے ہیبت کو دور کر دیتا یا بغیر لڑائی کے کافرون کو غارت کر دیتا مگر حکمت الٰہی مقتضی اس امر کی
تھی کہ معمول کی مطابق مسلمان لڑین اور اپنی جانفشانی سے کافرون کی بڑی جماعت پر فتح پاوین
اسلئے مسلمانون کے دل بڑھانے کے لئے فرشتے نازل کئے فرشتون کے اترنے کی خبر بیان
رسول اللہ سے معلوم ہوئی اور کسی کسی شخص نے آنکھون سے بھی دیکھ لیا فرشتے فقط مسلمانون کی تسلی
کے لئے اترے تھے نہ لڑنے کے لئے گو چند آدمیون کو فرشتون نے قتل کرکے اپنا اظہار بھی
مسلمانون کو دکھا دیا وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ
بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ اور
نہین کیا اسکو اللہ نے مگر اسلئے کہ تمکو خوشخبری ملجاوے اور اس لئے کہ اس سے تمہارے
دلون کو اطمینان ہو جاوے اور نہین ہے فتح مگر اللہ کی طرف سے ف
یعنی اللہ نے فرشتون کو فقط اس لئے نازل کیا تھا کہ تمکو فتح کی بشارت ملجاوے اور تمہارے
دلون کو اطمینان ہو جاوے تاکہ تم پوری ہمت باندھو اور ٹوٹ کر مشرکین کی جماعت سے لڑو
اور ان کی کثرت اور قوت کا کچھ خوف نہ کرو اور اپنی کوشش اور جانفشانی سے فتح پاؤ پھر اللہ نے
یہ بھی بتا دیا کہ فتح نہ فرشتون کی مدد سے ہو نہ اپنی قوت یا فوج کی کثرت سے جو کہ سبب ظاہری
ہین درحقیقت فتح مین انکو کچھ اثر نہین اور فتح فقط اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۞ بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ف غالب ہے
یعنی فتح اسی کے اختیار مین ہے جب چاہے کمزورون کو زبردستون پر غالب کر دے
اور حکیم ہے یعنی جب اقتضا اسکی حکمت کا ہوتا ہے اسی وقت فتح دیتا ہے اور جسکو فتح دینا
مقتضائے حکمت ہوتا ہے اسی کو فتح دیتا ہے إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ

أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ

جبکہ چہپا تہا تمکو نیند میں اپنی طرف سے امن دینے کے لیے اور اتارتا تہا تمپر آسمان سے پانی اس لیے کہ تمکو پاک کردے اور شیطانی نجاست تم سے دور کردے اور اسلیے کہ مضبوط کردے تمہارے دلوں پر اور ثابت کردے اس کے سبب سے قدم **ف** اللہ کی اس نعمت کو بہی یاد کرو کہ اس معرکہ میں اللہ نے تمکو سلا دیا۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ نیند اس شب میں ہوی جس کی صبح کو لڑائی ہونے والی ہے اگرچہ وہ بہت بڑے خوف کا موقع تھا اس لیے کہ مسلمان کمزور تھے اور لڑائی مقرر ہوچکی تھی مشرکین کا لشکر چار مقابلہ کے لیے سامنے پڑا ہوا تھا ایسے خوف کی حالت میں نیند نہیں آیا کرتی مگر اللہ نے مسلمانوں کے دلوں سے رعب بالکل دور کردیا اور سب کے سب چین سے سو رہے۔ اس سلا دینے میں یہ بھی فائدہ تھا کہ صبح کو کچھ ماندگی اور تکان نہو اور لڑائی کے لیے چست ہوجاویں۔ ابن کثیر نے لکہا کہ ابو یعلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بدر کے دن ہماری فوج میں مقداد کے سوا کوئی سوار نہ تھا اور ہم سب سوتے رہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ جسوقت دونوں صفوں کا مقابلہ ہوا اس وقت مسلمانوں کو اونگھ آگئی تھی۔ غزوہ احد میں بھی یہی ہوا تھا اور اسمیں یہ مصلحت تھی کہ مشرکین کی کثرت دیکھکر ہیبت نہ بیٹھے۔ دوسرا احسان اللہ کا یہ تھا کہ پانی برسایا۔ ابن کثیر نے لکہا ہے کہ علی ابن طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف چلے تو جس جگہ اترے

وہاں نرم ریتا تھا اور مسلمانوں کے اور پانی کے درمیان میں مشرکین کا لشکر حائل ہوگیا تھا
اور مسلمانوں میں بہت ضعف تھا اور شیطان نے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تم تو اللہ کے
دوست ہو اور تم میں رسول اللہ ہیں اور پھر بھی پانی تم کو نہ ملا بلکہ مشرکین کو ملا اور تم حالت
جنابت میں نمازیں پڑھتے ہو اس وقت اللہ نے مینہ برسا دیا مسلمانوں نے پانی پیا اور
پاک ہوگئے اور وسوسہ شیطانی دور ہوگیا اور بارش کی وجہ سے ریتا جم گیا ۔ آدمی اور
جانور اس پر چلنے لگے ہیں کافروں کے لشکر پر جا پہونچے ۔ تفسیر بیضاوی میں بھی اسی مضمون
کی روایت لکھی ہے ۔ اور خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے کہ ابونعیم نے دلائل میں
اور ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ۔ ابن کثیر نے
لکھا ہے کہ ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس شب کی صبح کو
بدر کی لڑائی ہونے والی تھی اس شب میں بارش ہوئی اور ہم نے درختوں کے نیچے اور ڈھالوں
کے سایہ میں پناہ لی ۔ ابن کثیر نے مجاہد سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اول مینہ برسا تھا پھر نیند
آئی تھی ۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ تم کو سلا دیا تھا اور اس سلانے میں تم کو اللہ نے اپنی طرف
امن دی تھی اور تم پر مینہ برسایا تاکہ تم پاک ہو جاؤ یعنی وضو اور غسل کر لو اور شیطان جو تمہارے
دل میں وسوسہ ڈالتا تھا وہ دور ہو جاوے اور اللہ کے اپنے فضل کو دیکھ کر تمہارے دل
مضبوط ہو جاویں اور قدم ثابت ہو جاویں ۔ قدموں کے ثابت ہونے سے یا تو مراد یہ ہے کہ
لڑائی میں ثابت قدم رہو یا مراد یہ ہے کہ ریتے کے جم جانے کی وجہ سے تمہارے پاؤں
ریتے پر قائم رہیں پھسلیں نہیں **إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا** جبکہ وحی کرتا تھا تیرا رب فرشتوں پر
کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو ثابت رکھو ایمان والوں کو **ف** اس وقت کو بھی اللہ یاد دلاتا

جب اللہ نے ان فرشتوں کو جو مسلمانوں کی مدد کے لئے نازل ہوئے تھے اس طرح وحی
کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی تمہارا مددگار ہوں تم کو چاہئے کہ مسلمانوں کو مضبوط رکھو
یعنی ان کے شریک ہو کر ان کی ہمت بڑھاؤ اور انکو بتلا دو کہ عنقریب مسلمانوں کو اللہ کی
مدد ملے گی اور سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ
اب ڈالدونگا میں کافروں کے دل میں رعب فَاضْرِبُوا فَوْقَ
الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ پس مارو گردنوں
کے اوپر اور مارو ان کے ہر جوڑ پر ف یعنی اللہ نے مسلمانوں سے فتح کا وعدہ کیا اور کہا
بے خوف ہو کر کافروں کو قتل کرو اور ان کی گردنوں پر اور ہاتھ پاؤں کے جوڑوں پر ضرب لگاؤ
فرشتوں کو بھی بتلایا ... کہ فرشتوں نے مسلمانوں کی ہمت بڑھا کر ایسی حالت
پیدا کر دی ... سمجھایا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
الْعِقَابِ یہ اس لئے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور جو کوئی
مخالف ہو اللہ کا اور اس کے رسول کا تو بیشک اللہ سخت عذاب والا ہے ف
یعنی کافروں کو مارنا اور انکو قتل کرنا اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کی مخالفت کی
ہے اور جو کوئی اللہ اور رسول کی مخالفت کرے اس کے لئے سخت عذاب ہے
ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ
یہ ہے اس کو چکھو اور بیشک کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے ف اللہ
کافروں سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ دنیا میں تمہارے لئے قتل کا عذاب ہے اس کو
چکھو اور مرنے کے بعد کافروں کے لئے دوزخ کی آگ کا عذاب ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم
الادبار اے ایمان والو جب ملو تم کافروں سے جو ہجوم کرنے والے ہوں تو ان سے
پیٹھ مت پھیرو ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا
لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ
وماوٰہ جھنم وبئس المصیر اور جو شخص پھیرے
اس دن اپنی پیٹھ سوا اسکے جو لڑائی کے لیے حرفت کرنے والا ہو یا کسی گروہ کی طرف
پناہ لینے والا ہو تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹ گیا اور اسکا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا
ف یعنی جو کافروں کے مقابلہ سے بھاگے گا وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہوگا مگر یہ حکم
اس بھاگنے کے لیے ہے جو نامردی سے بھاگے اور اگر بھاگنا نامردی سے نہو بلکہ ایسی صورت
کا بھاگنا ہو جو مصلحت جنگ ہو تو وہ بھاگنا گناہ نہیں مثلاً حرفت یعنی گھات اور تدبیر کرنے کے
لیے بھاگے یعنی ایک طرف سے بھاگے اور دھوکا دیکر دوسری طرف سے دشمن پر
حملہ کرے یا اسلیے بھاگے کہ بھاگ کر مسلمانوں کے بڑے گروہ میں پناہ لے تو ایسا بھاگنا جائز
بلکہ عین تدبیر جنگ ہے فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت
اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ تو تم نے قتل نہیں کیا کافروں کو مگر اللہ نے
انکو قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا تھا لیکن اللہ نے پھینکا ف
یعنی تم یہ مت سمجھو کہ یہ فتح پالینا تمہارا کام تھا بلکہ درحقیقت یہ فتح ہماری مدد سے ہوئی ہے
ورنہ تم کچھ نہیں کر سکتے تھے اسلیے کہ کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا یعنی
اگر اللہ مدد نہ کرتا تو تم ان کے قتل پر قادر نہ تھے اور اے پیغمبر تو نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی
تھی لیکن اللہ نے پھینکی تھی یعنی ظاہر میں تو تو نے پھینکی مگر حقیقت میں اس خاک کو کافروں کی

آنکھوں میں اسکے ہونچایا جس سے وہ سب اندھے ہو گئے ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بدر کے
دن بہت سی دعا مانگنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے باہر تشریف لائے تو
آپ نے مٹھی بھر کنکریاں کافروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا شاہت الوجوہ یعنی ان کے منہ
بگڑ گئے اسکے بعد فوراً آپ نے اصحاب کو حملہ کا حکم دیا وہ کنکریاں تمام مشرکین کی آنکھوں میں
پہونچیں ایک کافر بھی ایسا نہ تھا جو ان سے بچا ہو اسوجہ سے سب اپنی آنکھیں ملنے لگے اور وہاں
بسول لگے اسی حالت میں مسلمانوں نے حملہ کیا تو فوراً کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اسکے بعد
ابن کثیر نے بدر کے دن کنکریوں کی مٹھی پھینکنا اور اسی بیان میں اس آیت کا نازل ہونا ابن
عباس اور سدی وغیرہ سے نقل کیا ہے اسی طرح غزوہ حنین کے روز بھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے خاک کی مٹھی پھینکی تھی مگر اس آیت میں غزوہ بدر کا بیان ہے ۔ کلبی کو [illegible]
[illegible] تفسیر [illegible] منقول ہے [illegible]
مگر کلبی کے اس قول کو اکثر محدثین نے رد کیا ہے [illegible]
[illegible]
ولیبلی المؤمنین منہ بلاء حسنا [illegible] اور اسلئے کہ مومنوں کا [illegible]
(اللہ نے تمہاری مدد کی) ف یعنی اللہ نے مومنوں کی مدد اسلئے کی کہ انکا اچھی [illegible]
[illegible]
بہت سے کافروں پر غالب کر دیا ان اللہ سمیع علیم بیشک اللہ سننے والا
جاننے والا ہے ف یعنی اللہ مسلمانوں کی دعائیں سننے والا ہے اور جانتا ہے کہ فتح
اور غلبہ کا مستحق کون فریق ہے ذلکم وان اللہ موہن کید الکافرین

پھر فتح) اور بیشک اللہ سُست کرنے والا ہے کافرون کی تدبیر کو ف یعنی یہ فتح
تمکو حاصل ہو گئی اور آیندہ بھی اللہ کافرون کی تدبیرون کو بگاڑ دیگا اور تمکو فتح دیگا
اسمین اللہ نے مسلمانون کو بشارت سنا دی کہ آیندہ بھی تمھاری فتح ہو گی اور کافر
مغلوب ہون گے إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ (اے
کافرو) اگر تم فتح مانگو گے تو آگئی تمھاری فتح ف اب اللہ کافرون سے مخاطب ہو کر
طعن کے طور پر فرماتا ہے کہ اے کفار مکہ اگر تم فتح کی دعا مانگتے تو لیجئے فتح تمکو مل گئی یعنی فتح کے
بدلے شکست و ذلت تمکو نصیب ہوئی - ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ امام احمد نے روایت کی ہے
کہ جب دونون فوجون کا مقابلہ ہوا تو ابو جہل نے یون کہا کہ اے اللہ ہم دونون گروہون مین
جو فریق قاطع رحم ہوا اور نئی نئی باتین بیان کی ہے تو صبح کے وقت تو اسی کو ہلاک کر دے نسائی
اور حاکم نے بھی اسکی روایت کی ہے اور ابن عباس و مجاہد وغیرہ سے بھی منقول ہے اس قول مین کہ
ابو جہل نے اپنی فوج کے لئے فتح کی دعا مانگی تھی اُس کا جواب اللہ نے یہ دیا کہ تم جو اپنے لئے
فتح مانگتے سو تو تمھاری فتح یہ ہے جو تمکو حاصل ہوئی - اور سدی سے یہ منقول ہے کہ جب مشرکین
مکہ سے جنگ بدر کے لئے چلے تو اُنھون نے کعبہ کے پردے پکڑ کر یون دعا مانگی کہ اے اللہ
اُس لشکر کو فتح دے جو ہم دونون مین اعلیٰ ہے اور اُس گروہ کی مدد کر جو ہم دونون مین اکرم
ہے اور اُس قبیلہ کی مدد کر جو ہم دونون مین افضل ہے اسی طلب فتح کے جواب مین اللہ نے
بطور طعن کے فرمایا کہ تم جو فتح کی دعا مانگتے ہو تو تمکو فتح مل گئی - وَإِن تَنتَهُوا فَهُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ اور اگر تم باز آجاؤ تو یہ تمھارے لئے بہتر ہے ف یعنی اگر تم
کفر و شرک اور مسلمانون کی دشمنی چھوڑ دو تو تمھارے حق مین بہتر ہے وَإِن تَعُودُوا
نَعُدْ اور اگر تم دوبارہ دشمنی کرو گے تو ہم پھر وہی کرینگے -

ف یعنی اگر اس کے بعد پھر تم اسی طرح کفر اختیار کرو گے تو ہم اسی طرح
دوبارہ تم کو شکست اور ذلت دیں گے یا مراد یہ ہے کہ اگر تم پھر فتح کی دعا مانگو گے
تو ہم پھر ایسی ہی فتح تم کو دیں گے ۔ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ
شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور ہرگز نہ
دیگا تم کو تمہارا گروہ کچھ بھی اور اگرچہ بہت ہو اور بیشک اللہ مومنوں کے ساتھ ہے ف
یعنی تم اپنے مددگاروں کے بھروسے پر جو کام مت کیا کرو تمہارے مددگار اگرچہ بہت سے ہوں
مگر تم کو کچھ فائدہ نہیں پہونچا سکتے اسلئے کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ
وَأَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی
اور مت روگردانی کرو اس سے حالانکہ تم سن رہے ہو ف اللہ مومنوں کو حکم دیتا
ہے کہ تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور رسول سے منہ مت پھیرو یعنی رسول کے حکم کی نافرمانی
مت کرو حالانکہ تم سن رہے ہو یعنی قرآن اور رسول کی اطاعت سے منہ پھیرنا [illegible]
پہلے اللہ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا اسکے ساتھ رسول کی اطاعت کو ملا دیا [illegible]
کہ رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے ۔ چونکہ ابتدا میں مسلمانوں نے [illegible]
لینے میں کچھ عذر کیا تھا اسلئے اللہ نے ہدایت کی ہے کہ [illegible] اطاعت رسول کا حکم [illegible]
وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ
اور تم ایسے مت ہو جیسے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور وہ نہیں سنتے ف
یعنی ان لوگوں کی طرح تم مت ہو جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا مگر سنتے نہیں یعنی
کانوں سے سن لیتے ہیں لیکن سننے کا اثر نہیں یا قبول نہیں کرتے ہیں [illegible]

مراد یا نہیں مراد ہے سے کفار یا منافقین ہیں إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ
الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ بیشک بدتر جانور کے اللہ کے نزدیک
بہرے گونگے ہیں جو سمجھتے نہیں ف یعنی جو لوگ حق کے سننے اور قبول کرنے میں بہرے اور گونگے
بنے ہوئے ہیں اور کسی طرح سمجھتے نہیں وہ اللہ کے نزدیک بہائم سے بدتر ہیں اسلئے کہ بہائم
نافرمان نہیں اور یہ لوگ نافرمان ہیں وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ
وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ۝ اور اگر اللہ ان میں
بھلائی جانتا تو انکو سنا دیتا اور اگر انہیں سنا دیتا تو البتہ وہ پھر جاتے اعراض کرکے ف
یعنی علم الٰہی میں یہ مقرر ہو چکا ہے کہ ان لوگوں کے لیے بہتری نہیں اور انجام ان کا دوزخ ہے
اسلئے اللہ نے انکو حق نہیں سمجھایا اور اگر علم الٰہی میں یہ ہوتا کہ انمیں خیر ہے یعنی انکا خاتمہ بالخیر ہوگا
تو اللہ انکو حق سمجھا دیتا اب اگر ان لوگوں کو جن کے لیے اللہ دوزخ مقرر کر چکا ہے اور علم الٰہی میں
ہے کہ انمیں خیر نہیں بالفرض اللہ حق سمجھا بھی دیتے تو وہ حق سمجھنے کے بعد بھی حق سے منہ پھیر لینگے
اور جان بوجھکر منکر بنینگے یا چند روز کے لیے ایمان لاکر آخر کو مرتد ہو جاوینگے حاصل یہ ہوا کہ جن
لوگوں کی قسمت میں خیر نہیں وہ حق کو دلیلوں اور نشانیوں سے فائدہ نہیں پا سکتے يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ
اے ایمان والو اللہ اور رسول (کا کہا) مانا مان لو جب کہ بلاوے تم کو
(رسول) اس کام کی طرف جو تم کو زندہ کرے گا ف رسول کے حکم کو اللہ نے اپنا حکم
فرمایا تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے حاصل یہ ہے
کہ جب تم کو ایسے کام کی طرف بلاوے جو تمہاری زندگی کا باعث ہے تو تم رسول کی ہدایت
قبول کرو رسول کا حکم اللہ کا حکم ہے زندگی سے یا تو دل کی زندگی مراد ہے یعنی رسول کی ہدایت

اُنکا جو بلاوے اور امانت ... قبول کرو ... سے دل زندہ ہوتا ہے یا اس سے ہمیشہ کی حیات [illegible]
مراد ہے ... رسول کا حکم جو ... احکام الٰہی کی طرف بلاوے تو بجا لاؤ کیونکہ ... سے ہمیشہ کی [illegible]
حاصل ہوگی تو تم انکو قبول کرو۔ یا اس سے دنیا کی حیات مراد ہے یعنی رسول جب تمکو بلاوے اُسکی طرف
بلاوے جو باعث ہے زندہ رہنے کا یعنی جہاد تو تم قبول کرو اسواسطے کہ اگر تم جہاد میں رسول کا حکم قبول
نہ کرو گے تو کفار تم پر غالب آ کر تمکو قتل کرینگے یا یہ کہ شہادت مراد ہے جو جہاد میں نصیب ہوتی
ہے جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انکو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں
اور اللہ کے پاس رزق پاتے ہیں۔ ... بخاری ... ابو سعید بن معلٰی سے روایت کی ہے وہ کہتے
ہیں کہ ایک مرتبہ میں نماز پڑھتا تھا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف گذرے
اور مجھکو پکارا میں نے جواب نہ دیا۔ جب نماز پڑھ چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو
آپ نے فرمایا کہ تجھے آنے کا مانع کیا ہوا میں نے کہا کہ میں نماز پڑھتا تھا تو آپ نے کہا
کہ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول الآیۃ اس حدیث سے
ثابت ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسیکو پکارتے اور وہ نماز پڑھتا ہوتا تو
نماز توڑ کر اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا فرض تھا ... [illegible]
نماز ... [illegible] ... اس سے کہ ... [illegible]
کہ یہاں امر جہاد میں احتمال ہے ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَحُولُ بَيْنَ
الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۔ اور جانو کہ اللہ
آڑ ہو جاتا ہے انسان میں اور اسکے دل میں اور یہ کہ تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے
ف انسان میں اور اسکے دل میں اللہ کے حائل ہو جانے سے مراد ہے کہ انسان کا
دل انسان کے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے جدھر کو چاہتا ہے ... [illegible]

پس یہ بھی اسکا کام ہے کہ کبھی جنگ میں تھوڑے سے فریق کے دل سے خوف دور کر دے
اور بڑے فریق سے لڑنے کی جرأت دے اور بڑے فریق کے دل میں خوف پیدا کر دے
اور تھوڑی فوج کے مقابلے سے انکو بھگا دے چنانچہ غزوہ بدر میں یہی ہوا پس تم اے مسلمانو
اللہ رسول کی اطاعت کرو اور دوسرا یہ ہے کہ تم تھوڑے سے ہو اور دشمن بہت ہیں
[illegible] کہ دشمنوں کے دل اسکے اختیار میں ہیں اور قیامت کے دن اسکے سامنے
جاؤ گے وہاں تمہارے اعمال کی سزا ملے گی اگر تم نے رسول کی اطاعت کی ہوگی تو اپنے
فضل سے تم کو جنت دے گا اور رسول کا حکم نا مانا ہوگا تو عذاب کے مستحق ہو گے [illegible] اللہ
تمہارے اور تمہارے دلوں کے بیچ میں حائل ہو جاتا ہے [illegible]
قیامت قریب ہے [illegible] کہ تمہارا دل [illegible] اتنا قریب نہیں جتنا قریب اللہ ہے [illegible]
دل کے بیچ میں حائل ہو جاوے بعض مفسرین کہتے ہیں [illegible] اللہ [illegible] انسان کے اور
اسکے دل میں حائل ہو جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب چاہتا ہے انسان کو موت دیدیتا ہے
[illegible]
[illegible]
[illegible] وَاتَّقُوا
فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ کا ترجمہ ہے
[illegible] نے ظلم کیا ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]

فتنہ سے مراد وہ عذاب الٰہی ہے جو مخلوق کی شامت اعمال سے نازل ہو جب کسی قوم میں نافرمانی
کی عادت ہو جاتی ہے تو اللہ کے عذاب میں وہ لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں جو اس نافرمانی
میں شریک نہ تھے مگر انہوں نے اس گناہ سے لوگوں کو روکنے میں سستی کی اور نہی منکر کا حق
ادا نہ کیا۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ترجمہ میں لکھا ہے (آن فتنہ مثل
ظہور بدعت و مداہنت یا ترک نہی) واللہ اعلم) اس کا حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ تم خود بھی گناہ سے بچو
اور دوسروں کو بھی گناہ سے منع کرو اور چونکہ ظہور فتن و بدعت کے وقت نہی منکر واجب ہے
پس وہ لوگ بھی مستحق عذاب ہوں گے جو اس واجب کے تارک ہوں گے پس قرأت اتقوا فتنۃ کے
معنی یہ ہیں کہ اعلان فسق و بدعت سے بچو کہ اس کا وبال فقط فاسق و مبتدع ہی پر نہیں ہوتا
بلکہ اُس کے غیر پر بھی ہوتا ہے جو منع کر سکتا ہو مگر منع نہ کرے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے
روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بعض کے گناہ پر
تھوڑے سے لوگوں کو عذاب نہیں کرتا مگر اس وقت کہ سب لوگ ان بعض گنہگاروں کے
گناہ کو اپنے سامنے دیکھیں اور ان کو منع کرنے کی قدرت ہو اور منع نہ کریں اور جب وہ ایسا کرتے ہیں
تو اللہ خاص و عام سب پر عذاب کرے گا اور نیز امام احمد نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یا تو تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرو اور گناہوں سے منع کرو یا قریب ہے
کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے گا پھر تم اللہ سے دعا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔ اور نیز امام احمد نے
روایت کی ہے کہ حذیفہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک بات کہنے سے
آدمی منافق ہو جاتا تھا اور میں سنتا ہوں آدمی سے ایک ایک مجلس میں اب چار چار بار تم ضرور
تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم کرو اور گناہوں سے روکو اور امور خیر کی ترغیب دو ورنہ تم سب پر اللہ
عذاب کرے گا یا شریر لوگوں کو تم پر حاکم بنا دے گا پھر تم میں کے نیک لوگ دعا مانگیں گے

تو قبول نہ ہوگی۔ اور نیز امام احمدؒ نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے سنا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب گناہ میری امت میں ظاہر ہوجاوینگے تو اللہ
اپنی طرف سے سب پر عذاب نازل کرے گا ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ انھیں کچھ نیک لوگ
کیا نہ ہوں گے آپ نے فرمایا کہ ہاں ہونگے تو۔ ام سلمہؓ نے پوچھا کہ انکا کیا حال ہوگا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عذاب سب پر نازل ہوگا وہ ان پر بھی پہنچے گا اس کے بعد
اللہ ان کو بخشدے گا۔

صحابہ کے زمانے میں جب اہل فتنہ نے غدر کرکے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اسکی
وجہ سے باہم جدال و قتال واقع ہوئی تو خبر پہنچا آیا تھا کہ صحابہ نے حضرت عثمان کی شہادت کی تحقیق
چاہی ہوتی تو فتنہ کی نوبت نہ آتی اور فتنہ کے بڑھ جانے سے انکا وبال سب پر آگیا آپس میں لڑنے لگے۔ اور جو لوگ
اس فتنہ سے الگ رہنا چاہتے تھے وہ بھی فتنہ میں پھنس گئے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے ایک
روایت کی ہے جس میں ہے کہ ایک شخص نے زبیرؓ سے پوچھا کہ تم کو کیا ہوگیا کہ اول تو تم نے حضرت عثمان خلیفہ کو
قتل ہونے دیا پھر تم ان کے خون کا بدلہ لینے آئے ہو تو زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں آیت وَاتَّقُوا
فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً پڑھتے تھے اور ہم یہ نہ سمجھتے تھے کہ یہ آیت ہمارے لئے ہے
اب جب یہ واقعات پیش آئے تو ہم سمجھے کہ یہ آیت ہمارے ہی واسطے تھی اور حسن بصریؒ
سے منقول ہے کہ یہ آیت علیؓ اور عمار اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔
سدی سے منقول ہے کہ یہ آیت اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی تھی اور جنگ جمل کے روز
انھیں پر صادق آگئی کہ وہ آپس میں لڑ پڑے۔ جب حضرت عثمانؓ پر بلوہ ہوا تو صحابہؓ نے
زبانی فہمائش سے فتنے کے فرو کرنے میں بہت کوشش کی مگر اہل فتنہ باز نہ آئے پھر صحابہ نے

حضرت علیؓ [illegible] ہوا تھا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ [illegible]
اس وجہ سے صحابہ دروازے بند کرکے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت
کا بندوبست کیا گیا تھا اور اکثر صحابہ نے اپنے بیٹوں کو بھیج دیا تھا کہ حضرت عثمان کی حفاظت کریں
چنانچہ حضرت علیؓ نے بھی حسن اور حسین اور قنبر رضی اللہ عنہم کو بھیجا تھا اور اہل فتنہ [illegible] سے
جو عثمان کے گھر پر تھے [illegible] حسن اور قنبر اور محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہم زخمی ہوئے
تھے [illegible] حضرت عثمان کے دروازہ پر تھے مگر اہل فتنہ پیچھے سے دیوار کود کر حضرت
عثمان کے گھر میں گھس گئے اور ان کو شہید کیا [illegible]
[illegible] دفن ہوئے [illegible]
عثمان [illegible] محمد بن ابی بکر [illegible] تھا اور جب عثمان نے پوچھا [illegible]
بارادہ قتل آیا تھا مگر نادم ہو کر واپس گیا [illegible] جرم قتل [illegible]
خلیفہ مقرر ہو [illegible] کہ سب لوگ بیعت [illegible]
[illegible] اور گواہوں [illegible]
حکم دیا جائے۔ دوسرے فریق کو [illegible] تھا [illegible] رضی اللہ عنہم [illegible]
میں [illegible] اہل فتنہ [illegible] تھا [illegible] دو فریق [illegible]
اپنے خیال پر جما ہوا تھا قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ [illegible]
[illegible]
[illegible] کو قتل [illegible] شروع کیں اور کہا [illegible] حضرت عثمان کو قتل کیا
[illegible] کو بھی قتل کریں گے۔ قرطبی وغیرہ [illegible]
[illegible] اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم [illegible]

اسکو مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں اس طرح نقل کیا ہے کہ جب
حضرت عثمان کو اہل کوفہ نے شہید کیا حضرت علی مرتضیٰ نے ان کے قاتلوں سے تعرض کرنا مصلحت نہ سمجھا اگر
سکوت کیا ان بلوائیوں کو بڑا فخر تھا کہ ہم نے عثمان کو قتل کر دیا اور ہر وقت حضرت عثمان کو برا
کہتے تھے۔ اجلہ صحابہ مثل طلحہ اور زبیر اور نعمان بن بشیر اور کعب بن عجرہ وغیرہ جو حضرت عثمان کے
قتل ہونے پر افسوس کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اگر ہم بھی جانتے کہ اس معاملہ کی نوبت یہاں
پہنچے گی تو ہم اول ہی اس فتنہ کو دفع کر دیتے عثمان حق پر تھے اور مظلوم مارے گئے اور ان کے قاتل
حق پر نہ تھے۔ مفسد بلوائی فتنہ جب صحابہ کی یہ باتیں سنتے تھے تو یہ فکر کرتے تھے کہ [illegible]
غدر کریں گے ان لوگوں کو بھی مار ڈالیں جیسا کہ عثمان کے ساتھ کیا ہے۔ جب صحابہ کو مفسدوں کے
ان خیالات پر اطلاع ہوئی تو وہ مدینہ کو چھوڑ کر مکہ کو چلے گئے اس سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
حج کو گئی تھیں اور مکہ میں موجود تھیں ان سے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ام المومنین ہیں [illegible] ہم
آپ کی پناہ اور ظل حمایت میں آئے ہیں علی نے بنظر مصلحت مفسدوں سے [illegible]
کیا ہے ان مفسدوں کا [illegible] اور یہ فساد [illegible] حضرت
عثمان کا قصاص نہ لیا جاوے گا اور ان بلوائیوں کی [illegible] اس وقت تک [illegible]
فرو نہ ہوگا بلکہ بہت بڑے فساد اور خونریزی کا خوف ہے اور [illegible] نہ ہوگا
بیشک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تک یہ بلوائی مدینہ میں ہیں اور علی کو مجبور
کر کے ان کے دربار میں دخیل ہیں اس وقت تک تمہارا مدینہ میں جانا مصلحت نہیں ہے کسی اور جگہ
قیام کرو اسی طرح حضرت علی کو اس فرقہ سے جدا کر کے اپنے پاس بلا لو جب خلیفہ تمہارے
ساتھ ہو جاویں گے تو پھر ان بلوائیوں کی سیاست اور قصاص عثمان کی تدبیر باہمی اتفاق
سے اچھی طرح ہو جاوے گی چنانچہ اسی تجویز پر اتفاق ہو گیا اور یہ ٹھہری کہ بصرہ چل کر [illegible]

اُس زمانے میں مسلمانوں کا بڑا مجمع تھا سب صحابہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ جب تک پوری امن نہ ہو جاوے آپ ہمارے ساتھ رہیں۔ آپکی وجہ سے شاید بلوائی ہم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کریں گے بعض صحابہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب رشتہ دار تھے اُن کے اصرار کی وجہ سے مجبور ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُن کے ساتھ ہو لیں اور بصرہ کو خروج کیا جب یہ خبر مدینہ میں پہنچی تو مفسد بلوائیوں نے اس قصہ کا رنگ بدل کر حضرت علی سے بیان کیا اور اس امر پر زور دیا کہ حضرت علی اس گروہ کا تعاقب کریں۔ اگرچہ حضرت امام حسن اور امام حسین اور عبد اللہ بن جعفر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے اس رائے کی مخالفت کی اور صحابہ کے گروہ پر لشکر کشی سے منع کیا مگر اُن بلوائیوں کے سامنے کسی کی نہ چلی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مدینہ سے چل دئے جب بصرہ کے قریب پہنچے تو اول حضرت رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جسکا نام قعقاع تھا حضرت عائشہ اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے پاس بھیجا اور ان کا اس خروج کا دریافت کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرا مقصود صلح کرانا ہے علاوہ اس کے انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ قاتلان عثمان کو سزا دی جاوے تو انکو قعقاع نے کہا کہ یہ کام اُس [illegible]
[illegible]
رضی اللہ عنہا نے اس رائے کو پسند کیا قعقاع نے واپس آکر حضرت علی کو اس [illegible]
وہ بہت خوش ہوئے اور سب کو یقین ہو گیا کہ اب صلح ہو جاوے گی اس طرح تین دن گذر گئے تیسرے دن شام کے وقت یہ تجویز ٹھہری کہ صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی ملاقات ہو اور تمام گفتگو ختم ہو جاوے مگر اس جلسہ میں وہ بلوائی جو قاتلان عثمان میں شریک تھے یہ تجویز ان بلوائیوں کو سخت ناگوار ہوئی عبد اللہ بن سبا جو اسی گروہ میں شامل تھا اُن مفسدوں کا سردار بن گیا تھا اس نے مفسدین کو یہ رائے دی کہ تم آج رات میں لڑائی شروع

گرد و اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ دو کہ فریق ثانی کی طرف سے بدعہدی ہوئی چنانچہ
اُن مفسدوں نے پچھلی رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر پر حملہ کیا یہ دیکھ کر اس
لشکر کے لوگ یہ سمجھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بدعہدی ہوئی غرض دونوں فریق کو
غلط فہمی تھی اور ہر فریق دوسرے فریق کو بدعہدی کا الزام دیتا تھا اسی طرح دونوں فریق لڑنے
لگے حضرت علی اس خبر سے متعجب ہو کر سوار ہوئے تو دیکھا کہ آتش جنگ گرم ہے اور کشت و خون
ہو رہا ہے اب لڑائی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا یہاں تک ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ کی عبارت کا تھا
یہ لڑائی پنجشنبہ کے دن دسویں جمادی الثانی سنہ ۳۶ھ میں ہوئی تھی اور جنگ جمل کے نام سے
مشہور ہے ۔

جمل اونٹ کو کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس روز ایک اونٹ پر سوار تھیں اس وجہ
اس جنگ کا نام جنگ جمل ہو گیا آخر کو حضرت علی کے لشکر کی فتح ہوئی طلحہ اور زبیر بھی اس جنگ میں
مقتول ہوئے دونوں طرف کے مقتولوں کی تعداد تیرہ ہزار ۱۳۰۰۰ تھی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعظیم کے ساتھ مدینہ میں بھیج دیا ۔

قسطلانی نے بحوالہ طبرانی یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے یہ لڑائی یوں شروع ہوئی کہ اس لشکر
اور اس طرف کے لڑکے باہم ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے پھر گالیاں بکتے بکتے ایک دوسرے پر
تیر مارنے لگے لڑکوں کے ساتھ دونوں طرف کے غلام بھی شریک ہو گئے پھر اراذل اور سفہا
فریقین کے انہیں میں شامل ہو گئے اسی طرح بڑھتے بڑھتے لڑائی بڑھ گئی ۔ سب سے
پہلے اس لڑائی میں طلحہ قتل ہوئے زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ طلحہ کا قاتل
مروان تھا اگرچہ وہ اسی لشکر میں شامل تھا جس میں طلحہ تھے مگر مروان نے طلحہ کے تیر مار دیا
اسی کے صدمہ سے وہ شہید ہوئے اور نیز زرقانی نے لکھا ہے کہ ابو یعلی نے روایت کی ہے

لہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف السیف المسلول میں یہ قصہ اسی طرح نقل کیا ہے ۱۲

کہ حضرت علیؓ نے زبیرؓ سے مخاطب ہوکر یہ فرمایا کہ اے زبیر مین تجھکو اللہ کی قسم دیتا ہون کیا
تونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اے زبیر تو علی سے
لڑیگا اور تو ظالم ہوگا زبیرؓ نے کہا کہ ہان سنا تھا اور مین ایسا بھول گیا تھا کہ اسوقت تک
مجھکو یہ حدیث یاد نہ تھی یہ کہکر زبیر لڑائی سے پھر گئے اور معرکہ جنگ سے جدا ہوکر چلے گئے
مواہب مین لکھا ہے کہ وادی السباع مین وہ سوتے تھے وہان جاکر عمرو بن جرموز نے انکو
شہید کیا۔ امام احمد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ عمرو بن جرموز قاتل زبیرؓ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنانے گیا کہ مین نے زبیر کو قتل کیا اسکا مطلب یہ تھا کہ حضرت
علیؓ اس سے خوش ہونگے مگر حضرت علیؓ نے یہ کہا کہ زبیر کا قاتل دوزخی ہے۔ اس معرکہ
کے بعد جب طلحہؓ کا بیٹا عمران طلحہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا تو حضرت علی نے اسکو
کہا کہ مرحبا یا ابن اخی یعنی مبارک ہو تیرا آنا اے میرے بھتیجے مین نے تمہارا مال اسلئے محفوظ
کر لیا تھا کہ کوئی اسمین دست اندازی نہ کرے تم اپنا مال لیلو اور مجھکو امید ہے کہ مین اور طلحہ
اور زبیر ان لوگون مین ہین جن کے حق مین اللہ نے فرمایا ہے ونزعنا ما فی صدورہم من
غل اخوانا علے سرر متقابلین۔ حاکم نے ثور بن مجزاۃ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین
طلحہ کے پاس ایسے وقت مین پہونچا کہ انکا دم واپسین تھا انہون نے مجھسے پوچھا کہ تو کس
فریق مین سے ہے مین نے کہا کہ مین علیؓ کے ساتھیون مین ہون تو طلحہ نے کہا کہ ہاتھ پھیلا
اور طلحہ نے بیعت کی پس مین نے حضرت علیؓ کو اس قصہ کی خبر دی انہون نے فرمایا کہ اللہ اکبر
یہ خدا کو منظور تھا کہ طلحہ بغیر میری بیعت کے جنت مین جاوے۔
اس جنگ مین دونون طرف ایسے جلیل القدر لوگ تھے جن کے فضائل و مناقب بکثرت
ثابت ہین اور جن کے جنتی ہونے کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے دونون

قریش کے سرداروں کی نیت نیک تھی لیکن انہوں نے فساد کر دیا اور لڑائی کی صورت پیدا کر دی جو تقدیر الٰہی تھی
وہ پوری ہوئی رضینا بقضاء اللہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان میں کسی سے بد اعتقاد نہ ہوں
اس قصہ کا اس آیت سے ربط ظاہر ہے یعنی صحابہ نے ابتدا میں فتنہ عثمان کو رد نہ کیا
میں کس قدر غفلت کی آخر اس کے وبال میں کیسے کیسے اہل بدر صحابی مبتلا ہو گئے جو فتنہ
قتل عثمان میں ہرگز شریک نہ تھے۔ **وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۞** اور یاد کرو جب کہ تم تھوڑے سے تھے اور ضعیف سمجھے
زمین میں کہ تم ڈرتے تھے اس سے کہ اچک لیں تمکو آدمی تو اللہ نے تمکو ٹھکانا دیا اور اپنی تائید سے
تمہاری مدد کی اور پاکیزہ چیزوں سے تمکو رزق دیا تاکہ تم شکر کرو ف اب اللہ مہاجرین
سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جب تم مکہ میں تھے اور نہایت ضعیف تھے
تمکو یہ خوف تھا کہ کفار مکہ تمکو اچک لیں گے یعنی تمکو … ہلاک کر دیں گے اللہ نے تمکو وہاں سے
نکالا مدینہ میں تمکو ٹھکانا دیا اور بدر میں تمہاری مدد کی اور تمکو فتح دی اور رزق پاکیزہ یعنی
مال غنیمت تمکو عطا کیا یہ سب نعمتیں تمکو اللہ نے اس لئے دی ہیں کہ تم اللہ کا شکر کرو۔ ابن جریر
نے لکھا ہے کہ قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ عرب کے لوگ جہان میں سب
قوموں سے ذلیل اور بدنصیب اور بھوکے اور ننگے اور گمراہ تھے زندگی انکی بدنصیبی میں گذرتی
تھی اور مر کر نار میں جاتے تھے اور دن کو کھاتے تھے اور آپس میں کھا جاتے تھے۔ اس وقت
جتنی قومیں دنیا میں موجود تھیں واللہ ان سے بدتر کوئی نہ تھا آخر اللہ نے اسلام بھیجا
اور اسلام کے سبب سے جہان میں انکو قوت اور رزق کی وسعت دی اور لوگوں پر بادشاہ

شکر کرو تمہارا رب نعمت دینے والا ہے شکر سے راضی ہوتا ہے اور شکر گذار لوگ اسکی طرف سے
نعمتوں کی زیادتی پاتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ
وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
اے ایمان والو مت خیانت کرو اللہ کی اور رسول کی اور مت خیانت کرو اپنی امانتوں کی دانستہ

ف اللہ اور رسول کی خیانت سے مراد یہ ہے کہ فرائض اور سنتوں کا چھوڑنا یا غنیمت کے مال میں چوری کرنا یا جہاد کے وقت مسلمانوں کا بھید کافروں پر ظاہر کر دینا ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جمیع احکام اللہ کی امانت ہیں کسی حکم کی مخالفت کرنا اللہ اور رسول کی خیانت کرنا ہے اسکے بعد اللہ نے یہ بھی فرما دیا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی امانتوں میں بھی خیانت مت کرو پس حاصل یہ ہوا کہ نہ تو اللہ کی نافرمانی کرو اور نہ کسی آدمی کے مال میں خیانت کرو ۔ یہ جو اللہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو اسکے معنی یا تو یہ ہیں کہ تم عمداً اور بالقصد خیانت مت کرو ۔ بیضاوی اور اسکے حاشیہ خفاجی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیہقی نے دلائل میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تھا یہ محاصرہ پچیس روز تک قائم رہا آخر بنی قریظہ نے یہ درخواست کی کہ جس طرح بنی النضیر سے صلح ہو گئی کہ وہ مدینہ سے جلاوطن ہو کر شام کو چلے گئے اسی طرح ہمکو بھی صحیح سلامت نکل جانے دو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نامنظور کیا اور یہ فرمایا کہ ہم یہ معاملہ سعد بن معاذ کے سپرد کرتے ہیں یہودی انہیں کے فیصلہ پر راضی ہو جاویں جو کچھ وہ تجویز کرینگے وہی کیا جاوے گا ۔ یہود بنی قریظہ نے اس سے انکار کیا اور یہ کہا کہ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیجئے ابولبابہ کو وہ اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے اسلئے کہ ابولبابہ کے اہل و عیال اور مال یہودیوں کے قابو میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ کو انکے پاس بھیج دیا تو یہودیوں نے ابولبابہ سے مشورہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے ہم سعد کے حکم پر راضی ہوں یا نہ ہوں تب ابولبابہ نے

اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا مراد یہ تھی کہ سعد تمکو ذبح کر ڈالیں گے ابولبابہ کہتے ہیں کہ میں اس جگہ سے
ہٹا نہ تھا کہ میں نے سمجھ لیا کہ میں نے اللہ اور رسول کی خیانت کی اسی قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی
اسکے بعد ابولبابہ نے اپنے آپ کو مسجد کے ستون میں باندھ دیا اور یہ قسم کھائی کہ جب تک
میری توبہ نہ قبول ہوگی میں نہ کچھ کھاؤنگا نہ پیونگا یا میری توبہ قبول ہو جاوے گی ورنہ مر جاؤنگا
سات دن تک یہی حالت رہی یہ بیہوش ہوگئے آخر وحی آئی کہ ان کی توبہ اللہ نے قبول کی اور
جب ان کو بعض صحابہ نے توبہ قبول ہو جانے کی خبر دی تو انہوں نے کہا کہ میں جب ہی کھلونگا
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو کھولیں گے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
ہاتھ سے انکو کھولا اس کے بعد ابولبابہ نے یہ بھی قصد کیا تھا کہ میں اس شہر کو بھی چھوڑ دوں جہاں
مجھسے یہ گناہ ہوا اور اپنا کل مال اللہ واسطے دیدوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہائی مال
صدقہ دیدو وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ
وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ اور بیشک تم جان لو کہ تمہارے مال
اور تمہارے بچے فتنہ ہیں اور بیشک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے ف فتنہ کے معنی
گناہ کے بھی ہیں اور امتحان کے بھی ہیں اگر یہاں گناہ کے معنی لئے جاویں تو مال اور اولاد کو فتنہ
اس لئے کہا کہ وہ گناہ کا باعث ہوتے ہیں یعنی مجازاً باعث فتنہ کو فتنہ کہا گیا اور اگر
یہاں فتنہ سے امتحان مراد ہو تو معنی یہ ہونگے کہ اللہ نے مال اور اولاد میں تمہارا امتحان
کیا ہے کہ مال اور اولاد کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوتے ہو یا اللہ کے حکم کو ان پر مقدم جانتے ہو
یہ مضمون قرآن میں کئی جگہ مذکور ہے ابولبابہ بھی فتنہ میں اسی وجہ سے مبتلا ہوگئے تھے کہ انکا
مال اور اولاد وہیں دیار بنی قریظہ میں پھنسے ہوئے تھے صحیحین کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں کا کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھکو اپنی

جان اور اپنی اہل و عیال اور اپنے مال یا اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا سمجھے۔ اس حدیث کے
معنی یہی ہیں کہ حکم رسول کو ان سب چیزوں پر مقدم سمجھے اسکے بعد اللہ نے یہ بھی سمجھا دیا کہ اسکے پاس
بڑا اجر ہے یعنی جو لوگ اپنے مال اور اولاد کی وجہ سے گناہ میں نہ پڑیں گے اور اللہ کے حکم کو مقدم
سمجھیں گے انکو اللہ بڑا اجر دیگا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ
يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۲۹﴾ اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرو گے
تو اللہ تمہارے لئے امتیاز کر دے گا اور تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تمہاری مغفرت
کر دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے ف یعنی اے مومنو اگر تم اللہ سے ڈر کر گناہ چھوڑ دو گے
تو اللہ تمکو امتیاز دے گا۔ امتیاز سے یا تو حق و باطل کا امتیاز مراد ہے یعنی تمہارے دلوں میں
ایسی ہدایت ڈالدے گا کہ حق و باطل میں تمکو تمیز ہو جائے گی۔ یا امتیاز سے ایسی فتح مراد ہے جس سے
مسلمانوں اور کافروں میں امتیاز ہو جاوے مسلمانوں کو عزت ملجاوے اور کافر ذلیل ہو جاویں
ابن کثیر نے کہا ہے کہ ابن عباس اور سدی وغیرہ سے تفسیروں میں فرقان کے معنی [illegible]
کے ہی منقول ہیں۔ حاصل ان سب معانی کا یہ ہے کہ اللہ کا ڈر حق و باطل کے پہچاننے کا ذریعہ
[illegible] دنیا میں تمہارے لئے فتح اور [illegible] کا باعث ہوگا اور آخرت میں تمہارے
گناہوں کی معافی اور مغفرت کا ذریعہ ہوگا۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے یعنی اللہ نے
تمہارے تھوڑے سے عمل کے لئے بہت بڑا اجر مقرر کیا ہے وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ
الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ
وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿۳۰﴾ اور
(یاد کر اے پیغمبر) جبکہ کافر لوگ تیرے ساتھ مکر کرتے تھے کہ قید کر دیں یا تجھ کو مار ڈالیں

یا تجھے نکالدین اور وہ گہات کرتے تھے اور اللہ بھی گہات کرتا تھا اور اللہ بہتر ہے گہات کرنیوالون مین
ف اب اللہ پیغمبر کو وہ وقت یاد دلاتا ہے جب مکہ مین کافرون نے یہ مشورہ کیا تھا کہ
پیغمبر کو قید کرلین یا قتل کردین یا نکالدین اُسوقت اللہ نے اپنے پیغمبر کی مدد کی اور اُن کے شر سے
بچایا۔ اس سے پہلے جو آیت وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ الخ گذر چکی اُسمین اللہ
نے مومنین کو وہ حالت یاد دلائی ہے کہ مکہ مین تم کمزور تھے اور ڈرتے تھے پہر اللہ نے تمہاری مدد کی
اسی طرح اللہ پیغمبر کو بھی اپنا وہ احسان یاد دلاتا ہے کہ اللہ نے کسطرح دشمنون کے شر سے
اُنکو محفوظ کیا۔ مقصود اس یاد دلانے سے یہ ہے کہ دشمنون کی کثرت اور قوت سے مت ڈرو
اللہ پر بہروسا رکہو مکہ مین بہی دشمن قوی تھے اور بہت تھے جسطرح اُن کے شر سے اللہ نے
تمکو بچایا اسی طرح آیندہ بھی بچاوے گا۔ مکر اُس حیلہ کو کہتے ہین جو دوسرے کو مضرت
پہونچانے کے لئے کیا جاوے اللہ کی شان مکر کرنے کی نہین مگر اللہ نے کافرون کے مکر کے
مقابلے مین اپنی طرف بہی مکر کی نسبت کی ہے اور اس موقع پر اللہ کے مکر سے مکر کے اصلی معنی مراد
نہین بلکہ کافرون کے مکر کو انہین پر پلیٹ دینا یا مکر کی اُنکو سزا دینا مراد ہے اللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ کا مطلب یہ
کہ کافرون کا مکر خالی جاتا ہے۔ اللہ کا ارادہ جو اُنکو سزا پہونچانے کا ہوتا ہے وہ خالی نہین جاتا اور
اُسکا کامل اثر ہوتا ہے۔ ابن کثیر نے لکہا ہے کہ ابن اسحٰق نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے
کہ مکہ مین تمام قبائل قریش کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب مین مشورہ کرنے کے لئے
ایک گہر مین جمع ہوئے جسکا نام دار الندوہ مشہور تہا اس مجمع مین ابلیس ایک بزرگ بوڑہے کی صورت
بنکر پہونچا لوگون نے اُسکو دیکہکر پوچہا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ مین نجد کا رہنے والا ایک بوڑہا ہون
اور اس غرض سے آیا ہون کہ اس مشورہ مین میری رائے بہی شریک رہے اُسکو سب نے منظور
کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب مین مشورہ ہوا تو ایک شخص نے یہ رائے دی کہ اُنکو

قید کر دو اُسی قید کی حالت میں کبھی نہ کبھی مر جائیں گے اس رائے پر ابلیس نے یہ اعتراض کیا کہ شاید
کہ اُن کے طرفدار تم پر غالب آ دیں اور قید سے چھڑا لیجاویں بلکہ تم کو بھی اس ملک سے نکال دیں
ابلیس کے اس اعتراض کو سب نے پسند کیا پھر ایک شخص نے یہ رائے دی کہ محمد کو اس شہر سے
نکال دو تاکہ اُن کی باتوں سے نجات ملے اس رائے پر بھی ابلیس نے یہ اعتراض کیا کہ محمد کی
باتوں میں بڑا اثر ہے وہ یہاں سے نکلکر جہاں جاوینگے لوگ اُن کی باتیں سنکر اُن کے ساتھ
ہو ویں گے پھر شاید ہماری فوج ساتھ لیکر تم پر حملہ کریں ۔ پھر ابو جہل نے کہا کہ سب سے بہتر یہ ہے
کہ ہر قبیلہ سے ایک نوجوان شخص چھانٹ لو وہ سب ملکر دفعتاً اُن پر تلوار کے ہاتھ ماریں بنی ہاشم
تھوڑے سے لوگ تمام قریش سے لڑ نہیں سکتے مجبور ہو کر کچھ خونبہا قبول کر لیں گے اور ہم محمد کی باتوں
سے نجات پاوینگے ابلیس نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا اسی وقت
جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی خبر دی اور اسی شب میں آپ کو ہجرت
[illegible] سنا دیا وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا
قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ
اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اور جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی
ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم سن چکے اگر ہم چاہیں تو اُسکی مثل بنا دیں یہ اور کچھ نہیں پہلے لوگوں کے قصے
ہیں ف اگرچہ کفار قرآن کی مثل بنانے سے عاجز تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] اُن کے سامنے پیش کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ تم سب ملکر دس آیتیں
اسکی مثل بنا دو دس برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے اور
وہ عاجز رہے مگر پھر بھی اُن کو ایسی دشمنی تھی کہ وہ ضد کی وجہ سے یوں کہتے تھے کہ یہ کہانیاں
پہلے لوگوں کی کہی ہوئی ہیں انہیں کو محمد پڑھتے ہیں اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسی کہانیاں بنا لیں

دس برس تک اس کوشش میں رہے اور ایسے عاجز رہے کہ ایک سورت بھی اسکی مثل نہ بنا سکے یہ قول صرف ایک شخص نضر بن الحارث کا تھا اور کسی کو اس کہنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی مگر اللہ نے جمع کے ساتھ اسکو اس لئے فرمایا کہ نضر ان کے سرداروں میں تھا اور عام جلسوں میں ایسا کہا کرتا تھا اور سب سنتے تھے اس لئے سب کا قول ہو گیا۔ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ سعید بن جبیر اور سدی اور ابن جریج وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ نضر بن حارث ملک فارس کو گیا تھا اور وہاں سے رستم اور اسفندیار وغیرہ کی کہانیاں سیکھ آیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام شروع کی تھی اسی زمانہ میں وہ فارس سے واپس آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو قرآن سناتے اور فارغ ہو کر اپنے گھر کو تشریف لیجاتے تو ان کے بعد اسی جگہ نضر بن حارث بیٹھتا اور رستم اور اسفندیار کی کہانیاں سنایا کرتا پھر لوگوں سے پوچھا کرتا کہ میری کہانیاں اچھی ہیں یا محمدؐ کی کہانیاں اچھی ہیں جنگ بدر کے روز نضر بن حارث کو مسلمانوں نے زندہ گرفتار کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو قتل کرا دیا تھا

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

اور جب کہ انہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہی حق ہے تیرے پاس سے تو برسا دے ہم پر پتھر آسمان سے یا لے آ ہم پر عذاب دکھ دینے والا ف اس قول میں قرآن کا نہایت شدت کے ساتھ انکار ہے گویا انکو یقین کامل ہو گیا تھا کہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہوا نہیں ہے اسی لئے انہوں نے یوں کہا کہ اے اللہ اگر یہی قرآن تیری طرف سے درحقیقت آیا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کسی اور طرح عذاب نازل کر مطلب یہ تھا کہ عذاب کی طلب قرآن کے حق ہونے کی تقدیر پر تھی اور یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ قرآن یقیناً حق نہیں اسلئے عذاب نازل ہونے کا

خوف نہیں۔ بخاری میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ یہ قول ابو جہل نے کہا تھا اسی قول پر
آیت وما کان اللہ لیعذبہم نازل ہوئی۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ
فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ
اور نہیں ہے اللہ کہ انہیں عذاب کرے اور تو انمیں ہو اور نہیں ہے اللہ انہیں عذاب کرنے والا
ایسی حالت میں کہ وہ معافی مانگتے ہوں ف یعنی کافروں کے اس کہنے پر جو عذاب
نازل نہیں ہوتا اسکی وجہ یہ ہے کہ اے محمد تو مکہ میں موجود ہے اور جہاں تو ہوگا وہاں عذاب نازل
نہوگا اسکے بعد اللہ نے اپنی عادت یہ بھی ظاہر کر دی کہ جو لوگ استغفار کرتے ہیں انپر عذاب نازل
نہیں ہوتا ہے اس لیے بتا دیا کہ اگر رسول مکہ سے جدا ہو جانے کے بعد وہ عذاب سے بچنا چاہیں تو اللہ
اپنے گناہ معاف کرائیں جسکو استغفار کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ استغفار کے لیے مسلمان ہونا
ضرور ہے۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری
امت کے لیے [illegible] دو امن نازل ہوئی ہیں۔ پھر آپ نے آیت وما کان اللہ لیعذبہم
پڑھی۔ پھر فرمایا کہ جب میں چلا جاؤنگا تو انمیں قیامت تک استغفار چھوڑونگا۔ ابن کثیر
نے لکھا ہے کہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
بندہ استغفار کرتا ہے اللہ کے عذاب سے امن میں رہتا ہے بعض مفسرین نے یہ مراد لی ہے
کہ مکہ میں جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے اور نہایت خوف اور کمزوری کی حالت میں تھے ان کا
استغفار مراد ہے یعنی جب تک وہ مکہ میں رہیں گے اور استغفار کرینگے اس وقت تک بھی
عذاب نازل نہوگا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد جب سب مسلمان
مکہ سے نکل گئے اسوقت وہ خشک سالی اور قحط کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور پھر مکہ مسلمانوں
نے فتح کر لیا یہ بھی کافروں کے لیے عذاب تھا۔ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ

وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

اور کیا ہے انہیں کہ اللہ انپر عذاب نہ کرے حالانکہ وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے اور نہیں ہیں وہ اسکے ولی نہیں ہوسکتے ولی اسکے مگر متقی لوگ اور لیکن اکثر انہیں نہیں جانتے ف یعنی عذاب کے نازل نہونے کی وجہ یہ ہے کہ تو انمیں موجود ہے اور ان لوگوں پر بھی عذاب نازل نہیں ہوتا جو استغفار کرتے ہوں اور جب تو بھی ان میں نہوگا اور وہ استغفار بھی نکریں تو پھر کیا وجہ کہ ان پر عذاب نہو حالانکہ وہ اسوجہ سے مستحق عذاب ہیں کہ مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ میں آنے سے مسلمانوں کو روکتے ہیں باوجودیکہ ان کو روکنے کا حق نہیں ہے اس لیے کہ وہ مسجد حرام کے متولی نہیں ہوسکتے اسکے متولی وہ لوگ ہوسکتے ہیں جو پرہیزگار ہوں یعنی شرک سے بچیں۔ مشرکین مکہ کا یہ قول تھا کہ ہم خانہ کعبہ کے ولی ہیں جسکو چاہینگے داخل ہونے دینگے اور جسکو چاہینگے داخل نہونے دینگے اور [illegible] نے مسلمانوں کو طواف کعبہ سے روکا تھا اللہ نے فرمایا کہ باوجود [illegible] مسلمانوں کو روکتے ہیں اس حرکت سے وہ نزول عذاب کے مستحق ہیں۔ بیضاوی نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ دونوں ضمیریں اللہ کی طرف پھرتی ہیں یعنی مشرکین اللہ کے دوست نہیں اللہ کے دوست وہی ہیں جو متقی ہوں۔ پہلی آیت میں اسوقت کا بیان تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے مکہ میں موجود ہونے کی وجہ سے عذاب نازل نہیں ہوا تھا اور اس دوسری آیت میں اس وقت کا بیان ہے جب [illegible] قحط کا عذاب آیا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے یہ پوچھا کہ آپ کے دوست کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہر متقی۔ پھر یہ آیت پڑھی کہ اِنْ اَوْلِیَاؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔

آخر میں اللہ نے فرمایا کہ اکثر انہیں سے نہیں جانتے کہ خانہ کعبہ کی ولایت کا حق مشرکوں کو نہیں
بلکہ مسلمانوں کو ہے جو شرک سے پرہیز کرتے ہیں اکثر کا لفظ اس لئے فرمایا کہ بعض ایسے بھی
ہیں جو جانتے ہیں اور جان بوجھ کر شرک میں مبتلا ہیں یا لفظ اکثر سے کل مراد ہیں ۔ وَمَا كَانَ
صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ اور نہیں ہے
نماز اُن کی خانہ کعبہ کے پاس مگر سیٹیاں بجانی اور تالیاں تو چکھو تم عذاب کو بدلے اس کے
جو تم کفر کرتے تھے ف یعنی وہ خانہ کعبہ کے متولی کیونکر ہو سکتے ہیں وہ تو خانہ کعبہ میں
عبادت کے طریقہ سے نماز بھی نہیں پڑھتے بلکہ سیٹیوں کی آواز نکالتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں
یہی اُن کی نماز ہے ۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر
میں روایت کی ہے کہ قریش خانہ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کیا کرتے تھے اور اس حالت میں
سیٹیوں کی آواز نکالتے تھے اور تالیاں بجاتے تھے ان لوگوں پر جب آخرت میں دوزخ کا
عذاب ہوگا تو فرشتے یوں کہیں گے کہ تم اپنے کفر کے بدلے اب عذاب کا مزا چکھو یا عذاب سے
وہ مصیبت مراد ہے جو کفار مکہ پر جنگ بدر کے روز آئی بہت سے قتل اور قید ہوئے گویا
مسلمان ان سے کہیں گے کہ اب تم اپنے کفر کا مزا چکھو ۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ
فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ
يُغْلَبُونَ ۝ بیشک کافر اپنے مال اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ
سے روکیں تو اپنے مال وہ خرچ کریں گے پھر ہوگا وہ ان پر حسرت پھر وہ مغلوب ہو جاویں گے
ف بیضاوی میں لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں جو فوج مشرکین مکہ کی آئی تھی اُن سب کے

کھانے پینے کا خرچ ابوجہل وغیرہ بارہ آدمیوں کے ذمہ تھا وہ ہر روز ان کے کھانے کے لیے
دس اونٹ ذبح کرتے تھے اور جنگ احد کے روز ابوسفیان دو ہزار آدمیوں کو اجرت پر مقرر
کر کے لایا تھا اسی طرح کفار بہت سا مال ان لڑائیوں میں خرچ کرتے تھے اس سے مقصود یہ
تھا کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے یعنی دین اسلام سے روکیں اور اسلام کو مٹا دیں سو [illegible]
اللہ فرماتا ہے کہ کفار اس کام میں مال خرچ کرتے ہیں اسی طرح اپنا مال خرچ کر دینگے پھر یہ مال
خرچ کرنا ان کے لیے افسوس کا باعث ہوگا اس سے کہ جو انکا مقصود اس مال خرچ کرنے سے تھا
وہ حاصل نہ ہوگا آخر کو وہ خود ہی مغلوب ہو جائیں گے - وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ
جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ
وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا
فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ اور جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف
ہانکے جاویں گے تاکہ جدا کر دے اللہ ناپاک کو پاک سے اور رکھے ناپاک کو بعض پر بعض کے پھر ڈھیر
بنا دے سب کو پھر ڈالے انکو جہنم میں وہی لوگ ہیں ٹوٹا پانے والے - ف پہلی آیت میں تو کافروں
کی حسرت اور مغلوبی کی حالت کا ذکر ہوا جو دنیا میں ہوگی اس کے بعد [illegible] آخرت کا حال بیان کیا کہ
آخرت میں ان کافروں کو یہ حال کہ جہنم کی طرف ہانکے جاویں گے یعنی مومن بہشت کی طرف جاویں گے اور کافر جہنم کی طرف
تاکہ اللہ ناپاک گروہ کو پاک گروہ سے جدا کر دے [illegible] جہنم میں ڈالے جاویں گے اس کی صورت یہ ہوگی کہ انکو تلے اوپر کر کے
انکو ڈھیر بنا دیگا [illegible] پھر جہنم میں ڈال دیگا [illegible] دنیا و آخرت دونوں [illegible] اور آخر ہی
کی تفصیل بیان کر کے یہ فرمایا کہ ٹوٹا پانے والے یہی ہیں قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا
يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (اے پیغمبر) تو کافروں سے کہدے کہ اگر باز رہیں گے تو معاف کیا جاوے گا
انکے لیے جو ہو چکا ف یعنی اگر آئندہ وہ کفر سے باز آویں گے اور مسلمان ہو جاویں گے تو جو گناہ انسے

ہوچکے ہم بخش دینگے وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ

اور اگر وہ اعادہ کرینگے تو گذر چکی سنت اولین کی ف یعنی ہماری عادت جو کفار اور پہلی امتوں کی ہو چکی کافروں کے

حق میں ظاہر ہو چکی ہے وہی معاملہ ان کے ساتھ بھی ہوگا پہلے جن کافروں نے دنیا کے ساتھ [illegible] ہلاک

ہوگئے یہ بھی اسی طرح سے ہلاک ہو جاوینگے [illegible]

[illegible]

اس آیت میں اللہ نے کافروں کو سمجھایا کہ اگر وہ کفر سے باز آوینگے اور اسلام قبول کرینگے تو ان کے پچھلے گناہ

سب بخشے جاوینگے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

جس نے اسلام میں نیکی کی اس سے عمل جاہلیت کا مواخذہ نہ ہوگا اور جس نے اسلام میں برائی کی اس سے اول اور آخر سب کا

مواخذہ ہوگا اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کاٹ دیتا ہے ان گناہوں کو جو پہلے

ہو چکے اور توبہ کاٹ دیتی ہے ان گناہوں کو جو اس سے پہلے ہوئے ہیں۔ فقہا نے لکھا ہے کہ جو شخص مسلمان ہوتا ہے وہ ایسا ہے جیسا آج

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اس وقت تک جو اس نے بدنی اور مالی اس کے عہد میں [illegible] کی قضا اس پر لازم نہیں ہوتی

تفسیر [illegible] یحییٰ بن معاذ رازی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ایک ساعت کی توحید ستر برس کے گناہ زائل

کر دیتی ہے تو کیا ستر برس کی توحید میں یہ قوت نہ ہوگی کہ ایک ساعت کے گناہ کو زائل کر دے۔ اسی آیت سے علما نے ثابت

کیا ہے کہ مرتد کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے اس واسطے کہ ان لوگوں سے جو کفر سے باز آویں مغفرت کا وعدہ کیا ہے اور لفظ کافر کا

کافر اصلی اور مرتد دونوں کو شامل ہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ

الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ اور ہو جاوے کل دین اللہ کے لئے ف

فتنہ سے مراد یا تو شرک ہے یعنی کافروں سے اس وقت تک لڑو کہ شرک باقی نہ رہے اور توحید خالص کا رواج ہو جاوے صحیحین میں

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ کو یہ حکم ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں

کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگیں جب انہوں نے یہ کہہ لیا تو بچ گئے مجھ سے جان اور مال اپنے اور نیز صحیحین میں کسی نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص بہادری کے لیے لڑتا ہے ایک شخص حمیت کی وجہ سے لڑتا ہے ایک شخص بطور
ریا کے لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس لیے لڑے کہ اللہ کا بول بالا ہو وہی
اللہ کی راہ میں [illegible] لڑتا ہے اور بعض کے نزدیک فتنہ سے کافروں کا وہ فتنہ مراد ہے جو شروع اسلام کے زمانے میں کفار مسلمانوں کو
طرح طرح کی ایذا دیتے تھے جو مسلمان انکے ہاتھ آجاتا تھا اسکو باندھتے اور مارتے تھے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ [illegible]
یہاں تک کہ کافروں کو مسلمانوں کے ستانے کی جرأت نہ رہے اور کل دین اللہ کے واسطے ہو جاوے
بخاری میں روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا (وہ شخص خارجی تھا) اور اس نے
باغیوں کے حکم کی آیت وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا آخر تک پڑھی پھر کہا
کہ تم اس آیت کے حکم کی بموجب اس لڑائی میں (یعنی واقعہ [illegible] ابن زبیرؓ [illegible])
کیوں نہیں شریک ہوتے تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ میں اس آیت میں تاویل کر لوں تو بہتر ہے
مگر دوسری آیت میں تاویل پسند نہیں کرتا اور وہ یہ ہے وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا الخ
تب اس شخص نے کہا کہ اللہ یہ بھی تو فرماتا ہے وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (مراد اس کی
یہ تھی کہ فتنہ دفع کرنے کے لیے مسلمانوں کو لڑنا بھی جائز ہے) تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ
یہ تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیا جب اسلام ضعیف تھا اور آدمی
اپنے دین کی وجہ سے بلا میں پڑتا تھا یا تو کافر اسکو قتل کر ڈالتے تھے یا باندھ رکھتے تھے
جب اسلام قوی ہو گیا تو فتنہ نہ رہا جب اس شخص نے دیکھا کہ ابن عمرؓ اس کی رای کے
ساتھ موافقت نہیں کرتے تب اس نے یہ پوچھا کہ تم علیؓ اور عثمانؓ کے حق میں
کیا کہتے ہو تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ عثمانؓ کی خطا اللہ نے معاف کر دی (یعنی
غزوۂ احد میں جو ان سے فرار واقع ہوا تھا وہ معاف ہو گیا اس کی معافی کی آیت
نازل ہو گئی) اور علیؓ رسولؐ کے بھائی اور داماد ہیں رسول کی بیٹی کا تم جانتے ہو کیسا بڑا مرتبہ ہے

ضرورت سے فرار کا طعن کیا جاتا ہے اور
...ل بھی سمجھ لینا چاہیے۔ غزوۂ احد
...اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیرانداز
...اُن کو حکم کیا تھا کہ بغیر ہماری اجازت کے کہیں
...اللہ بن جبیر تھے جب مسلمان کافروں کو
مال کی طمع بمقتضائے بشریت ان تیراندازوں کے دلوں میں بھی پیدا ہوئی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہم کو اسی جگہ قائم رہنے کی تاکید کی تھی
...اس سے کہ لڑائی فتح ہو گئی کافر بھاگ گئے درحقیقت یہ اُن کا منشا تھا
...چنانچہ بہت لوگوں نے اپنی جگہ سے جدا ہو کر مال غنیمت میں مشغول ہونے کا قصد کیا
اُن کے سردار عبداللہ بن جبیر نے ہرچند منع کیا مگر وہ نہ مانے اور اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت کا مال لوٹنے
کے لیے دوڑے عبداللہ بن جبیر اور چھ سات آدمی اُن کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہے اب لڑائی
کی حالت دگرگون ہو گئی اور بھاگے ہوئے کافر پہاڑ کی طرف سے پھر لوٹ پڑے اور مسلمانوں
کے لشکر کے اندر داخل ہو گئے چونکہ مسلمان اس حالت سے غافل تھے اس لیے بہت بڑا
صدمہ لشکر اسلام پر پہنچا جمعیت ٹوٹ گئی اور سب متفرق اور جدا جدا ہو گئے ایک کی دوسرے کو
خبر نہ تھی اور کافر اور مسلمان کا تمیز نہ رہا ایسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
دندان مبارک بھی شہید ہو گئے اور ... مسلمانوں پر دوسرا صدمہ یہ پہنچا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتا نہیں ملتا تھا کہ ... کافروں کو یہ گمان ہوا کہ شاید
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا اسی وجہ سے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا کہ محمد
قتل ہو گئے یہ مصیبت انگیز آواز سنکر مسلمانوں کے ہوش جاتے رہے اور اس خبر سے

ں مسلمانوں نے کہا

اللہ عنہ بھی ... تھے

علم کے موجود نہ ہونے کی وجہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا

اللہ علیہ وسلم یہ موجود ہیں تکبیر کہی

رسول اللہ ... وسلم کی طرف دوڑے - پھر رسول اللہ

پہاڑی کی چوٹی پر ... سب لوگ آپ کو دیکھیں اور پریشانی دور

اور حضرت عمر اور ... اور ایک جماعت صحابہ کی آپ کے ...

اللہ عنہم اجمعین کی ... زرقانی سے منتخب کئے ہیں اور تمام ...

جس وقت ... حضرت عثمان سے ہوئی وہ وقت کیسا نازک اور ... اجمعین یا ...

معرکہ جہاد سے فرار دو قسم ہے ایک جائز ایک ناجائز اسی سورہ انفال میں یہ آیت گذر چکی ہے وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ الخ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر بھاگنا تدبیر جنگ کے لئے یا دوسرے گروہ میں پناہ لینے کے لئے ہو تو جائز ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنکر اور لڑائی کا خاتمہ اور تمام اجلہ صحابہ کا شہید ہو جانا سمجھکر تدبیر جنگ یہی سمجھی کہ اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالیں اور مدینہ میں جا کر پناہ لیں اور پھر اطمینان سے ... کریں اسلئے یہ بھاگنا ان کا جائز تھا کسی طرح موجب طعن کا نہیں ہو سکتا البتہ اتنی بات باقی رہی کہ انہوں نے اس غلط خبر پر یقین کیوں کر لیا مگر اس وقت کی حالت اور مقتضا سے بشریت پر لحاظ کیا جائے تو انصاف یہ ہے کہ یہ طعن بھی باقی نہیں رہتا باینہمہ اللہ نے خاص اس بیان میں ایک آیت قرآن کی نازل کی

کسیکو طعن کا موقع باقی نہ رہے یا انہیں طعن کریں وہ اللہ کی رضا کی مخالفت کرتے ہیں۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ

پھر اگر باز رہیں وہ تو بیشک اللہ ان کے اعمال کو دیکھنے والا ہے ف

یعنی اگر کافر کفر کو چھوڑ دیں تو اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے یعنی کفر چھوڑنے اور اسلام قبول کرنے کا اجر دے گا۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِیْرُ

اور اگر وہ منہ پھیریں تو تم جان لو کہ بیشک اللہ تمہارا دوست ہے اچھا دوست ہے اور اچھا مددگار ہے ف یعنی اگر کافر قبول اسلام سے روگردانی کریں تو تم کچھ پرواہ مت کرو تم یقین کر لو کہ اللہ تمہارا دوست اور مددگار ہے وہ ہر طرح تمہاری مدد کرے گا۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

آٹھ آنہ ([illegible]) [illegible] اور [illegible] الاشاعۃ [illegible]

ادا کرنے میں سال بھر ماہوار نوین جلد کا ایک جزو پہونچا کریگا۔ گیارہ روپیہ پانچ آنے میں

آٹھوں جلدیں کل اور نوین جلد کا ایک جزو ماہوار پہونچا کریگا۔

نصیحۃ الشیعہ

شیعوں کا رد نہایت [illegible] اسکی رد میں شیعوں کی معتبر کتابوں سے نقل کی گئی ہیں اور انکے صفحوں کا بھی حوالہ دیا گیا ہے حضرات شیعہ اسکا جواب [illegible] نہ لکھ سکیں اور [illegible] روایتیں مناظرہ قدیم [illegible] پیش کی گئی ہیں [illegible] اہل سنت کو [illegible] آتی ہیں [illegible] سوا مناظرہ [illegible] صفحہ کا ہوا [illegible] مطبع [illegible] عربی عبارتوں کا اردو ترجمہ [illegible] اسکی [illegible] قیمت مع محصول [illegible] پہلا جزو بطور نمونہ روانہ ہوگا

ہوگیا تھا اس سے زیادہ حضرت یوسف نے اپنی لیاقت بھی ظاہر کردی کہ میں امین ہونے کے سوا حفاظت کا اہتمام بھی جانتا ہوں اور جو تدبیریں اس کام کے لئے ضروری ہیں ان سے واقف ہوں اس کہنے کی ضرورت بھی اسی وجہ سے ہوئی کہ حضرت یوسفؑ کو خدا کا کام حاصل کرنے میں بڑی کوشش تھی اور ضرورت کے وقت اپنی خوبی کی صفت اپنی طرف سے ظاہر کرنا ناجائز نہیں۔ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ ع

اور اسی طرح قدرت دی ہمنے یوسف کو ملک میں قرار پکڑتا تھا اس میں جہاں چاہتا تھا پہنچاتے ہیں ہم اپنی رحمت جس پر چاہتے ہیں اور ضائع نہیں کرتے ہم اجر نیکی کرنے والوں کا اور البتہ آخرت کا اجر زیادہ اچھا ہے ان کے لئے جو ایمان لاتے ہیں اور پرہیزگاری کرتے ہیں ف یعنی جس طرح یوسفؑ کی یہ خواہش تھی کہ مصر کے خزانوں پر اسکو قبضہ ملجاوے اسی طرح ہمنے یوسفؑ کو قدرت دی اور بادشاہ مصر کے دل میں یہ ڈالدیا کہ اوس نے اپنے تمام خزانے یوسفؑ کی سپرد کردیئے یا مراد یہ ہے کہ جسطرح یوسف کو ہمنے کنوئیں سے نکالا اور عزیز مصر کے گھر اسکو عزت دی اور زلیخا کے کید سے اسکو بچایا اور قیدخانہ سے چھڑا کر بادشاہ کا مقرب بنایا اسی طرح ہمنے سلطنت مصر میں یوسف کو بڑا اختیار اور مرتبہ عطا کردیا اور اب وہ غلامی کی پابندی اور قید کی مصیبت سے چھوٹ گیا تمام ملک مصر پر اسکی حکومت تھی جہاں چاہتا تھا وہاں جاتا تھا شاید جانا تھا کہ ضرور دورہ کرنے کی ضرورت ان کو زراعت کی نگرانی کے لئے ہوگی اسلئے کہ بڑا مقصود ان کا یہی تھا کہ اچھی پیداوار سالوں میں زراعت بڑی کوشش سے ہوجاوے اور غلہ کی اچھی حفاظت کی جاوے۔ بعض مفسرین نے (يَتَبَوَّأُ) کے معنی تصرف کرنے کے لکھے ہیں یعنی مصر کے خزانوں میں جسطرح چاہتا تھا تصرف کرتا تھا اب اللہ حضرت یوسفؑ کے مرتبے کو ظاہر کرکے فرماتا ہے کہ ہم جس پر چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں یعنی عزت اور مرتبہ عالی کسی کی کوشش سے نہیں ملتا بلکہ ہمارے فضل سے ملتا ہے البتہ اوسکے حاصل کرنے کا ذریعہ

عمل صالح ہے اسلئے کہ ہم نیکی کرنے والون کا اجر ضایع نہین کرتے چنانچہ یوسف نے جو بھائیون کی ایذا اور قید کی
مصیبت پر صبر کیا اور عزیز مصر کی خیانت نہین کی اور ایسا تقوی اختیار کیا کہ زلیخا کے اور ہاتھ کاٹنے والی
عورتون کے دہوکے مین نہ پہنسا اوس کے اجر مین ہمنے یوسف کو مرتبہ عالی عنایت کیا اور بہت بڑی عزت دی
یہ تو دنیا کی عزت تہی آخرت کی عزت ایمان والون اور متقیون کے لیے اس سے بہی بڑی ہوگی اور اس سے
ظاہر ہوگیا کہ نیکی کرنے والون کو دین اور دنیا دونون کی عزت ملتی ہے۔ ابن کثیر رحمہ نے لکہا ہے کہ جو خدمت
عزیز مصر شوہر زلیخا سے متعلق تہی وہ اب بادشاہ مصر نے حضرت یوسف کے سپرد کردی محمد ابن اسحاق کا قول ہے
کہ اونہین دنون مین عزیز مصر سابق جو شوہر زلیخا کا تہا وہ مرگیا اور بادشاہ مصر نے زلیخا کا نکاح حضرت یوسف کے
ساتھ کرادیا اوسوقت حضرت یوسف نے کہا کہ یہ صورت بہتر ہے اوس حالت سے جسکا تو ارادہ کرتی تہی اوسکے
جواب مین زلیخا نے کہا کہ اے صدیق مجہکو ملامت مت کر مین ایک خوبصورت تہی دنیا کی سب نعمتین مجہکو حاصل
تہین میرا شوہر رجولیت سے معذور تہا اور اس حالت مین مجہکو تو ملگیا جو سب سے زیادہ حسین تہا اسوجہ سے مین ان
فاسد ارادون مین مبتلا ہوگئی۔ یہ بہی مشہور ہے کہ اوسوقت تک زلیخا باکرہ تہی اسلئے کہ اوسکا پہلا شوہر عورت پر قادر نہ تہا
فضیل بن عیاض رحمہ کا قول ہے کہ یوسف کے ساتھ نکاح ہونے سے پہلے ایک روز زلیخا راستے مین کہڑی تہی
اوسوقت حضرت یوسف کا اوس طرف سے گذر ہوا تو زلیخا نے کہا کہ حمد کے لائق وہ اللہ ہے کہ غلامون نے
اوسکی اطاعت کی تو اون کو بادشاہ بنادیا اور بادشاہون نے اوسکی نافرمانی کی تو اون کو غلام بنادیا۔
زلیخا کے بطن سے حضرت یوسف کے دو بیٹے ہوئے ایک افرائیم دوسرے میشا۔ اور افرائیم کے بیٹے
نون تہے اور نون کے بیٹے یوشع تہے اور اون کی ایک بیٹی حضرت ایوب کی بی بی تہین۔ وَجَاءَ إِخْوَةُ
يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ۝ اور آئے
یوسف کے بھائی پس داخل ہوئے اوس پر تو پہچان لیا اون کو یوسف نے اور وہ یوسف کو نہ پہچانتے
وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ

اَنِّیْٓ اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۝ اور جب مہیا کیا یوسف نے اون کے لئے سامان
کہا تم لاؤ اپنے سوتیلے بہائی کو کیا تم دیکھتے نہین کہ مین پورا دیتا ہون پیمانہ اور مین مہمانی کرنے والون مین
افضل ہون۔ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝
اور اگر تم اوسکو میرے پاس نہ لاؤ تو تمہارے لئے میری طرف سے غلہ کا پیمانہ نہ بہرا جاے گا اور میرے پاس
مت آیو **ف** جب اچھی پیداوار کے سات برس گذر گئے اور حضرت یوسف نے ذخیرہ اناج بہر لیا اور
پہر قحط شروع ہوا تو مصر اور ملک شام کی تمام مخلوق قحط کی مصیبت مین پڑی اور اس قحط کا اثر کنعان تک
پہونچا جہان حضرت یعقوب علیہ السلام تہے اوس زمانہ مین اناج کا ذخیرہ فقط حضرت یوسف کے پاس تہا
اس لئے ہر طرف سے لوگ اناج حاصل کرنے کے لئے اونہین کے پاس آتے تہے ملک مصر کے علاوہ
ملک شام کے لوگ بہی قافلے کے قافلے چلے آتے تہے حضرت یوسف اناج کے دینے مین کچھ تنگی نہین کرتے تہے جو مسافر
آتے تہے اون کی مہمانی بہی کرتے تہے اور جس کے پاس درہم یا دینار ہوتے تہے اوسکو اور جو زر نقد کپڑا یا کوئی
جانور وغیرہ اوسکو بہی قبول کر لیتے اور اوسکی قیمت لگا کر اوس کے عوض مین اناج دیتے تہے اور یہ قیاضی
حضرت یوسف کی ملک شام تک مشہور ہو گئی آخر اون کے بہائی بہی اناج لینے کے لئے حضرت یوسف کے پاس
آئے حضرت یوسف نے اون کو پہچان لیا مگر اون کے بہائیون نے حضرت یوسف کو نہین پہچانا اس کی وجہ
یہ تہی کہ حضرت یوسف کے بہائیون کی صورت نہین بدلی تہی اور حضرت یوسف کی صورت بدل گئی تہی آپ
جوان ہو گئے تہے داڑہی نکل آئی تہی۔ ابن کثیر نے لکہا ہے کہ حضرت یوسف کے پاس ہر طرف سے لوگ
اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے غلہ لینے کے لئے آتے تہے مگر حضرت یوسف ہر شخص کو ایک بار شتر
بوجہ سے زیادہ نہین دیتے تہے اور حضرت یوسف خود بہی پیٹ بہر کر کہانا نہین کہاتے تہے اور بادشاہ اور
تمام سردار اور لشکر بہی رات دن مین فقط ایک وقت کہاتے تہے مقصود یہ تہا کہ غلہ زیادہ خرچ نہ ہو جائے
اور جسقدر ذخیرہ جمع کیا ہے اوسی مین سات برس پورے ہو جائین جو لوگ دور دور سے غلہ لینے کو آتے

اون مین حضرت یوسف کے بہائی تھے کنعان مین حضرت یعقوب کو جب یہ خبر ہوئی کہ عزیز مصر لوگون سے
قیمت لیکر غلہ دیتا ہے تو حضرت یعقوب نے اپنے بیٹون کو حکم کیا کہ اپنا اسباب لیجا کر اوسکی عوض غلہ لے آو
اس کام کے لئے یوسف کے پاس حضرت یعقوب نے دس بیٹون کو بہیجا اور گیارہوین بنیامین جو حضرت یوسف
کے حقیقی بہائی تھے اون کو روک لیا وہی ان گیارہ بیٹون مین حضرت یعقوب کو زیادہ محبوب تھے جب یہ
دس بہائی حضرت یوسف کے دربار مین داخل ہوے اوسوقت حضرت یوسف اپنی سرداری کی شان و شوکت
مین مسند وزارت پر جلوس فرماتے تھے اس لئے بہائیون نے حضرت یوسف کو نہ پہچانا مگر حضرت یوسف نے
اون کو پہچان لیا بہائیون نے اسوجہ سے نہ پہچانا کہ حضرت یوسف جدا ہوے تھے تو صغیر سن بچے تھے
اور اونہون نے سوداگر قافلہ والون کے ہاتھ یوسف کو بیچ ڈالا تہا یہ خبر ہی نہ تہی کہ وہ یوسف کو کہان
لیجاوینگے اور نہ اون کو یہ گمان تہا کہ یوسف ایسے مرتبہ عالی پر پہنچینگے سدی وغیرہ کا قول ہے
کہ حضرت یوسف نے اون پر اپنا پہچاننا ظاہر نہین کیا اور اسطرح گفتگو شروع کی جیسے کوئی ناآشنا
گفتگو کرتا ہے اول اون سے پوچہا کہ تم اس ملک مین کیون آئے ہو اونہون نے جواب دیا کہ اے عزیز
ہم غلہ لینے کے لئے آئے ہین حضرت یوسف نے کہا کہ شاید تم جاسوس ہو اونہون نے کہا کہ معاذ اللہ
ہم ہرگز جاسوس نہین ہین تب حضرت یوسف نے کہا کہ تمہارا وطن کہان ہے اونہون نے کہا کہ ہم
ملک کنعان کے رہنے والے ہین اور ہمارا باپ یعقوب نبی اللہ ہے حضرت یوسف نے پوچہا کہ اوسکی
اولاد تمہارے سوا اور بہی ہے اونہون نے کہا کہ ہان ہم بارہ بہائی تھے ہمارا چہوٹا بہائی جنگل مین
کہین ہلاک ہوگیا اور وہی ہمارے باپ کو سب سے زیادہ پیارا تہا اوس کا ایک حقیقی بہائی اور ہے جسکو
ہمارے باپ نے اپنی تسکین کے لئے روک لیا ہے پہر حضرت یوسف نے اپنے بہائیون کو تعظیم کے ساتھ
مہمان کیا جب اون کا سامان لیکر غلہ اون کو حوالہ کر دیا گیا اور وہ رخصت ہونے لگے تو اوسوقت
حضرت یوسف نے کہا کہ اب دوبارہ جو تم غلہ لینے کے لئے آؤ تو اپنے اوس چہوٹے بہائی کو ضرور

ساتھ لائیو جسکو تمہارے باپ نے روک لیا ہے تاکہ ہمکو یہ معلوم ہو جاوے کہ تم سچ کہتے ہو یا جھوٹ کہتے ہو
تم نے دیکھا کہ میں مال کی پوری قیمت کی مطابق غلہ دیتا ہوں کسیطرح غلہ لینے والے کو نقصان نہیں دیتا
اور مہمانی بہت اچھی طرح کرتا ہوں پھر تمکو اوسکے ساتھ لانے میں کیا عذر ہوسکتا ہے پھر اون کو زیادہ
تاکید کے لئے یہہ بھی کہدیا کہ اگر تم لوگ اپنے چھوٹے بھائی کے آئے تو میں تمکو غلہ نہ دونگا اور نہ اپنے
سامنے دونگا۔ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ٥ اونہوں نے کہا
پھیرینگے ہم اوسکو روکنے کی تجویز سے اپنے باپ کو اور بیشک ہم یہہ کام کرینگے ف اونہوں نے
جواب دیا کہ جہاں تک ہم سے ہوسکیگا باپ کو سمجھاوینگے کہ اس کو مت روکو ہمارے ساتھ بہیجدو اور
اوس کے اس خیال سے کہ وہ بنیامین کو روکتا ہے اوسکو پھیرینگے اور یقین ہے کہ ہم اوسکی کوشش میں
کامیاب ہونگے۔ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَعْرِفُونَهَا إِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ٥ اور کہا (یوسف) نے
اپنے جوانوں سے کہ رکہدو اون کا مال اون کے شلیتوں میں تاکہ وہ اوسکو پہچان لیں جب اپنے گہر
واپس جاویں شاید وہ پھر آویں۔ ف حضرت یوسف نے اپنے آدمیوں کو یہ حکم دیا کہ جو مال اونکے
بھائیوں سے غلہ کے عوض لیا گیا ہے وہ مال بھی تمام اونکے شلیتوں میں اسطرح رکہدو کہ اون کو خبر نہ ہو
جب وہ اپنے گہر پہنچینگے اور دیکھینگے کہ ہمارا مال بھی واپس کردیا ہے تو اس طمع پر وہ دوبارہ غلہ
لینے کو ضرور آوینگے کہ غلہ بھی ملیگا اور مال بھی واپس ہوگا شاید حضرت یوسف کو یہہ بھی خیال ہو کہ شاید
اون کو پہر مال شاید میسر نہ آوے جسکا غلہ لینے آویں اسلئے وہی مال واپس کردیا علاوہ اسکے یہہ بھی اونہوں
نے مناسب نہ سمجہا کہ اپنے باپ کو اور بھائیوں سے غلہ کی قیمت لیں بڑی احتیاط تہا کہ شاید اس مال کو
وہ یہہ سمجہیں کہ کسی غلطی کے سبب سے واپس آگیا ہے پس دیانتداری سے تقاضیٰ ہوگا کہ اپنے سے ناجائز
سمجہکر واپس کرنے آویں۔ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا

الکیل فارسل معنا اخانا نکتل وانا لہ لحٰفظون ۝ ترجمہ جب وہ
پھر کر گئے اپنے باپ کے پاس تو دونوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ روکا گیا ہے پیمانہ اب بھیجئے ہمارے ساتھ
ہمارے بھائی کو تاکہ غلہ پیمانہ بھر کر لیں ہم اور ہم اوسکی حفاظت کرینگے ف جب حضرت یوسفؑ کے بھائی
اپنے گھر پہونچے تو اونھوں نے اپنا اسباب کھولنے سے پہلے عزیز مصر کی مدارات اور مہمانی اور فیاضی کی
حضرت یعقوبؑ سے بہت تعریف کی اور یہ کہا کہ ہماری بہت خاطر تواضع کی اور خاطر خواہ غلہ دیا وہ بڑا مہمان نواز
اور فیاض ہے یہ سنکر حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ اب جو تم دوبارہ غلہ لینے مصر کو جاؤ تو اوس سے کہیو کہ ہمارے باپ
یعقوبؑ نے تمکو سلام کہا ہے اور شکریہ ہمارے ساتھ جو احسان کیا اسکے عوض وہ تمکو دعائے خیر دیتا ہے
یہ سنکر حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے کہا کہ ہم کیسے جاوینگے اوس نے آیندہ کے لیے ہمارا غلہ دینا روک دیا اور
یہ کہدیا ہے کہ جب تک تم اپنے چھوٹے بھائی کو نہ لاؤ گے تمکو غلہ نہ ملیگا اب تو ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے
ساتھ بھیجئے تب غلہ ملیگا ورنہ نہ ملیگا اور بغیر اوسکے ہم نہ جاوینگے اور تو اوسکے بھیجنے میں کچھ وہم و وسواس نہ کر
ہم اوسکی محافظت کرینگے۔ قال ہل امنکم علیہ الا کما امنتکم علیٰ اخیہ
من قبل فاللہ خیر حٰفظا وھو ارحم الرٰحمین ۝ تو یعقوبؑ نے کہا
کہ کیا اعتبار کروں تمہارا میں اوسپر مگر جیسے کہ اعتبار کیا تھا میں نے تمہارا اس سے پہلے اوسکے بھائی پر
پھر اللہ بہتر ہے حفاظت کرنے کو اور وہ سب رحم کرنے والوں میں زیادہ رحیم ہے ف حضرت
یعقوبؑ نے جواب دیا کہ تمہاری حفاظت پر اعتبار کر کے ایسا ہی جیسے کہ اس سے پہلے یوسف کی محافظت میں
تمہارا اعتبار کیا تھا اوسوقت بھی تم نے اسی طرح یوسف کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا اور پھر تم نے دغا دی ایسے
اب بھی تمہارا اعتبار نہیں میں بنیامین کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں وہی حفاظت کے لیے بہتر ہے اور وہ
ارحم الراحمین ہے مجکو امید ہے کہ اب دوسری مصیبت کی مصیبت مجھپر نازل نکریگا اور بعض مفسرین کا قول ہے
کہ حضرت یعقوبؑ نے جو فاللہ خیر حافظا کہا یہ حضرت یوسفؑ کے لیے حفاظت کی دعا ہے یعنی جب وہ ہونگے

یہ کہا کہ بیٹا میں تمہارا اعتبار کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس سے پہلے یوسف پر تمہارا اعتبار کیا تھا میں یوسف کے ذکر کے ساتھ اونہوں نے یوسف کی حفاظت کی دعا مانگی کہ اللہ یوسف کی حفاظت کرے وہی بہتر ہے حفاظت کے لیے اور وہ ارحم الراحمین ہے پر جبکہ یوسف سے ملا دے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یوسف ابھی زندہ ہیں۔ وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ اور جب اونہوں نے اپنا اسباب کھولا تو پایا مال اپنا پھیر دیا گیا تھا اون کی طرف تو اونہوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ کیا چاہیں ہم یہ ہمارا اسباب ہے جو ہم پر واپس کیا گیا اور پھیر لاویں ہم (اور غلہ لاویں ہم) اپنے گھر والوں کے لیے اور حفاظت کریں گے ہم اپنے بھائی کی اور زیادہ لاوینگے ہم ایک اونٹ کا بوجھ یہ مقدار تھوڑی ہے۔ ف یعنی اون سب نے جب اپنے غلہ کے گٹھر پائیں کھولیں تو جو مال یوسف کے پاس غلہ کے عوض دینے کے لیے لیگئے تھے وہ [illegible] موجود پایا جب اونہوں نے حضرت یعقوب سے کہا کہ اے ہمارے باپ اس سے بڑھکر اور اسباب [illegible] کیا [illegible] خواہش کریں عزیز مصر کا کرم یہاں تک ہے کہ یہ ہمارا اسباب بھی ہمکو واپس کر دیا اب ہم پھر جاویں اور اپنے گھر والوں کے لیے اور غلہ لاویں اور اپنے بھائی کو بھی ساتھ لیجاویں اور [illegible] اسکے ساتھ لیجانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ ایک بار شتر اس کے حصہ کا زیادہ مل جاوے گا اور یہ غلہ جو ہم لائے ہیں تھوڑی مقدار ہے جلد ختم ہو جاوے گا اس لیے دوبارہ جانے کی سخت ضرورت ہے۔ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ (یعقوب نے) کہا میں اوسکو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ دو تم مجھکو قول و عہد خدا کا

طرف سے کہ پہر لاؤ گے تم اوس کو میرے پاس مگر یہ کہ گرفتار کئے جاؤ تم جب اونہون نے اپنا قول دیا
تو یعقوب نے کہا کہ اللہ ہماری باتون پر خبردار ہے ف حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ مین بنیامین کو
اوسوقت تک تمہارے ساتھ نہ کرونگا جب تک تم مجھکو اوس کے واپس لانے کا ایسا قول نہ دو جو
اللہ کی طرف سے ہو یعنی ایسا حلف شرعی ہو جو تاکید قول کیلئے اللہ کی طرف سے مقرر ہوا ہے اور جسکے توڑنے مین
اللہ ناراض ہوتا ہو لیکن اگر تم قید ہو جاؤ اور مجبور ہو جاؤ تو تم معذور ہو تم سے عہد فقط اتنا لیا جاتا ہے کہ تم اوسکی
حفاظت مین کمی مت کیجیو اور صحیح سلامت اوس کے واپس لانے کی کوشش کیجیو لیکن اگر کوئی ایسا حادثہ
پیدا ہو جاوے جو تمہارے اختیار سے باہر ہو اوسمین تم پر کچھ الزام نہوگا چنانچہ اون سب نے اللہ کی قسم کھائی
کہ ہم بنیامین کی حتی الامکان حفاظت کرینگے تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ ہم جو اسوقت باتین کر رہے ہین
یا میرا تم سے عہد طلب کرنا اور تمہارا قسم کھانا ان سب باتون پر اللہ خبردار ہے اگر تم اپنی قسم کو پورا نکروگے
اور بنیامین کی حفاظت مین کمی کروگے تو اللہ بیشک تم پر عتاب کریگا۔ اگرچہ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ کے
معاملے مین اپنے بیٹون سے دغا پاچکے تھے باین ہمہ اب بنیامین کو اون کے ساتھ بھیجنے پر راضی ہوگئے
اسکی وجہ یہ تھی کہ اون کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یوسفؑ سے دغا کرنے کے بعد یہ سب نہایت نادم اور پشیمان
ہین اور اب اون کو خوف الہی پیدا ہوگیا ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جو حسد اون کو یوسف سے تھا وہ
بنیامین سے نہین باینہمہ قحط کی سختی نے غلہ لانے پر مجبور کیا تھا اور یہ معلوم ہوگیا تھا کہ عزیز مصر نے یہ کہہ دیا
ہے کہ اگر وہ اپنے چھوٹے بھائی کو نہ لیجاوینگے تو غلہ نہ ملے گا۔ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا
مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ
عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ
وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ اور (یعقوب نے کہا) اسکے
میرے بیٹو مت داخل ہوجیو تم ایک دروازہ سے اور داخل ہوجیو تم جدا جدا دروازون سے اور نہین

دفع نہیں کرسکتا تقدیر الٰہی ذرا بھی نہیں ہے حکومت مگر اللہ کے لئے اوسی پر توکل کیا میں نے اور چاہیے
کہ اوسی پر توکل کریں توکل کرنے والے **ف** جب حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو دوبارہ مصر کی
طرف رخصت کیا اور بنیامین کو بھی اون کے ساتھ کردیا تو چلتے وقت اونکو یہ وصیت کی کہ جب تم مصر کے
پاس پہونچو تو شہر کے اندر سب ملکر ایک دروازہ میں سے داخل نہ ہو جیو بلکہ متفرق ہوکر جدا جدا دروازوں
میں سے داخل ہو جیو۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اوسوقت مصر کے چار دروازے تھے۔ ابن کثیرؒ نے
لکھا ہے کہ ابن عباسؓ اور محمد بن کعبؒ اور مجاہدؒ اور ضحاکؒ اور قتادہؒ اور سدیؒ وغیرہ کا یہ قول ہے کہ
جدا جدا دروازوں سے داخل ہونے کا حکم حضرت یعقوبؑ نے اسوجہ سے کیا تھا کہ کہیں اس جماعت کو
نظر نہ لگے اوسکی وجہ یہ تھی کہ یہ سب لوگ بڑی شان شوکت کے جوان تھے اور پہلی مرتبہ جو مصر میں گئے تھے
تو وہاں کے سب لوگ ان سے واقف ہوگئے تھے اور عزیز مصر نے جو ان کی مہمانداری کی تھی اس سے
ان کی شہرت بہت ہوگئی تھی اور یہ بھی سب کو معلوم ہوگیا تھا کہ یہ سب بھائی ہیں اس لئے اگر یہ جماعت اکٹھی
شہر میں داخل ہوتی تو یہ خوف تھا کہ لوگ جب اس گروہ کو اس وجاہت کے ساتھ دیکھینگے اور یہ سنینگے
کہ ایک باپ کے اتنے بیٹے ایسے وجیہ اور خوبصورت جوان ہیں تو کیا عجب ہے کہ نظر بد اثر کرے اس لئے
حضرت یعقوبؑ نے اون کو یہ حکم کیا کہ تم اپنے گروہ کو متفرق کرلیجیو یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ نظر بد کی اصل احادیث
صحیحہ سے ثابت ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام سے اوس کی تدبیر کی ہے
اور یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی چیز ایسی قدرت کی ہوسکے کہ وہ تقدیر الٰہی پر غالب ہوسکے تو وہ نظر بد ہوگی حاصل
اس کا فقط اسی قدر ہے کہ نظر بد کا اثر بڑا غالب ہوتا ہے اور نظر نہ لگنے کی دعائیں بھی احادیث میں
وارد ہیں اور تجربہ اور مشاہدہ سے بھی نظر بد کا اثر محسوس ہوا ہے متکلمین نے لکھا ہے کہ جس شخص کی نظر
لگتی ہو اوسکی نگاہوں میں کچھ ایسا زہریلا اثر پیدا ہوتا ہے جو اوس شخص میں اثر کرتا ہے جس پر نظر لگی ہو
حضرت یعقوبؑ نے اگرچہ نظر بد کے خوف سے اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی کہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہو

مگر اوسکے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ جو حادثہ اللہ کی طرف سے آنے والا ہو اوسکو مین تمسے دفع نہین کرسکتا اور نفع
نقصان پہونچانے کا اختیار اللہ کے سوا کسیکو نہین اوسی پر مین توکل کرتا ہون اور اوسی پر سب کو توکل کرنا چاہئے
اس قول کا حاصل یہ ہوا کہ یہ تدبیر جو مین نے نظر بد سے بچنے کی بتائی یہ اللہ کے حکم کو ٹال نہین سکتی مگر انسان کو
یہ حکم ہے کہ حتی الامکان آفتون سے بچنے کی کوشش کرے مثلاً انسان قصداً زہر نہین کہاتا اور آگ مین نہین
داخل ہوجاتا اور شرعی حکم بہی ان چیزون سے بچنے کا ہے حالانکہ یہ یقینی بات ہے کہ موت وحیات اور نقصان
اللہ کے اختیار مین ہے انسان کو اپنی تدبیر کرنا چاہیے لیکن اوسپر بہروسا کرنا نہ چاہئے اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ
یہ ظاہری تدبیر فقط حیلہ ہے یہ تدبیر کسی آفت سے نہین بچاتی بلکہ اللہ بچاتا ہے اور تقدیری بلا کسی تدبیر سے
نہین ٹل سکتی پس تدبیر بھی درحقیقت ایک صورت دعا کی ہے جسکا قبول کرنا اللہ کے اختیار مین ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ۚ وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور جب داخل ہوئے اوسطرح ع
جیسے اون کے باپ نے اونہین حکم کیا تہا نہ تہا یہ امر کہ دفع کرتا اون سے تقدیر الٰہی کچھ بھی مگر ایک خطرہ تہا
یعقوب کے دل مین اوسکو پورا کر لیا اور بیشک وہ علم والا تہا اس لیئے کہ ہم نے اوسکو علم دیا تہا
اور لیکن اکثر آدمی نہین جانتے ف یعنی جب وہ اپنے باپ کے حکم کی مطابق متفرق دروازون سے
داخل ہوے تو یہ امر ایسا نہ تہا کہ قضائے الٰہی کو ٹال سکتا یعنی اگر تقدیر الٰہی مین یہ مقرر ہوتا کہ اون کو نظر کا
اثر پہونچے تو اس صورت مین بہی بچ نہین سکتا تہا مگر یعقوب نے جو یہ حکم کیا تہا یہ بمقتضائے بشریت
اون کے دل مین ایک خطرہ تہا جو اوس نے پورا کر لیا یا اس لئیے یعقوب نے خود ظاہر کر دیا تہا
کہ مین قضائے الٰہی کو تم سے دفع نہین کرسکتا یعقوب نے یہ اسوجہ سے کہا تہا کہ ہم نے اوسکو علم دیا تہا
اور وہ جانتا تہا کہ یہ تدبیر قضائے الٰہی کی دافع نہین بلکہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے لیکن

اکثر آدمی نہین جانتے اور وہ یہی سمجہتے ہین کہ اون کی تدبیرین اون کی بلائین ٹالدیتی ہین پس وہ اللہ پر توکل نہین کرتے بلکہ اپنی تدبیرون پر اعتماد کرتے ہین۔ وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور جب وہ یوسف کے پاس گئے ٹہیرایا یوسف نے اپنے بہائی کو اپنے پاس کہا کہ بیشک مین تیرا بہائی ہون اب تو اون کامون پر رنج مت کر جو وہ کرتے تہے ف جب سب بہائی یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے سب کی مدارات اور مہمانی بہت اچہی طرح کی مگر اپنے بہائی بنیامین کو اپنے پاس ٹہیرایا اور یہ کہدیا کہ مین تیرا بہائی یوسف ہون تو اس راز کو مخفی رکہیو اون پر ظاہر مت کیجیو اور تو اب اون باتون پر رنج مت کر جو یہ لوگ ہم دونو کے ساتھ حسد کرتے تہے درحقیقت حضرت یوسف کا دل اپنے بہائیون کی طرف سے صاف ہوگیا تہا اور جو ظلم اونہون نے کیا تہا اوسکو حضرت یوسف نے معاف کردیا تہا اسلیئے اونہون نے اپنے بہائی سے بہی کہا کہ تو بہی اون کی طرف سے اپنا دل صاف کرلے۔

بعض مفسرین نے یہ بہی لکہا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے دو دو بہائیون کو ایک ایک جگہ ٹہیرایا گر بنیامین اکیلے رہگئے اس لیئے اون کو اپنے پاس لیلیا۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝ پہر جب درست کیا اون کے لیئے سامان اون کا تو رکہدیا آبخورہ اپنے بہائی کی گٹہری مین پہر آواز دی کسی پکارنے والے نے کہ اے قافلہ والو کیا تم چور ہو ف یعنی جب یوسف نے اپنے بہائیون کے لیئے غلہ جدا کیا اور اون کی رخصت کا سامان کیا تو اپنے بہائی بنیامین کے سامان مین چہپا کر ایک برتن رکہدیا جسمین حضرت یوسف پانی بہی پیتے تہے اور غلہ ناپنے کا پیمانہ بہی وہی تہا۔ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ چاندی کا تہا اور بعض کا قول یہ ہے کہ سونے کا تہا یہ برتن اسطرح رکہا گیا کہ کسی کو اوس کے رکہنے کی خبر نہوئی شاید اس برتن کے رکہنے سے حضرت یوسف کی

غرض یہ ہوگی کہ جب وہ اس برتن کو دیکھیں گے تو اوس کے واپس کرنے کے لئے پہر آوینگے جب وہ سب
رخصت ہوگئے اور حضرت یوسف کے خادموں نے اوس ظرف کو نپایا تو اونہوں نے گمان کیا کہ شاید یہ
قافلے والے اوسکو لیگئے اس لئے کہ وہی وہاں ٹہیرے ہوئے تھے جہاں وہ برتن تہا تب ایک شخص
اون میں سے پکارتا ہوا گیا کہ اے اہل قافلہ تم چور ہو یہ پوچھنا بطور استفہام کے تہا اور حرف استفہام یہاں
سے محذوف ہے یعنی کیا تم چور ہو - قرآن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اوس پکارنے والے نے حضرت یوسف
کے حکم سے یہ آواز دی تھی اور ظاہر یہی ہے کہ خادموں نے اپنی طرف سے قافلہ کو روکا حضرت یوسف ؑ کو
اوسوقت اس کی خبر تھی - قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝ کہا
اونہوں نے اون کی طرف منہ کرکے کیا چیز ہے جو تم ڈہونڈتے ہو ف یعنی حضرت یوسف ؑ کے
بہائیوں نے جب یہ آواز سنی تو وہ ان پکارنے والوں کی طرف منہ کرکے کہڑے ہوگئے اور اون سے پوچھا کہ
تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے - قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ
حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝ اونہوں نے کہا کہ ہم بادشاہ کا پیالہ ڈہونڈتے ہیں
اور جو کوئی اوسکو لاوے اوسکو بار شتر ملیگا اور میں اس کا ضامن ہوں ف پکارنے والوں
نے یوسف کے بہائیوں کو یہ جواب دیا کہ ہم بادشاہ کا پیالہ ڈہونڈتے ہیں اور جو کوئی اوسکو ڈہونڈکر لاوے
اوسکو غلہ لدا ہوا ایک بار شتر کے انعام ملیگا اور میں اس کا ضامن ہوں پکارنے والا اگرچہ ایک شخص تہا
مگر اوس کے ساتھ بہت لوگ تھے اسی وجہ سے (قالوا) جمع کا صیغہ مذکور ہوا اور ضامن بار شتر کا وہی
ایک شخص پکارنے والا تہا اور اوسی نے کہا کہ میں اس انعام کا ضامن ہوں چونکہ وہ برتن پانی پینے کا
بہی تہا اور غلہ بہی اوسی سے ناپا جاتا تہا اسی لئے پہلے اوسکو سقایہ کہا تہا اب اوسی کو صواع یعنی
پیمانہ کہا گیا - قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ
وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ۝ اونہوں نے کہا بیشک تم جانتے ہو کہ ہم ملک میں فساد کرنے کے لئے

نہین آئے اور ہم چور نہین ف حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیون نے یہ جواب دیا کہ تم جانتے ہو
کہ ہم اس ملک مین فساد کرنے کے لئے نہین آئے تھے اور ہمارا شیوہ چوری کرنے کا نہین ہم ہرگز چور
نہین ہین یہ جواب انہون نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہم مفسد نہین اس سے مراد یہ ہے کہ تمنے دیکھا ہوگا کہ جب سے
ہم یہان آئے ہین کوئی فساد نہین کیا اور ہمارا چال چلن بہت اچھا رہا بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ
جب تک وہ مصر مین رہتے تھے اپنے اونٹون کو جب چھوڑتے تھے تو اونکا منہ باندھ دیتے تھے کہ
کسیکی کھیتی کو نقصان نہ پہونچاوین یہی بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اونکا مال جو حضرت یوسف نے
واپس کردیا تھا کہ اونکو خبر نہوئی تھی اوسکو بھی وہ واپس کرنیکے لئے لائے تھے اور [illegible] عبادت مین
مشغول رہتے تھے اور یہ سب باتین اس امر کی دلیل تھین کہ وہ نہایت نیک طینت تھے اور چوری کرنا
اون سے بہت بعید تھا اسی لئے اونہون نے کہا کہ تمکو ہمارا احوال معلوم ہے کہ ہم مفسد نہین قَالُوا
فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ۝ اونہون نے کہا پھر اوسکی کیا سزا ہے اگر
اگر تم جھوٹے نکلے ف روکنے والون نے حضرت یوسف کے بھائیون سے کہا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ
ہم چور نہین اگر اس قول مین تم جھوٹے نکلے اور یہ گمشدہ آبخورہ جسکو ہم ڈھونڈتے ہین تم مین سے کسی کے
پاس سے نکلا تو اسکی کیا سزا ہوگی قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ
فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝ اونہون نے کہا کہ سزا
اس کام کی یہ ہے کہ جس شخص کے اوسکے سامان مین وہ مال پایا جاوے وہی اوسکا بدلا ہے
اسی طرح ہم ظالمون کو سزا دیتے ہین ف حضرت یوسف کے بھائیون نے کہا کہ اس
چوری کی سزا یہ ہے کہ جس شخص کے سامان مین سے مال مسروقہ نکلے وہی شخص اوسکے بدلے
غلام بنایا جاوے ہم اسی طرح ظالمون کو سزا دیتے ہین یعنی ہمارے دین مین چورون کے لئے
یہی سزا مقرر ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت مین چور کی سزا

یہی تھی کہ چور اوس شخص کا غلام بنایا جاتا تھا جسکا مال چُراتا تھا فَبَدَأَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ
پھر ابتدا کی یوسف نے اونکے سامانون کے ساتھ اپنے بہائی کے سامان سے پہلے پھر نکالا اوسکو
اپنے بہائی کے سامان سے ف جب یہ بات قرار پاچکی کہ جسکے سامان مین سے وہ آبخورہ نکلے
وہی غلام بنایا جاوے تب یہ معاملہ حضرت یوسف کے سامنے پیش ہوا اور چونکہ وہ جانتے تہے کہ وہ
آبخورہ اون کے بہائی بنیامین کے سامان مین ہے اسکو اونہون نے مخفی رکہا البتہ بنیامین کے سوا
اپنے سب بہائیون کو چوری کے الزام سے اسطرح بری کردیا کہ اونمین سے ایک ایک کا اسباب
دیکہا جب اونمین کچہ نہ نکلا تو وہ الزام سے بری ہوگئے سب کے آخر بنیامین کے اسباب مین سے وہ آبخورہ
نکال لیا اور اس تدبیر کو اونہون نے اپنے بہائی کے روک لینے کے بہت غنیمت سمجہا یہ ایک ایسی تدبیر تھی کہ
بغیر اونکے قصد کے اونکے لیے مہیا ہوگئی اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ حضرت یوسف نے اپنے بہائی بنیامین پر ناحق
چوری کا الزام کیون باقی رکہا حالانکہ وہ بیگناہ تہا تو اوسکا جواب یہ ہے کہ بنیامین اس تدبیر پر راضی
ہوگئے تہے اور وہ حضرت یوسف کے رازدار تہے اور اونکے پاس رہنے پر راضی تہے كَذٰلِكَ
كِدْنَا لِيُوْسُفَ ہم نے اسطرح تدبیر بتادی یعنی یوسف کے لیے ف اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے
جو اپنی مشیت سے اس معاملہ کی صورت بنادی اسطرح یوسف کے لئے اور اسکے مقصود کی پیدا ہو
جسکا یوسف کو پہلے سے خیال ہی نہ تہا مَا كَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ط نہین لے سکتا تہا یوسف اپنے بہائی کو بادشاہ کے قانون مین
مگر یہ کہ اللہ چاہے ف مصر کے بادشاہ کا قانون یہ تہا کہ چور کے کوڑے مارے جاوین اور جسقدر قیمت کا
مال اوسنے چرایا ہے اوس سے دو چند قیمت اوس سے لیجائے پس بادشاہ کے اس قاعدے کی
وجہ سے یوسف اپنے بہائی کو نہین لے سکتے تہے مگر اوسی صورت مین لے سکتے تہے جب اللہ اوسکی کوئی

تدبیر پیدا کر دے چنانچہ حضرت یوسف کے لئے اللہ نے یہ تدبیر پیدا کر دی کہ یوسف کے بھائیوں نے
پہلے سے غلام بنانے کی سزا کو قبول کر لیا تھا۔ اس آیت سے علماء نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص
اپنی غرض جائز کو حاصل کرنے کے لئے ایسی تدبیر کرے کہ بظاہر صورت اوسکی حیلہ کی ہو لیکن حقیقت میں
شریعت کے مخالف نہ ہو تو جائز ہے نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۚ وَفَوْقَ
كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ بڑھاتے ہیں ہم درجات جنکو چاہتے ہیں اور ہر علم والے کے
اوپر ایک علم والا ہے ف یعنی ہم اپنے فضل سے جسکا چاہتے ہیں مرتبہ بڑھا دیتے ہیں چنانچہ ہم نے یوسف کو
بہت بڑا مرتبہ دیا تھا جسکے ذریعہ سے اونہوں نے اپنی بھائی کے روک لینے کا بہت عمدہ حیلہ سوچ لیا کہ جب وہ
حسب اتفاق بغیر قصد حضرت یوسف کے چوری کے الزام میں متہم ہو گیا تو حضرت یوسف نے اپنے دس
بھائیوں کی برات اس جرم سے ثابت کر دی اور اپنے بھائی بنیامین کو اوس بہانہ سے اوسکی برات تک مخفی رکھا
اور اس تدبیر سے اوسکو روک لیا یہ اونکے علم اور عقل کا نتیجہ تھا پھر اللہ فرماتا ہے کہ ہر علم والے پر ایک علم والا
ہوتا ہے یعنی مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جس سے بڑھکر دوسرا عالم نہ ہو بلکہ ہر علم والے پر کوئی دوسرا علم میں
غالب ہوتا ہے پس یوسف کے بھائی اگرچہ علم والے تھے لیکن یوسف کا علم اون سے بھی بڑھکر تھا اس آیت میں
علم سے مراد عمدہ تدبیروں کے سوچ لینے کی قوت ہے جو علم کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اسی قوت کی وجہ سے
اللہ نے حضرت یوسف کی مدح کی ہے اور چونکہ یہ قوت آدمی کو علم سے حاصل ہوتی ہے اس لئے یہ بھی ثابت
ہو گیا کہ علم نہایت شریف چیز ہے قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ
مِنْ قَبْلُ ۚ اونہوں نے کہا کہ اگر اسنے چوری کی تو اسکے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی
ف جب حضرت یوسف کے بھائیوں نے دیکھا کہ وہ آبخورہ جو گم گیا تھا بنیامین کے سامان میں سے نکلا تو
وہ نہایت نادم ہوئے اور اوس وقت اون سے کوئی بات بن نہ پڑی تب اونہوں نے مجبور ہو کر کہا کہ ہم لوگ
چور نہیں ہیں یہ بھائی ہمارا جو دوسری ماں سے ہے بھی چور ہے اور اس سے چوری کرنا تعجب نہیں کیونکہ اسکے

حقیقی بہائی نے بہی اس سے پہلے چوری کی تہی اس سے مراد اونکی حضرت یوسفؑ تہی یعنی اس بنیامین کا بہائی جو یوسفؑ تہا اوسنے بہی اس سے پہلے چوری کی تہی پس حاصل اونکی تقریر کا یہ ہوا کہ اسمین یہ عیب ماں کی طرف سے آیا ہے ورنہ ہماری نسل مین عیب نہ تہا اب مفسرین کا اختلاف ہے کہ اونہون نے حضرت یوسفؑ پر جو چوری لگائی اسکی نسبت تفسیرون مین مختلف روایتین لکہین ہین ایک روایت یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کا نانا کافر بت پرست تہا اور حضرت یوسفؑ کی ما جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی بی بی تہین مسلمان تہین اور اپنے باپ کی بت پرستی سے سخت بیزار تہین اسلئے اونہون نے حضرت یوسفؑ کو جب وہ بہت چہوٹے بچے تہے یہ سکہایا کہ اپنے نانا کا بت چرا لاؤ اور اوسکو توڑ ڈال حضرت یوسفؑ نے یہی کیا اسی چوری کا حضرت یوسفؑ پر بہائیون نے الزام لگایا دوسری روایت یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے دسترخوان پر سے کچہ روٹیان چہپا کر لیلیتے تہے اور فقیرون کو دیدیتے تہے ایک قول یہ بہی ہے کہ اونہون نے اپنے گہر مین سے ایک بکری کا بچہ یا مرغ بغیر اجازت اپنے باپ کے کسی فقیر کو دیدیا تہا یہی الزام اونپر چوری کا تہا تیسری روایت یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کی پہوپی جو حضرت اسحق علیہ السلام کی بیٹی تہین اونکے پاس حضرت ابراہیمؑ کا کمر سے باندہنے کا پٹکا تہا جو اونکو میراث مین ملا تہا اونہون نے حضرت یوسفؑ کو بچپن مین پرورش کیا اور اپنے پاس رکہا اور وہ حضرت یوسفؑ پر ایسی عاشق تہین کہ کسی طرح اونکا جدا کرنا نہین چاہتی تہین جب حضرت یوسفؑ کسیقدر بڑے ہوگئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونکو اپنے پاس لے آنیکا قصد کیا یہ بات اونکی بہن کو ناگوار تہی جب حضرت یعقوبؑ کا بہت اصرار ہوا تو مجبور ہوکر اونہون نے یہ تدبیر کی کہ حضرت ابراہیم کا پٹکا جو اونکے پاس تہا وہ کپڑون کے نیچے حضرت یوسفؑ کی کمر مین اسطرح باندہ دیا کہ حضرت یوسفؑ کو بہی خبر نہوئی پہر مشہور کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کا پٹکا کہو گیا ہے دیکہو کسکے پاس ہے آخر کو وہ پٹکا حضرت یوسفؑ کی کمر مین نکلا پس مطابق حکم شریعت ابراہیمی کے حضرت یوسفؑ کو اونہون نے اپنے پاس روک لیا اسلئے کہ چوری کی سزا اونکی شریعت مین یہی تہی کہ جسکا مال چرایا ہے اوسکا غلام ہوجائے یہ جتنی روایتین ہین انمین کسی صحیح رشتہ مین

درحقیقت چوری نہین ہے مگر غصہ کی حالت مین حضرت یوسف کے بھائیون نے اسکو بھی چوری بتا دیا
لیکن محققین کے نزدیک یہ روایتین صحیح نہین ہین شاید یہ روایتین یہود و نصاری کی کتابون سے
آگئی ہین فتح البیان مین لکھا ہے کہ قرطبی نے اپنی تفسیر مین یہ نقل کیا ہے کہ درحقیقت حضرت یوسف کے
بھائیون نے بالکل جھوٹ بولا جو حضرت یوسفؑ پر چوری کی تہمت لگائی اور ابن منیر نے تحریر مین لکھا ہے
کہ حضرت یوسفؑ کی چوری کی تفسیر مین جتنی روایتین ہین یہ سب بنائی ہوئی ہین خاندان نبوت کی طرف ایسی
باتون کی نسبت جائز نہین اور ان روایتون کو ترک کرنا واجب ہے مکی کا قول یہی ہے بعض علما نے
اس آیت کی تفسیر یون کی ہے کہ اخ سے مراد حضرت یوسفؑ نہین بلکہ بنی آدم آپس مین بھائی ہین اسلئے حضرت
یوسفؑ کے بھائیون نے یہ کہا کہ اگر بنیامین نے چوری کی تو تعجب نہین اسلئے کہ یہ بشر ہے اس سے پہلے
اور بنی آدم نے بھی چوری کی ہے لیکن آیت آیندہ کی مناسبت یہی ظاہر کرتی ہے کہ انہون نے حضرت
یوسفؑ پر چوری کی تہمت لگائی تھی فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا
لَهُمْ قَالَ أَنْتُمْ شَرٌّ مَكَانًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ تو چھپایا اوسکو
یوسفؑ نے اپنے دل مین اور نہین ظاہر کیا اونپر کہا تم بدتر حالت مین ہو اور اللہ خوب جاننے والا ہے
اوسکا جو تم بیان کرتے ہو ف یعنی جب حضرت یوسفؑ کے بھائیون نے اونپر چوری کی تہمت لگائی تو
حضرت یوسفؑ نے اونسے تو ظاہر مین کچھ نہ کہا مگر پوشیدہ طور پر اپنے دل مین یہ کہا کہ تم جو مجھپر چوری کی
تہمت کرتے ہو اس وجہ سے تم بری حالت مین ہو اور اللہ خوب جانتا ہے کہ تم جو کہتے ہو وہ صحیح نہین
قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ
إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۵ اونہون نے کہا کہ اے عزیز بیشک اوسکا باپ بڈھا
کہن سال ہے اسلئے تو اوسکی جگہ ہم مین سے ایک کو لیلے ہم دیکھتے ہین تجکو احسان کرنیوالون مین سے
ف جب یوسفؑ کے بھائیون نے دیکھا کہ بنیامین روکا گیا تب اونکو یہ خیال ہوا کہ اب حضرت یعقوب کو

کیا ہو نہ دکہائین گے اسلیئے اونہون نے حضرت یوسف کی خوشامد شروع کی اور نہایت عاجزی سے یہ کہا کہ
اسکا باپ بہت بوڑہا ہے اور اوسکو زیادہ محبت اسی بیٹے سے ہے اور پہلے بیٹے کا جو داغ اوٹہا چکا ہے
اوس رنج کی تسلی یہی اوسکو اسی کی وجہ سے ہوتی ہے اسلیئے تو ہم مین سے کسی ایک کو اسکی عوض قید
کر لے اور اسکو چہوڑ دے ہم دیکہتے ہین کہ تو رحم دل ہے اور احسان کرنیوالا ہے اسلیئے ہم یہی چاہتے ہین
ورنہ اسکے باپ کو یہ صدمہ بہت سخت ہوگا قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ ع
وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝ یوسف نے کہا اللہ کی پناہ
اس سے کہ ہم کسی کو پکڑین مگر اوسکو جسکے پاس ہم اپنا اسباب پاوین ہم اوس وقت بیشک ظالمون سے
ہو جاوین گے ف حضرت یوسف نے کہا کہ تم سے یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ جسکے پاس سے ہمارا
مال نکلے ہم اوسی کو پکڑین گے پس اللہ ہمکو بچاوے ایسے فعل سے کہ ہم اس عہد کی مخالفت کرین
اور جسکے پاس ہمارا مال نکلا ہے اوسکے سوا کسی دوسرے شخص کو پکڑین شاید حضرت یوسف کے پاس
بذریعہ وحی الٰہی کے یہ حکم آیا ہوگا کہ وہ بنیامین کو روک لین جانے نہ دین اسی وجہ سے حضرت یوسف
نے اپنے بہائیون کی درخواست قبول نہ کی قطع نظر اسکے بنیامین اونکے پاس رہنے پر راضی تہے اسلیئے
اونکا روکنا ظلم نہ تہا لیکن اونکی جگہ دوسرے کا روکنا ظلم تہا اور چونکہ حضرت یوسف یہ قصد کر چکے تہے کہ
اب بہت جلد حضرت یعقوب کو مصر مین بلاوین گے اسلیئے وہ یہ بہی جانتے تہے کہ حضرت یعقوب کو بنیامین کی
مفارقت کا صدمہ بہت تہوڑے دن رہیگا اور اوسکا نتیجہ بہت اچہا مرتب ہوگا اسلیئے کہ سب ایک جگہ
فارغ البالی کے ساتہ جمع ہو جائین گے اور اسمین شک نہین کہ بنیامین کے روکنے کی وجہ سے بڑا قلق اور
اضطراب حضرت یعقوب اور اونکے باقی دس بیٹون کو پیدا ہوا اور یہی اون سب کے جمع ہونیکا سامان بنگیا
فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ط جب وہ مایوس ہو گئے اوس سے تو جدا ہو کر
مشورہ کرنے لگے ف یعنی اول تو اونہون نے حضرت یوسف کو قسم دلانے کی باتین کین اور جب

حضرت یوسف نے بنیامین کا چھوڑنا کسیطرح قبول نہ کیا تو انہون نے غیرون سے جدا ہو کر خلوت مین
مشورہ کیا کہ اب کیا کرین اور حضرت یعقوب سے جو عہد واثق کیا تہا کہ بنیامین کو پہیر والپس لاوینگے
اسکا کیا جواب ہوگا قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم
مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ
الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ
الْحَاكِمِينَ ۝ انمین جو بڑا تہا اوسنے کہا کہ کیا تم نہین جانتے کہ بیشک تمہارے باپ نے
تم پر اللہ کا مضبوط عہد باندہا ہے اور اس سے پہلے قصور کیا ہے تم نے یوسف کے معاملہ مین
پس نہ نکلونگا مین اس سرزمین سے یہانتک کہ اجازت دے مجکو میرا باپ یا حکم کرے اللہ میرے لیے
اور وہ بہتر ہے حاکمون مین ف جب اون سب نے مشورہ شروع کیا تو جو انمین بڑا تہا یعنی عقل
جو عمر مین بڑا تہا یہ وہی شخص ہے جسنے حضرت یوسف پر ظلم کرتے وقت مشورہ دیا تہا کہ اونکو قتل
نہ کرو کوئین مین ڈالدو اور بعض کا قول ہے کہ لفظ کبیر سے عمر مین بڑا مراد نہین بلکہ عقل مین بڑا
مراد ہے اور وہ یہودا تہا اور بعض نے کہا ہے کہ لفظ کبیر سے سردار مراد ہے اور سردار اون سب کا
شمعون تہا واللہ اعلم بہرحال جو اونمین بڑا تہا اوسنے اپنے بہائیون سے مخاطب ہوکر کہا کہ کیا تم نہین
جانتے کہ باپ نے بنیامین کے بارہ مین اللہ کی پکی قسم لی ہے اب تم بتاؤ کہ اوسکو کیا جواب
دوگے حالانکہ اس سے پہلے یوسف کو جو تم نے اپنے باپ سے جدا کیا تہا وہ داغ بہی ابہی اونکے دل پر
موجود ہے ابہی اوسیطرح بنیامین کو ساتھ لیجانے نہ دیتے تھے اگر اوسکو ساتھ نہ لیگئے تو حضرت یعقوب کو یقین
ہوجائیگا کہ جسطرح یوسف کو اونسے مجسے جدا کیا اسیطرح بنیامین کو بھی جدا کیا ہے لہذا مین سب مین
بڑا ہون اور زیادہ سوا فساد اس معاملہ کا مجہپر ہوگا اسلئے مین اس سرزمین سے اوس وقت تک جدا نہونگا
جبتک کہ میرا باپ مجکو نہ بلاوے یا مین سلطنت کے اللہ کوئی حکم نہ کردے یعنی بنیامین کی خلاصی کی تدبیر

اور وہ ہے اللہ سب حاکمون مین بہتر ہے یعنی وہ حق کی مطابق حکم کرتا ہے اس کہنے سے اللہ کی
انتہا مقصود تھی کہ وہ اپنے فضل سے اس مشکل کو حل کر دے ارْجِعُوا إِلَىٰ أَبِيكُمْ
فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ج وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا
كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ ٥ تم اپنے باپ کے پاس واپس جاؤ اور اوس سے کہو کہ اے ہمارے
باپ بیشک تیرے بیٹے نے چوری کی اور نہین اقرار کیا تھا ہمنے مگر اوسکا جو ہم جانتے تھے اور نہ تھے ہم
غیب کے حافظ ف یعنی اون کے بڑے نے اپنے بھائیون سے یہ کہا کہ مین تو مصر سے اوسی وقت
نکلونگا کہ یا تو میرا باپ بلاوے یا اللہ کوئی ایسا امر ظاہر کر دے جس سے بنیامین کی خلاصی ہو جاوے
مگر تم سب وطن کو جاؤ اور باپ سے یہ تمام قصہ بیان کرو کہ ہم مجبور ہین کہ تیرے بیٹے نے چوری کی اور ہم
جو تجھسے یہ عہد لیا تھا یہ اوسی اعتماد پر تھا کہ ہم جانتے تھے کہ بنیامین چوری نکریگا مگر ہمکو غیب کی خبر نہ تھی
مراد یہ ہے کہ ہمنے جو معاہدہ کر لیا کہ جسکے پاس سے چوری کا مال نکلے وہی غلام بن جاوے اسکی وجہ
یہہ تھی کہ ہم یہی جانتے تھے کہ ہم مین کوئی چور نہین ہے اور ہم سب اس عیب سے پاک ہین مگر ہمکو
کیا خبر تھی کہ بنیامین نے چوری کی ہے ہم عالم الغیب نہ تھے وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا
وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ط وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ٥ اور تو پوچھ لے اوس بستی سے
جسمین ہم تھے اور اوس قافلے سے جسمین ہم آئے تھے اور ہم البتہ سچ کہنے والے ہین ف یعنی
اے باپ اگر تجکو ہمارا اعتبار نہو تو مصر والون سے تو اس قصہ کی تحقیق کر لے اور اوس قافلہ والون
پوچھ لے جس قافلہ مین ہم آئے تھے اون سب سے اس قصہ کی بہت اچھی طرح تحقیق ہو سکتی ہے اوس
قافلہ مین تمام ملک شام کے آدمی تھے اور کنعان کے قریب قریب جو بستیان تھین وہان کے لوگ بھی تھے
یہان تک تقریر اوس بھائی کی تھی جو سب مین بڑا تھا چنانچہ اوسکی راے کی بموجب نو بھائی کنعان کو
حضرت یعقوب کے پاس گئے اور تمام قصہ اونسے بیان کیا قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ

أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۝ کہا بلکہ بنادی ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے ایک بات پس صبر بہتر
ف حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس قصہ کو سنکر کہا کہ اس امر کی اصل نہیں ہے بلکہ تمہارے نفس کی بناوٹ
حضرت یوسف کی خبر سنکر بھی حضرت یعقوب نے یہی کہا تھا اس قصہ کی حقیقت ... اس وجہ سے تکذیب
کی تھی کہ انکو یقین تھا کہ بنیامین ہرگز چوری نہ کریگا ... حضرت یعقوب ... صبر بہتر ہے [illegible]
اس صدمہ میں انہوں نے صبر کر کے اللہ کی طرف رجوع کیا عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ
جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ قریب ہے کہ اللہ لاویگا میرے پاس ان سب کو
بیشک وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے ف چونکہ حضرت یعقوب کا صدمہ بہت بڑھ گیا مدت سے حضرت یوسف کے
صدمہ میں مبتلا تھے اور اب دو بیٹے اور جدا ہو گئے یعنی بنیامین کو مصر میں روک لیا گیا اور روبیل جو بڑا بیٹا تھا
وہ بھی مصر میں رہ گیا [illegible]
صدمہ سے مجکو ضرور نجات دیگا اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ ہر سختی کے بعد آسانی ہوتی ہے اور جب انکی سختی
بہت بڑھ گئی تو آسانی کی امید قریب ہو گئی اسی لئے انہوں نے یہ کہا کہ قریب ہے کہ اللہ ان سب کو یعنی
یوسف اور بنیامین اور روبیل کو مجھسے ملا دیگا وہ میری حالت کو جاننے والا ہے اور حکیم ہے اور اسکے سب کام
مطابق حکمت کے ہوتے ہیں حضرت یعقوب کو ابھی تک حضرت یوسف سے ملنے کی امید باقی تھی اور وہ یہ بھی
جانتے تھے کہ یوسف زندہ ہیں وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ
عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۝ اور منہ پھیر لیا ان سے اور کہا میرا افسوس
یوسف پر ... اور سفید ہو گئیں دونوں آنکھیں اوسکی رنج سے پس وہ غم سے بھرا ہوا تھا ف حضرت
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کہ بیٹون نے دغا کی اوسی پر اونہون نے بنیامین کے قصہ کو قیاس کیا اور پہر حضرت یوسفؑ نے اپنی مصیبت مین
مضطر ہو کر یہ کہا کہ افسوس ہے یوسفؑ پر اور چونکہ قدیمی صدمہ یوسفؑ کا اونکو ان تمام صدمون پر غالب تہا
اسلیئے اس نئے صدمے سے وہ قدیمی صدمہ از سر نو تازہ ہو گیا اور اس جدید مصیبت کا اثر اونکے قلب پر نہ پڑا کہ
اونہون نے یوسفؑ کو یاد کیا اب اللہ فرماتا ہے کہ یوسفؑ کا صدمہ اونپر ایسا تہا کہ روتے روتے اونکی آنکہین
سفید ہو گئین تہین یعنی بصارت جاتی رہی تہی پس اونکی یہ حالت تہی کہ وہ غم سے بہرے ہوے تہے ان مصائب مین
اللہ کی طرف سے بہت بڑا امتحان حضرت یعقوبؑ کا تہا کہ اس سختی مین اونہون نے صبر جمیل کیا اور اللہ کی طرف
رجوع کرتے رہے اور بمقتضاے بشریت شدت مصیبت مین رونا صبر کے خلاف نہین اسلیئے کہ جو فعل انسان کے
اختیار مین نہو اوسپر تکلیف شریعت جاری نہین ہوتی اور مصیبت مین رونا بہی ایک ایسا فعل ہے جو انسان کے
اختیار سے باہر ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بہی اپنے بیٹے ابراہیم کے غم مین روئے تہے پس ایسے رونے پر
اجر ملتا ہے البتہ جو رونا اختیاری ہو وہ اللہ کے خوف کے سوا اور کسی مصیبت مین جائز نہین قَالُوْا
تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ
الْهٰلِكِيْنَ ۝ اونہون نے کہا اللہ کی قسم تو ہمیشہ یاد کرتا ہے یوسفؑ کو یہانتک کہ ہو جاویگا تو بیمار
یا ہو جاویگا مرنیوالون مین سے ف حضرت یعقوب کے بیٹون نے دیکہا کہ ابتک یوسفؑ کا صدمہ حضرت
یعقوب علیہ السلام پر غالب ہے اور اگرچہ انہین بیٹون نے یوسفؑ کو جدا کیا تہا مگر اب اسکا کوئی علاج اون کے
اختیار مین نہ تہا اسلیئے بنظر شفقت اونہون نے اپنے باپ کو یون سمجہایا کہ تم ہمیشہ یوسفؑ کو یاد کیئے ہو اور روتے
رنج مین گہلے جاتے ہو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ سخت بیمار ہو جاؤگے یا اس رنج مین مر جاؤگے مطلب یہ تہا کہ اب یہ صدمہ
لاعلاج ہے تم اسکو دل سے بہلا دو یہ تخصیص اونہون نے یوسفؑ کے صدمہ کی کی اسلیئے کہ اونکے نزدیک وہی لاعلاج
تہا اور بنیامین کو وہ جانتے تہے کہ اوسکی رہائی کی امید باقی ہے اسلیئے وہ مصیبت لاعلاج نہین سمجہی جاتی تہی قَالَ
اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

بے اختیاری سے رونا صبر کے خلاف نہین

یعقوب نے کہا نہیں بیان کرتا ہوں میں رنج اپنا اور غم اپنا مگر اللہ کے سامنے اور جانتا ہوں میں اللہ
کی طرف سے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے ف حضرت یعقوبؑ نے اونکو یہ جواب دیا کہ میں کہاں کرتا ہوں اپنا رنج کسی
بندے کے سامنے نہیں بیان کرتا بلکہ اللہ کے سامنے بیان کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں
جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی اللہ کی رحمت کی وسعت کو تم سے زیادہ جانتا ہوں مفسرین نے لکھا ہے کہ
مراد اس سے حضرت یوسفؑ کی خواب ہے جس سے حضرت یعقوب سمجھ گئے تھے کہ اسکی تعبیر ضرور پوری ہوگی
اور اوس سے یہ ثابت تھا کہ حضرت یعقوبؑ اور یوسفؑ اور اونکے سب بھائی ایک جگہ جمع ہونے والے ہیں
اسی سے حضرت یعقوبؑ یہ جانتے تھے کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہیں اور اوسی وقت کے منتظر تھے يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا
فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ
لَا يَايْــــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ اے میرے بیٹو جاؤ
خبر لو یوسفؑ اور اوسکے بھائی کی اور مایوس مت ہو اللہ کی رحمت سے بیشک نہیں مایوس ہوتے اللہ کی
رحمت سے مگر وہ گروہ جو کافر ہیں ف حضرت یعقوبؑ کو چونکہ یوسفؑ اور بنیامین کے ملنے کی امید قوی تھی
اسلئے اونہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ حکم دیا کہ اس کام کی کوشش مت چھوڑو اوسی میں سرگرم رہو اور
یوسفؑ اور بنیامین کی خبر لو اور اللہ کے فضل پر بھروسہ کرو اوسکی رحمت سے ناامید مت ہو اللہ کی رحمت
سے مایوس ہونا مومن کا کام نہیں بلکہ کافروں کا کام ہے فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا
الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ
لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝
پھر جب داخل ہوئے اوسپر تو انہوں نے کہا اے عزیز پہونچی ہم کو اور ہمارے گھروالوں کو سختی اور ہم
لائے ہیں مال حقیر تو پورا دے ہمارے لئے پیمانہ اور خیرات کر ہم پر بیشک اللہ ثواب دیتا ہے خیرات کرنیوالونکو
ف جب حضرت یعقوبؑ نے یوسفؑ اور بنیامین کی جستجو کا حکم کیا تو وہ سب بھائی پھر تیسری بار مصر

گئے اور اگرچہ حضرت یعقوبؑ نے اونکو یوسفؑ کی جستجو اور بنیامین کی خلاصی کے لئے بھیجا تھا مگر اونہوں نے
بنیامین کے معاملہ مین گفتگو ملتوی کی کہ اپنی حاجت بیان کی اور یون کہا کہ اے عزیز مصر ہم پر اور ہمارے
گھروالون پر قحط کی سخت مصیبت ہے اور ہم جو مال بعوض غلہ دینے کے لئے لائے ہین وہ بھی حقیر ہے یعنی
تھوڑا ہے ... ایسی چیزین ہین جنکی قدر اور طلب بہت کم ہوتی ہے تو تم ہم پر رحم کر اور اس حقیر مال کی عوض مین تو
ہمارے ساتھ یہ احسان کر کہ غلہ پورا دے اور اس مال کی کم قیمت کا خیال مت کر بلکہ ہمکو صدقہ دے اللہ
صدقہ دینے والون کو اجر دیتا ہے صدقہ سے اونکی مراد یہ تھی کہ غلہ اونکو رعایت کے ساتھ دے بنیامین کی خلاصی
کی گفتگو پر اپنی حاجتمندی ظاہر کرنے کو اسلئے مقدم کیا کہ اہل کرم کو حاجتمندون پر رحم آیا کرتا ہے پس اونکا
مقصود یہ تھا کہ اس ذریعہ سے عزیز مصر ہم پر رحم کریگا اور اوسکے بعد ہم بنیامین کی خلاصی کی گفتگو پیش کر سکینگے
تو ایسی حالت مین ہماری اپنا خیال یوسف کی امید یاد ہے قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ
بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ ۝ یوسف نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ تم نے
کیا معاملہ کیا یوسف اور اوسکے بھائی کے ساتھ جبکہ تم جاہل تھے ف جب بھائیون نے نہایت عاجزی کے
ساتھ اپنی مصیبت اور حاجتمندی بیان کی تو اوس وقت حضرت یوسفؑ کے دل مین بھائیون کی محبت کا
جوش پیدا ہوا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ رونے لگے بعض مفسرین کا قول یہ بھی ہے کہ بھائیون نے
ایک خط بھی حضرت یوسفؑ کو دیا جو حضرت یعقوبؑ کی طرف سے عزیز مصر کے نام تھا اوسمین حضرت یعقوبؑ نے
اول اپنے آباؤ اجداد کی مناقب اور فضائل کا ذکر کیا تھا پھر اپنی مصیبت اور یوسفؑ کے فراق کا غم اور پھر
بنیامین کے جدا ہوجانے کا صدمہ لکھا تھا اور یہ درخواست کی تھی کہ بنیامین کو چھوڑ دے اوسنے ہرگز چوری نہین کی ہوگی
اسلئے کہ انبیا کی اولاد چوری نہین کرتی اور اگر تو نہ چھوڑیگا تو مین تیرے لئے ایسی بددعا کرونگا جسکا اثر
سات پشت تک رہیگا اس خط کو پڑھکر حضرت یوسفؑ بے اختیار ہوگئے اور ... بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ
حضرت یوسفؑ نے جو اوس وقت تک اپنے آپکو چھپایا تھا اوسکی وجہ یہ تھی کہ اللہ کا حکم یہی تھا کہ ...

بھائیوں پر ظاہر نکریں اور اب تیسری بار جو بھائی آئے اور اونہوں نے اپنی مصیبت بیان کی تو اوسوقت بذریعہ وحی کے اللہ کی طرف سے حضرت یوسف کو یہ اجازت ملی کہ اب تم اپنے آپکو ظاہر کردو چنانچہ حضرت یوسف نے ایسی تقریر شروع کی جس سے اونکے بھائی اونکو پہچان لیں اور یوں کہا کہ کیا تمکو معلوم ہی کہ تم نے یوسف اور اوسکے بھائی کے ساتھ نادانی کی وجہ سے کیا سخت ظلم کیا ہے یوسف کے بھائی سے بنیامین مراد ہیں اور بنیامین کو اگرچہ یوسف کی طرح نکالا نہ تھا مگر بغض و حسد اوس سے بھی رکھتے تھے اور طرح طرح کی ایذا سخت کلامی اور زجر و توبیخ کی دیتے تھے حضرت یوسف نے یہ جو کہا کہ تھے وہ گناہ نادانی میں کیا اس سے مطلب یہ تھا کہ اگر تم اوس گناہ کے عذاب سے بخوبی واقف ہوتے تو کبھی ایسا گناہ نکرتے اس طرز بیان میں گویا حضرت یوسف نے اونکو یہ سمجھا دیا کہ اوسوقت تم لڑکپن کی وجہ سے نادانی میں مبتلا تھے اور نیک و بد کا تمکو تمیز نہ تھا اس وجہ سے یہ ظلم تمسے سرزد ہو گیا اور اب تمہاری سمجھ درست ہے اس وجہ سے اب اس قسم کی حرکت تمسے نہیں ہو سکتی پس اونکا گناہ حضرت یوسف نے اسطرح اونکو یاد دلایا کہ اونکی معذرت بھی ثابت کردی حضرت یوسف نے یہ خطاب اونسے اس طرح کیا جس سے اونکو گمان ہو گیا کہ یہی یوسف ہیں اور اسکے قرائن بہت سے جمع ہو گئے مثلاً اول مرتبہ جو وہ مصر میں آئے تھے تو حضرت یوسف نے اونکی مدارات عام آدمیوں کے مقابلہ میں زیادہ کی تھی اور اونکا مال بھی مخفی طور پر واپس کر دیا تھا اور دوبارہ جو وہ آئے تب بھی اون سب کی بہت مدارات کی اور بنیامین کو اپنے پاس ٹھیرا لیا اور آخر کو اپنا آبخورہ بنیامین کے سامان میں رکھوا دیا اور اسی کے نتیجہ میں ایسی صورت پیدا ہو گئی کہ بنیامین کو روک لیا تیسری بار جو آئے تو اونسے صاف صاف کہدیا کہ تمہیں خبر بھی ہے کہ تم نے یوسف اور اوسکے بھائی کے ساتھ کیسا ظلم کیا ہے یہ سب قرائن جمع ہو کر خواہ مخواہ یہ ثابت کرتے تھے کہ حضرت یوسف کو اون سب کی طرف ایک توجہ خاص ہے اسی وجہ سے اونکو یہ گمان پیدا ہوا کہ یہی یوسف ہے قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ط اونہوں نے کہا کیا درحقیقت تو یوسف ہے ق یعنی جب اونکو خیال

پیدا ہوا تو اونہون نے پوچھا کیا تو ہی یوسف ہے قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِیْ قَدْ
مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ
اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ کہا مین یوسف ہون اور یہ میرا بھائی ہے بیشک اللہ نے احسان کیا ہم پر
بیشک جو پرہیزگاری اختیار کرے اور صبر کرے تو اللہ ضائع نہین کرتا اجر نیکی کرنیوالون کا ف اوسوقت
حضرت یوسف نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا کہ مین یوسف ہون اور یہ بنیامین میرا حقیقی بھائی ہے اللہ نے
ہم پر احسان کیا یعنی ہم دونون بھائیون کو اتنے دنون کی جدائی کے بعد پھر ملا دیا اور جو مصیبت ہم
دونون پر تمہاری وجہ سے تھی اوس سے نجات دی اور تمام برکتین دین و دنیا کی ہم کو عطا کین اور جو شخص
تقوی اختیار کرے اور دنیا کی مصیبتون پر اور گناہ کی خواہشون پر صبر کرے اوس پر اللہ ضرور احسان کرتا ہے
اسلئے کہ وہ نیکی کرنیوالا ہے اور اللہ نیکی کرنیوالون کا اجر برباد نہین کرتا چنانچہ حضرت یوسف نے تقوی
اختیار کیا اور اگرچہ زلیخا نے بہت ترغیب دی مگر اوسکی طرف توجہ نہ کی اور زنا مین مبتلا نہوے اور تمام
مصیبتون پر صبر کیا اوسکے اجر مین اللہ نے اونکو بادشاہت بھی دی اور نبوت بھی دی اور تمام بہتریان
اونکی دو دیکھین اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صبر اور تقوی انسان کے لئے دین و دنیا دونون کی
بہتری کا باعث ہوتا ہے قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَاِنْ كُنَّا
لَخٰطِـِٕیْنَ ۝ اونہون نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم پر تجھ کو اللہ نے بزرگی دی اور بیشک ہم خطاکار تھے ف
اوسوقت اون سب نے حضرت یوسف کی بزرگی کا اور اپنی خطا کا اقرار کیا اور یہ کہا کہ اللہ نے تجھکو ہر طرح ہم پر
بزرگی دی تو ہم سے علم مین بھی بڑھا ہوا ہے اور صورت مین بھی اور پاکیزہ بھی ہے اور بادشاہت کی حکومت بھی دی اور نبوت بھی دی اور ہم بیشک
خطاوار تھے ہم نے جو کچھ تیرے ساتھ کیا تھا قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ
لَكُمْ ؗ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ یوسف نے کہا کہ الزام نہین تم پر آج کے دن
اللہ تمہارا گناہ معاف کرے اور وہ ارحم الراحمین ہے ف حضرت یوسف نے اونکی خطا معاف کر دی

اور اللہ سے بھی دعا مانگی کہ اونکا گناہ بخشدے اور اونکے بھائیون کو جو بہت بڑی ندامت ہوئی اوٹھانی پڑی تو
کہدیا کہ اب تم پر کوئی ملامت باقی نہین اسلیے کہ تم اپنے گناہ سے نادم ہوئے اور مین نے خطا معاف کردی
اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا
وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ میرا یہ کرتا لیجاؤ اور میرے باپ کے مونہ پر ڈالو وہ بینا
ہوجاویگا اور تم اپنے سب گھر والون کو میرے پاس لے آؤ ف شاید حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ کا
حال پوچھا ہوگا تو اونکے بھائیون نے اونکے صدمہ کی کیفیت اور رونے دھونے اور اونکا نابینا ہوجانا بیان
کیا ہوگا اور عجب نہین کہ حضرت یوسفؑ کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آئی ہو کہ اپنا کرتہ بھیجدو جب وہ
کرتہ یعقوبؑ کے مونہ پر ڈالا جاویگا تو وہ بینا ہوجاوینگے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ گھر کے
آدمی عورتون اور بچون سمیت کل بہتر آدمی تھے حضرت یعقوبؑ کو مع اون سب کے حضرت یوسفؑ نے
بلایا ف وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ
لَوْلَا أَن تُفَنِّدُونِ ۝ اور جب جدا ہوا قافلہ کہا اونکے باپ نے مین پاتا ہون بو [illegible]
یوسفؑ کی اگر تم مجھکو مسلوب الحواس نہ کہو ف جدا ہوجانے سے مراد یہ ہے کہ جب مصر کی آبادی
باہر نکلے اوسیوقت حضرت یوسفؑ کے پیراہن کی خوشبو حضرت یعقوبؑ کے پاس پہونچ گئی اور اونہونے
کہا کہ اگر تم مجھکو مصیبت اور بڑہاپے کی وجہ سے مسلوب الحواس نہ کہو تو مین کہتا ہون کہ یوسفؑ کی خوشبو آتی ہے
کنعان سے مصر آٹھ دن کا راستہ یعنی اسی فرسخ تھا اتنی دور سے پیراہن یوسفؑ کی خوشبو حضرت یعقوبؑ نے
سونگھ لی اور اس روز حضرت یوسفؑ کی جدائی کو اسی برس گذر چکے تھے یہ امر بطور خرق عادت کے وقوع
ہوا یہ حضرت یعقوبؑ یا حضرت یوسفؑ کا معجزہ تھا جب حضرت یعقوبؑ کی مصیبت کا زمانہ تھا تو اتنی پاس
حضرت یوسفؑ مصر مین رہے اور حضرت یعقوبؑ کو اونکی خبر نہ پہونچی اور جب مصیبت دور ہونیکا زمانہ آیا تو اتنی
دور سے پیراہن یوسفؑ کی بو پہونچ گئی اس موقع پر مفسرین نے لکھا ہے کہ جب تقدیر مین مصیبت ہوتی ہے تو

آسان کام بھی مشکل ہوجاتے ہیں اور جب اقبال کا زمانہ ہوتا ہے تو مشکل کام آسان ہوجاتے ہیں۔
قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ۝ انہوں نے کہا کہ اللہ کی
قسم تو اپنی پرانی بدحواسی کی حالت میں ہے ف یعنی تو یوسفؑ کی محبت میں ہمیشہ سے دیوانہ اور
بدحواس ہو رہا ہے اور یہی بدحواسی کا یہ بھی اثر ہے کہ اتنی برس کے بعد آج تجکو یوسفؑ کی خوشبو آگئی یہ
تعجب انکو اس وجہ سے تہا کہ وہ یقین رکہتے تھے کہ یوسفؑ اب زندہ نہیں فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ
أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۚ پھر جب مژدہ سنانیوالا آیا تو کرتہ یعقوبؑ کے
مونہ پر ڈالا تو وہ بینا ہوگیا ف ابن کثیر نے مجاہد کا قول یہ نقل کیا ہے کہ وہ خوشخبری سنانیوالا
یہودا تھا اوسی نے حضرت یوسفؑ کو کوئیں میں ڈالنے کے بعد خون بھرا کرتا حضرت یعقوبؑ کو دکھایا تھا
اور یوسفؑ کی خبر بد سنا کر اونکا دل دکھایا تھا اوسکی تلافی کے لئے اوسی نے سب سے پہلے حضرت یوسفؑ
کی بشارت یعقوب علیہ السلام کو سنائی اور یوسفؑ کا کرتا اون کے مونہ پر ڈالا جسکی وجہ سے وہ فورًا
بینا ہوگئے قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝
یعقوبؑ نے کہا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ مجھکو اللہ کے پاس سے وہ بات معلوم ہے جو تم نہیں
جانتے ف مراد اس سے حیات یوسفؑ تھی اسلئے کہ حضرت یعقوبؑ جانتے تھے کہ یوسفؑ کی خواب کی
تعبیر پوری ہونیوالی ہے اسلئے یوسفؑ ضرور زندہ ہیں یا مراد حضرت یعقوبؑ کا وہ قول ہے کہ اللہ کی رحمت سے
نا امید مت ہو اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ کی رحمت کی وسعت اور کثرت کو جیسا کہ حضرت یعقوبؑ جانتے تھے اور
اونکے وہ بیٹے نہیں جانتے تھے یا مراد وہ قول ہے جو حضرت یعقوبؑ نے کہا تھا کہ مجکو یوسفؑ کی خوشبو آتی ہے
اور وہ خوشبو اللہ نے مصر سے نقل کر حضرت یعقوبؑ کے دماغ میں پہونچائی تھی کسی اور کو اوسکا حس نہیں
ہوا تھا بعض مفسرین نے حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی بشارت سنائی گئی تو
اونہوں نے پوچھا کہ یوسفؑ کو تونے کس دین پر چھوڑا اوس نے کہا دین اسلام پر تو حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ اب

لغت پوری ہوئی قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ۝
اونہوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے واسطے گناہوں کی معافی کی دعا کر ہم بیشک خطا کار تھے ف جب
حضرت یعقوب کے بیٹوں نے حضرت یعقوب کی خوشی دیکھی اور یہ بھی اونکو معلوم ہوگیا کہ اب حضرت یعقوب
یوسف سے ملنے لگے اور سب بھید ظاہر ہوگا تو اونہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اپنے باپ سے کہا کہ
اے باپ ہمارے لئے دعا کر کہ اللہ ہمارے گناہ بخشے ہم بیشک خطاوار ہیں اونکو اپنی خطا کے اقرار
کرنے میں معافی کی امید زیادہ تھی اسلئے کہ جو شخص اپنے گناہ کا اقرار کرے وہ معافی کا مستحق ہوتا ہے۔
قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝
(یعقوب) نے کہا کہ قریب ہے کہ میں دعائے مغفرت کروں گا تمہارے لئے اپنے رب سے بیشک وہ بخشنے والا
رحم کرنے والا ہے ف حضرت یعقوب نے اون سے وعدہ کیا کہ میں تمہارے لئے مغفرت کی دعا مانگوں گا
مفسرین نے لکھا ہے کہ اونکی غرض یہ تھی کہ خاص وقت جو اجابت دعا کے ہیں اوس وقت دعا مانگوں گا
ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن مسعود وغیرہ کا قول یہ ہے کہ حضرت یعقوب نے اوس دعا کو سحر کے وقت پر موقوف
رکھا تھا اسلئے کہ وہ قبولیت دعا کا وقت ہے چنانچہ ابن جریر نے محارب بن دثار سے روایت کی ہے کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ جب مسجد میں آئے تو اونکو آواز آئی کہ کوئی شخص دعا مانگ رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ اے
اللہ تو نے جس چیز کی طرف مجھے بلایا میں نے وہی قبول کیا تو نے جو حکم کیا میں نے اوسکی اطاعت
کی یہ سحر کا وقت ہے تو میرے گناہ بخش دے حضرت عمر نے اس آواز پر کان لگایا تو معلوم ہوا کہ عبد اللہ
بن مسعود کے گھر میں سے آواز آتی ہے تب اونہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا تو اونہوں نے کہا کہ یعقوب
علیہ السلام نے جو اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں جلد تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا اوس سے مراد
یہ تھی کہ سحر کے وقت دعا کروں گا پھر ابن جریر نے بواسطہ ابن عباس سے یہی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت یعقوب کی مراد یہ تھی کہ شب جمعہ میں دعا کروں گا اور ان دونوں راتوں کے

طلب نے سے یہ معلوم ہوگیا کہ شب جمعہ کو وقت سحر مین قبولیت دعا کی زیادہ امید ہوتی ہے فَلَمَّا دَخَلُوْا
عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ
اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۝ پھر جب داخل ہوئے یوسف کے پاس تو جگہ دی یوسف نے اپنے پاس اپنے ماں باپ کو
اور کہا کہ داخل ہو مصر مین اگر اللہ کو منظور ہے امن کے ساتھ ف یعنی اسکے بعد حضرت یعقوب مع اپنے سب
بیٹون اور تمام اہل و عیال کے مصر کو چلے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف نے سامان سفر اور
سواری کے جانور بہی بہیج دیئے تھے جب حضرت یعقوب مصر کے قریب پہونچے تو حضرت یوسف اور بادشاہ مصر
اور وہان کے تمام سردار شہر سے باہر اونکے استقبال کے لئے موجود تھے اور وہان خیمے نصب تھے حضرت یوسف نے
اپنے ماں باپ کو اپنے خیمہ مین اتارا اور پہر جب مصر کو چلے تو ان سے کہا کہ اگر اللہ کو منظور ہے تو امن کے ساتھ
مصر مین داخل ہو یعنی اب تمہے قحط وغیرہ کی مصیبت دور ہوگئی اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت یوسف کی
ماں ابتدا ہی مین مرچکی تہین اسلئے اس آیت مین جو ماں باپ کا ذکر ہے اوس سے ماں سے اونکی خالا مراد ہین مگر ابن اسحق
اور ابن جریر کا قول یہ ہے کہ اونکی ماں زندہ تہین اسلئے کہ ظاہر قرآن سے یہی ثابت ہوتا ہے وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ
عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ اور بٹہایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور گرے
اوسکے لئے سجدہ کرنیوالے ف یعنی حضرت یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹہایا اور حضرت یوسف کے
ماں باپ اور گیارہ بہائیون نے حضرت یوسف کو سجدہ کیا وَقَالَ یٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ
رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ اور (یوسف) نے کہا کہ اے میرے باپ
یہ اس خواب کی تعبیر ہے جو مین نے پہلے دیکہی تہی اللہ نے اوسکو میرے لئے سچا کردیا ف
یعنی جب یوسف کو اونکے ماں باپ اور گیارہ بہائیون نے سجدہ کیا تو اوسوقت یوسف نے حضرت یعقوب سے
کہا کہ اے میرے باپ مین نے جو اس سے پہلے خواب دیکہی تہی کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج
مجہکو سجدہ کرتے ہین آج اوسکی تعبیر واقع ہوگئی یعنی گیارہ ستارے گیارہ بہائی تہے اور چاند سورج

اور انکے ماں باپ تھے ان سب نے حضرت یوسفؑ کو سجدہ کیا وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي
مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ
بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ
الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿۱۰۰﴾ اور بیشک اللہ نے میرے ساتھ احسان کیا جب کہ مجھ کو قید سے نکالا
اور لایا تم کو اللہ جنگل سے بعد اسکے کہ جھگڑا ڈالدیا شیطان نے درمیان میرے اور درمیان میرے بھائیوں کے
بیشک میرا رب لطف کرنیوالا ہے جسکے لئے چاہے بیشک وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے ۔

حضرت یوسفؑ اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ اللہ نے مجھپر احسان کیا کہ مجھے قید سے نجات دی اور تم سب کو جنگل سے یہاں مصر میں میرے پاس لایا حالانکہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں جھگڑا ڈالدیا تھا بیشک میرا رب ایسا ہے کہ جسکے لئے چاہے لطف کرے یعنی اوسکی بہتری اور کامیابی کا سامان درست کر دے چنانچہ اوسنے بعد اس تفرقہ کے جو مجھ میں اور میرے بھائیوں میں پڑگیا تھا ایسا سامان کر دیا کہ ہم سب اکٹھے ہوگئے وہ جاننے والا ہے یعنی اپنے بندوں کی مصلحت کو جانتا ہے اور اوسکے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں یہ جو حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اللہ تم کو جنگل سے میرے پاس لایا یہ اسلئے کہا کہ حضرت یعقوبؑ کے رہنے کی جگہ ایک چھوٹی سی بستی تھی جو مثل جنگل کے تھی وہاں تھی اور انکی وجہ معاش اونٹ اور بکریاں تھیں جنکو چرانے کے لئے اکثر جنگل میں رہا کرتے تھے حضرت یوسفؑ نے اللہ کی نعمتوں میں قیدخانہ سے رہائی کا ذکر کیا مگر کنوئیں سے نکالنے کا ذکر نہ کیا اسلئے کہ اس میں بھائیوں پر الزام ہوتا تھا اور اسی وجہ سے حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کے گناہ کا ذکر نہ کیا بلکہ یوں کہا کہ شیطان نے مجھ میں اور انمیں جھگڑا ڈالدیا تھا اور شیطان کی طرف اس فعل کی نسبت کی اسلئے کہ اس میں شیطان کے وسوسوں کو اس کام میں زیادہ دخل تھا۔ حضرت یوسفؑ کو جو انکے ماں باپ اور بھائیوں نے سجدہ کیا اسکی نسبت ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ قتادہ وغیرہ کا قول ہے کہ اگلی شریعتوں میں یہ دستور تھا کہ جب کسی کو بڑا مانتے تو اسلام

کرتے تھے تو اوسکو سجدہ کرتے تھے اور یہ دستور حضرت عیسیٰؑ کی شریعت مین بہی جاری رہا جب اسلام مین
غیر کو سجدہ حرام ہوگیا اور اللہ کی ذات سے مختص ہوگیا حدیث مین ہے کہ معاذ جب ملک شام مین گئے تو اونہون
دیکہا کہ وہان کے لوگ اپنے پیشواؤن کو سجدہ کرتے ہین جب معاذ مدینہ مین آئے تو اونہون نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاذ یہ کیا حرکت ہے تو معاذ نے کہا کہ مین نے دیکہا ہے کہ
شام کے لوگ اپنے پیشواؤن کو سجدہ کرتے ہین پس آپ سجدہ کے زیادہ مستحق ہین تو آپ نے فرمایا کہ اگر
مین سجدہ کی اجازت دیتا تو البتہ یہ حکم کرتا کہ بی بی اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے اور ایک حدیث مین یہ بہی ہے کہ
سلمان جب نئے نئے مسلمان ہوئے تھے تو مدینہ کے رستہ مین ایک مرتبہ رسولؐ کے سامنے آگئے تو اونہون نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے سلمان مجہکو سجدہ مت کر بلکہ اوسکو سجدہ کر
جو ہمیشہ زندہ رہیگا کبہی نہ مریگا بعض مفسرین نے لکہا ہے کہ یہ سجدہ سجدۂ عبادت نہ تہا بلکہ سجدۂ شرافت
تہا جیسا کہ ملائکہ نے آدم کو سجدۂ شرافت کیا تہا اور یہ سجدہ اللہ کے حکم کی موجب کیا گیا تہا تاکہ خواب کی
تعبیر سچی ہوجاوے - ایک قول یہ بہی ہے کہ یہ سجدہ اللہ کے لئے تہا اور حضرت یوسفؑ اسطرح جہت قبلہ تہے
جیسے مسلمان خانہ کعبہ کو جہت قبلہ بناکر اللہ کو سجدہ کرتے ہین پس یہ سجدہ اس نعمت کے شکر مین تہا کہ اللہ
یوسفؑ کو ماں باپ اور بہائیون سے ملادیا - ابن کثیر نے لکہا ہے کہ بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ
نے جو خواب دیکہا تہا اوسکی تعبیر چالیس برس کے بعد پوری ہوئی اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ انتہا
تعبیر پوری ہونیکی چالیس برس ہین اور ابن جریر نے روایت کی ہے کہ حسن بصری سے منقول ہے کہ حضرت
یوسفؑ حضرت یعقوبؑ سے جدا ہوکر اسّی برس کے بعد پہر ملے اور اتنی مدت تک حضرت یعقوبؑ کے دل سے
رنج دور نہوا اور برابر آنسو اونکے جاری رہے حالانکہ اوسوقت کوئی شخص روئے زمین پر حضرت یعقوبؑ سے
بہتر اللہ کا محبوب نہ تہا ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ جب کنوئین مین ڈالے گئے تو اونکی عمر ستره برس
کی تہی پہر اسّی برس تک غائب رہے اور باپ سے ملنے کے بعد تئیس برس اور زندہ رہے اور ایکسو بیس برس کی

عمر مین حضرت یوسفؑ کا انتقال ہوا چارسو برس مصر مین مدفون رہے پہر حضرت موسیٰؑ اونکا تابوت ملک
شام کو لے گئے اور اونکے بزرگون کی قبرون کی برابر دفن کیا بعض روایتون مین یہ بہی ہے کہ حضرت
یوسفؑ کے جسم کو پتھر کے تابوت مین رکہکر بلندی کی جانب نیل مین دفن کیا تہا تاکہ مصر مین جو نیل کا پانی آوے
وہ اوس تابوت سے ملکر آوے اور اس وجہ سے اوسمین برکت شامل ہوجاوے یعقوب علیہ السلام
مصر مین پہونچکر سترہ برس زندہ رہے عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ جب بنی اسرائیل مصر مین داخل
ہوے تہے تو بہتر آدمی تہے اور جب وہان سے نکلے تو چہ لاکہ ستر ہزار تہے۔ تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ حضرت
یعقوبؑ نے مرض الموت مین وصیت کی تہی کہ مجکو میرے بزرگون کے قبرستان مین دفن کیجو چنانچہ
حضرت یوسفؑ اونکا جنازہ شام کو لے گئے اور حضرت اسحٰقؑ کی قبر کی برابر دفن کیا اوسکے بعد حضرت
یوسفؑ پہر مصر کو چلے آئے رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ
تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝
اے میرے پروردگار تونے دی مجکو حکومت اور تونے سکہائی مجکو تعبیر خوابون کی پیدا کرنیوالا
آسمانون کا اور زمین کا تو میرا کارساز ہے دنیا مین اور آخرت مین موت دے مجکو اپنا مطیع بناکر
اور ملادے مجکو صالحین مین ف جب حضرت یوسفؑ کو دین و دنیا کی سب نعمتین مل گئین اور
حکومت اور نبوت اونکی ذات مین جمع ہوگئی اور سالہا سال کی مفارقت کے بعد ماں باپ اور بہائیون
سے بہی مل گئے تو اوس وقت حضرت یوسفؑ نے اللہ کی نعمتون کا شکر ادا کرکے حسن خاتمہ کی دعا اسطرح
مانگی کہ اے اللہ تونے مجکو حکومت دی اور احادیث کی تاویل سکہائی یعنی خوابون کی تعبیر الخ انبیا کی
صحیح تفسیر مراد اس سے یہ ہے کہ مجکو نبوت عطا کی تو آسمانون کا اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے اور دین و
دنیا مین تو ہی میرا کارساز ہے دعا سے پہلے حضرت یوسفؑ نے اللہ کی ثنا کی اسلئے کہ اس طریقہ مین زیادہ تر

قبولیت دعا کی امید ہے پھر حضرت یوسف نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مجھکو ایسی حالت میں موت دیجیو کہ میں
طریقہ اسلام میں مروں یعنی ایسی حالت میں مروں کہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہوں اور مجھکو صالحین کے
زمرہ میں شامل کیجیو یعنی میرے جد حضرت ابراہیم اور اسحٰق وغیرہ انبیاء سابقین کی جماعت میں قیامت کے
روز داخل ہوں اگرچہ حضرت یوسف پیغمبر تھے اور اپنا حسن خاتمہ انکو معلوم تھا لیکن چونکہ عظمت و جلال الٰہی کا
غلبہ غالب تھا اسلئے باوجودیکہ پیغمبر ہونے کے ڈر اسپر اس سے خائف تھے اور دعا حسن خاتمہ کے محتاج تھے
اس قسم کی دعائیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مانگا کرتے تھے بعض مفسرین کا قول ہے کہ حضرت
یوسف نے جو یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مجھکو حالت اسلام میں موت دے اس سے مراد یہ تھی کہ جب الغرض
میری موت پہنچے تو اسوقت مجھکو حالت اسلام میں اٹھا لے اور اس صورت میں یہ دعا تمنا
موت کی ہوئی ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف کی شریعت میں اپنی موت کی دعا مانگنا جائز تھی ابن جریر
اور سدی نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ انبیاء میں سب سے پہلے حضرت یوسف نے موت کی دعا
مانگی ہے۔ اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ہماری شریعت میں موت کی دعا مانگنا جائز نہیں امام احمد نے
انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی
وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا ضرور ہو تو یوں کہے اے اللہ جب تک میرے لئے زندگی
بہتر ہے اسوقت تک مجھکو زندہ رکھ اور جب میرے لئے وفات بہتر ہو اسوقت مجھکو موت دیدے اور
صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی تم میں کا مصیبت کی وجہ سے
موت کی تمنا نہ کرے اسلئے کہ اگر وہ نیک ہے تو شاید اسکی نیکی بڑھے اور اگر وہ بد ہے تو شاید گناہ سے توبہ کر
لے بلکہ یوں دعا کرنا چاہئے کہ اے اللہ اسوقت تک مجھکو زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو
ان روایات کے لکھنے کے بعد ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ تمنائے موت کی نہی اسی صورت میں ہے کہ جب کسی
فانی مصیبت میں مبتلا ہو اور اگر دین کا فتنہ ہو تو اسوقت موت کی تمنا جائز ہے جیسے کہ حضرت مریم کا قصہ

اپنی موت کی دعا مانگنا منع ہے

قرآن میں ذکر ہے کہ جب اونکو درد زہ پیدا ہوا تو اونہوں نے یہ کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی
یہ تمنا اونہوں نے اسلئے کی کہ وہ جانتی تہین کہ لوگ مجہپر بُرائی کی تہمت لگاوینگے ذٰلِكَ مِنْ
أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوٓا أَمْرَهُمْ
وَهُمْ يَمْكُرُونَ ٥ یہ غیب کی خبر ہے کہ وحی بہیجتے ہیں ہم اوسکی تیرے پاس اور نہ تہا تو اونکے
پاس جب مقرر کیا اونہوں نے اپنا کام اور وہ مکر کرنیوالے تہے ف یعنی اسے محمد یہ قصہ غیبوں کی خبر ہے
جسکو بذریعہ وحی کے ہم نے تیرے پاس بہیجا ہے اگر ہم بذریعہ وحی کے تجکو اس قصہ پر مطلع نکرتے تو تجہکو اسکی
خبر ہی نہوتی اسلئے کہ یہ قصہ تیرے سامنے واقع نہین ہوا تہا جسوقت یوسف کے بہائیوں نے یوسف کو کنوئین
میں ڈالنے پر اتفاق کیا تہا اور وہ یوسف کے ساتہ مکر یعنی دہوکا کرتے تہے یا مراد یہ ہے کہ جسوقت وہ حضرت
یعقوب کے ساتہ دہوکا کرتے تہے اور وہ یوسف کے کرتے پر خون چہڑک کر حضرت یعقوب کو دکہاتے تہے اور
یہ کہتے تہے کہ یوسف کو بہیڑیا کہا گیا اوس وقت اے محمد تو اونکے سامنے موجود نہ تہا پہر اس قصہ پر
تیرا واقف ہوجانا تیری نبوت کی نشانی ہے اس لئے کہ تو نے کبہی پڑہا نہ تہا جو کتب انبیاء سابقین
دیکہ سکتے پس سوا ے وحی کے اور ذریعہ اونکے علم کا کیا ہوسکتا تہا وَمَآ أَكْثَرُ النَّاسِ
وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ٥ اور نہیں ہیں اکثر آدمی اور اگرچہ حرص کیسے تو ایمان
لانیوالے ف یعنی کفار مکہ میں سے اکثر آدمی ایسے ہیں کہ اگرچہ تجہکو اونکے ایمان لانیکی حرص ہو
مگر وہ ایمان نہ لاوینگے ف چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غیب کی خبر سنائی تہی اور اس
علم کا ذریعہ سوا ے وحی کے اونکے واسطے اور کوئی نہین ہوسکتا تہا مگر پہر بہی کفار قریش ایمان نہ لاتے
اسلئے اللہ نے اپنے پیغمبر کی تسکین کیلئے فرمایا کہ ہدایت تیرے اختیار میں نہین ہے بلکہ اللہ کے
اختیار میں ہے جسکو اللہ چاہے انکے ایمان لانیکی حرص ہو گی تو بہی اکثر ایسے ہین جو ایمان نہیں لاوینگے
اسلئے کہ ہم نے اونکی تقدیر میں ایمان لانا مقرر نہیں کیا ہے پس تو اونکے ایمان نہ لانے پر رنج مت کر۔

ع

وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝
اور نہین مانگتا تو اون سے اوسپر کچھ اجرت نہین ہے وہ مگر نصیحت سب مخلوق کے لئے ف
یعنی اے محمد تو تبلیغ رسالت اور تبلیغ قرآن پر اون سے کسی اجرت کی طمع نہین رکھتا بلکہ تو اونکو
قرآن سناتا ہے جو اللہ کی طرف سے تمام عالم کے لئے نصیحت ہے پس جب تیرا کام فقط نصیحت سنانا ہے
اور کوئی اجرت تجھکو مقصود نہین پھر اگر وہ نہین مانتے تو تیرا کیا حرج ہے اور تو کیون رنج کرتا ہے۔
وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا
وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝ اور بہت سی نشانیان ہین آسمانون مین اور زمین مین
گذرتے ہین اونپر اور وہ اون سے مونہ پھیرنے والے ہین ف یعنی اے محمد اگر وہ تیری نبوت
کی دلائل مین غور و فکر نہین کرتے تو کیا تعجب ہے اونکی تو یہ حالت ہے کہ وہ اللہ کی توحید اور قدرت کے
دلائل مین بھی غور نہین کرتے ہین اور بہت سی نشانیان اللہ کی قدرت اور توحید کی آسمانون اور
زمین مین موجود ہین اور مشرکین مکہ اونپر گذرتے ہین یعنی اونکو دیکھتے ہین مگر اون سے مونہ پھیر لیتے ہین
یعنی اونمین تامل کرکے اللہ کی وحدانیت اور قدرت کے مقر نہین ہوتے نشانیون سے مراد تمام
عجائبات عالم ہین جیسے زمین اور آسمان اور ستارے اور پہاڑ اور نباتات اور حیوانات وغیرہ
جنمین سے ہر چیز پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو اسکے پیدا کرنے کی قدرت نہین
وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ۝
اور نہین ایمان لاتے ہین اکثر اونمین سے اللہ پر مگر حال یہ ہے کہ وہ شریک پیدا کرنیوالے ہین۔
ف یعنی باوجود اسکے زبان سے اقرار کرتے ہین کہ سب کا پیدا کرنے والا اللہ ہے وہ بھی اکثر شرک
میں گرفتار ہین یعنی بتون کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہین اور غیر کی عبادت بھی کرتے ہین
یا اپنے دینی پیشواؤن کو رب سمجھ لیتے ہین یعنی جو کچھ وہ حلال اور حرام کرتے ہین اسکا اتباع کرتے ہین کہ ہے

یہ تحقیق نہین کرتے کہ اللہ کا حکم کیا ہے جیسے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے پیشواؤن کو رب بنا لیا تھا یا اللہ کو مانتے ہین مگر
یہ بھی کہتے ہین کہ خیر کی پیدا کرنے والی روشنی ہے اور شر کی پیدا کرنے والی تاریکی ہے یا اللہ کی قدرت کو ان اسباب
ظاہری پر بھروسا کر بیٹھتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ اللہ کے سوا کسی مین تاثیر اور قدرت نہین اور یہ اسباب فقط ظاہری
حیلہ ہین جب اللہ چاہتا ہے انکا اثر ظاہر ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے نہین ہوتا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حسن بصری کا
قول ہے کہ یہ حالت منافقون کی ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کا زبان سے اقرار کرتے ہین مگر وہ نماز روزہ وغیرہ اعمال
اللہ کے لئے نہین ہوتے لوگون کے دکھلانے کے لئے ہوتے ہین أَفَأَمِنُوا أَن تَأْتِيَهُمْ
غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ
بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ کیا وہ نڈر ہو گئے ہین اس سے کہ آ جاوے
انہین ڈھک لینے والا عذاب اللہ کا یا آ جاوے انہین قیامت یکایک اور وہ بے خبر ہون ف
یعنی یہ مشرکین جو اللہ کی عبادت مین اورون کو شریک کرتے ہین اور پیغمبر کی ہدایت کو نہین مانتے
کیا وہ اس سے نڈر ہو گئے ہین کہ یکایک ان پر اللہ کا ایسا عذاب نازل ہو جاوے جو انکو ڈھک لے یا یکایک
قیامت ان پر قائم ہو جاوے جس [illegible] یعنی پہلے سے انکو وہم گمان بھی نہ ہو مطلب یہ ہے کہ
ہر وقت وہ اللہ کے قبضۂ قدرت مین ہین [illegible] انکو عذاب مین مبتلا کر دے پھر وہ ایسے بے خوف
کیون ہو گئے ہین اور ہر وقت عذاب الٰہی [illegible] نہین رکھتے اگر ہر وقت انکو عذاب کا خوف
ہوتا تو پھر اللہ سے ایسے غافل [illegible] قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ
عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا
مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ [illegible] کہہ یہ میری راہ ہے
ساتھ مین اور وہ [illegible] کی پیروی کی اور [illegible]
[illegible]

غور کرنا اور اللہ کو ایک سمجھنا اور اوسکے ساتھ کسی کو شریک نہ سمجھنا اور ہر وقت اللہ کے عذاب سے
ڈرنا میرا طریقہ ہے مین دلیل کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہون اور جن لوگون نے میری پیروی
کی ہے وہ بھی اسیطرح دلیل کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہین اور مین اللہ کی پاکی بیان
کرتا ہون یعنی یہ کہتا ہون کہ اللہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اوسکا شریک ہو اور مین اونمین سے
نہین ہون جو اللہ کے ساتھ اورون کو شریک کرتے ہین اور یہان سے ثابت ہوا کہ جو لوگ
تبع رسول ہین اونکا حق ہے کہ لوگون کو اللہ کی طرف بلاوین اور توحید اور ایمان سکھاوین

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ مِّنْ
اَهْلِ الْقُرٰی

اور نہین بھیجے تجہسے پہلے مگر وہ مرد کہ وحی بھیجتے تھے ہم اونکی طرف شہر والون مین سے
ف کفار یہ کہتے تھے کہ اللہ نے کسی فرشتہ کو یا جن کو نبی کیون نہ بنایا اون کی جواب
مین اللہ فرماتا ہے کہ اے محمد تجہسے پہلے بھی ہم نے جتنے نبی بھیجے ہین وہ بھی فرشتے یا جن نہ تھے
بلکہ تیری طرح مرد یعنی آدم تھے ہم اونکی طرف بھی وحی بھیجتے تھے جیسے تیری طرف وحی بھیجتے ہین اور
وہ لوگ شہر والون مین سے ہوتے تھے جیسے اے محمد تو شہر والا ہے یعنی کسی جنگل مین رہنے والے کو
کبھی ہم نے نبی مقرر نہین کیا اسلئے کہ شہر والون مین علم اور حلم بہ نسبت جنگل مین رہنے والون کے
زیادہ ہوتا ہے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جو مومن آدمیون مین ملکر رہتا ہے اور اونکی ایذاؤن پر صبر کرتا ہے وہ اوس سے بہتر ہے
جو آدمیون سے نہین ملتا اور اونکی ایذا پر صبر نہین کرتا بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہان جو اللہ
[illegible]
[illegible] کا قول ہے کہ اللہ نے کبھی کسی جنگل والے کو یا جن کو یا کسی

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ

کیا اونہون نے سیر نہین کی [illegible] کہ دیکھتے کیا ہوا انجام اونکا

جو ان سے پہلے تھے ف یعنی کیا انہون نے زمین مین سیر کرکے پہلی امتون کا انجام ہوتا ہوا نہین دیکھا جو انہون نے اپنے پیغمبرون کی تکذیب کی تھی اور ان پر
اللہ کا عذاب نازل ہوا اگر وہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم صالح کا حال غور کرین تو ان کو معلوم ہو جاوے کہ جو لوگ انبیا کی نافرمانی کرتے ہین اللہ
ان کو ہلاک کر دیتا ہے ولدار الآخرۃ خیر للذین اتقوا افلا تعقلون ۵ اور البتہ آخرت کا گھر
بہتر ہے ان لوگون کے لیے جنہون نے پرہیزگاری کی کیا تم سمجھتے نہین ف اللہ کافرون کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہین یعنی
انبیا پر ایمان لا کر شرک اور معاصی سے بچتے ہین ان کے لیے آخرت کا گھر یعنی جنت دنیا کی نعمتون سے بہت بہتر ہے کیا تم اتنی بات نہین سمجھتے
[illegible] حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءہم
نصرنا فنجی من نشاء ولا یرد باسنا عن القوم المجرمین ۵ یہان تک کہ جب ناامید ہوگئے
رسول اور ان لوگون نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا آئی ان کے پاس ہماری مدد پس نجات دی گئی وہ جس کو ہم چاہتے تھے اور نہین پھیرا
جاتا ہمارا عذاب قوم گنہگار سے ف یعنی کفار یہ دھوکا نہ کھائین کہ دنیا مین اب تک ان پر عذاب نازل نہین ہوا اللہ کی عادت ہے کہ عذاب
نازل کرنے مین جلدی نہین کرتا بلکہ انبیا سابقین کے وقت مین یہانتک نوبت پہونچی کہ جب [illegible] ایک مدت [illegible]
قوم کی حالت سے مایوس ہوگئے اور ان کو ہرگز امید باقی نہ رہی کہ [illegible] ایمان لاوینگے بلکہ یقین ہوگیا کہ [illegible] اور قوم کے لوگون
کی طرف [illegible] گمان کیا کہ رسول جو یہ کہتے ہین کہ اوسنے اللہ کی مدد کا ہم سے وعدہ کیا ہے [illegible]
[illegible] خدا کا وعدہ [illegible]
اللہ کا عذاب [illegible] نازل [illegible] اور رسول [illegible]
[illegible] اور [illegible]
نازل [illegible] اور ان لوگون کو [illegible]
کافرون پر نازل ہو جاتا ہے [illegible]
[illegible] وعدہ کیا [illegible]
[illegible] پیدا ہوگیا اور یہ گمان [illegible]

یہ جھوٹ بولا تھا ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ابن جریر نے روایت کی ہے کہ مسلم بن یسار نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ یہ حرف کس طرح ہے جب میں اس سورت کو پڑھتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ آیت حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ کو نہ پڑھوں سعید بن جبیر نے اس آیت کے معنی یہ بتائے کہ جب مایوس ہو گئے رسول اپنی قوم سے اور انہوں نے جان لیا کہ وہ لوگ تصدیق نہ کریں گے اور جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے تھے انہوں نے گمان کیا کہ رسولوں نے جھوٹ [illegible] ہو گئی ہیں یہ سنکر مسلم بن یسار اٹھ کھڑے ہوئے سعید بن جبیر سے معانقہ کیا اور کہا کہ اللہ تیری مشکلات کو ایسے ہی کھولے جیسے تو نے میری مشکل کھول دی [illegible] دوسری قرأت میں (کُذِّبُوا) بتشدید ذال معجمہ ہے اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ رسولوں نے جان لیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ان کی تکذیب کی لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ بیشک ہے ان کے قصہ میں نصیحت واسطے عقل والوں کے ف یعنی انبیاء سابقین کے قصوں میں اہل عقل کے لئے نصیحت ہے اسلئے کہ ان قصوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے کس طرح مدد کی اور کافروں کو کس طرح ہلاک کیا اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں اہل عقل کو عبرت ہے مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ نہیں ہے (قرآن) ایسی بات جو جھوٹ بنالیا جاوے لیکن سچا کرنیوالا ان (کتابوں) کا ہے جو اس سے پہلے تھیں اور بیان کرنیوالا ہر چیز کا اور رحمت ہے ہر گروہ کے لئے جو مومن ہیں ف یعنی کفار جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن محمد نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے یہ قول ان کا صحیح نہیں بلکہ قرآن ایسی حدیث نہیں جو اپنی طرف سے جھوٹ بنالی گئی اسلئے کہ قرآن کے بیانات کتب سابقہ یعنی توریت انجیل وغیرہ کے مطابق ہیں اسکے علاوہ قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی تمام وہ امور دینیہ اور [illegible] انبیاء سابقین کے حالات اور شریعت و حکمت کی باتیں اور حرام و حلال کے مسائل اور [illegible] تفصیل [illegible] لکھا کوئی امر دینی ایسا نہیں ہے جو قرآن سے ثابت نہ ہو [illegible] بالواسطہ ثابت ہوتے ہیں یا بعض ایسے ہیں جو قرآن کے عام احکام [illegible] یا ان مسائل کا اصل قرآن میں مذکور ہے اور [illegible] ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اسلئے کہ بشر کے کلام میں یہ معجزہ نہیں ہو سکتا اور قرآن ان لوگوں کی ہدایت اور [illegible] لیکن جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے وہ قرآن سے فائدہ نہیں پاتے [illegible]

الحمد للہ [illegible] تفسیر اکسیر اعظم [illegible] پارہ [illegible] مطابق آخر ماہ جون ۱۸۹۶ء میں مطبع [illegible] ختم ہوئی

[illegible]

قاضی [illegible] مطبع انشامیہ مراد آباد محلہ قاضی ٹولہ